سیرت
حضرت عمر فاروق
مکتبہ
حاجی نیاز احمد
061-513863

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ

خلیفہ دوم جانشین پیغمبر حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا شمار عشرہ مبشرہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں ہوتا ہے، آپ اشراف قریش میں اپنی ذاتی و خاندانی وجاہت کے اعتبار سے نہایت ممتاز و بلند مرتبہ حیثیت رکھتے ہیں۔ آپ سرکارِ مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خسر ہیں۔ آپ کی کنیت ابو حفص، لقب فاروق اعظم اور اسم پاک عمر ہے۔

سلسلہ نسب

آپ کا سلسلہ نسب یہ ہے عمر بن خطاب بن نفیل بن عبد العزیٰ بن رباح بن عبد اللہ بن قرط بن زراح بن عدی بن کعب بن لوئی۔

آٹھویں پشت میں آپ کا سلسلہ نسب رسولِ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سلسلہ نسب سے جا ملتا ہے۔

آپ کی والدہ ماجدہ کا نام حنتمہ بنت ہاشم بن مغیرہ ہے۔ جبکہ ایک روایت کے مطابق بنت ہشام بن مغیرہ بن عبد اللہ بن عمر بن مخزوم ہے۔ اس طرح پہلے قول کے اعتبار سے ابو جہل کی چچازاد بہن اور دوسرے قول کے لحاظ سے ابو جہل کی بہن ہوتی ہیں۔

ولادتِ با سعادت

آپ کی ولادتِ باسعادت ہجری نبوی سے چالیس برس پہلے یعنی واقعہ فیل کے تیرہ برس بعد ہوئی۔

قبولِ اسلام

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عمر مبارک تقریباً ستائیس برس تھی کہ حضور سرورِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بعثت ہوئی۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دین اسلام کی دعوت کا آغاز کیا تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ دین اسلام کے قبول کرنے کی طرف راغب ہوئے اور اس معاملہ میں سختی اور شدت قائم رکھی۔ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے اخلاقِ حسنہ سے دین حق کی روشنی ہر طرف پھیلانے میں بھرپور کوشش فرما رہے تھے کہ انہی دِنوں میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بارگاہِ الٰہی میں دعا فرمائی کہ یااللہ! عمر بن خطاب کے دل کو اسلام کی روشنی سے منور کردے اور پھر وہ وقت آیا کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسلام کی دولت سے مالامال ہوئے۔

اسلام کی روشنی

آپ چالیس مردوں اور گیارہ عورتوں کے بعد اسلام لائے اور اسلام کی روشنی سے اپنے قلب کو منور کیا۔ آپ سے پہلے اسلام قبول کرنے والوں میں آپ کے بہنوئی حضرت سعید بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور بہن فاطمہ بنت خطاب شامل تھے لیکن انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اپنے اسلام کو چھپا رکھا تھا آپ کے خاندان کے ایک اور مرد حضرت نعیم بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی اسلام قبول کرچکے تھے۔

دل کی سختی

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسلام قبول کرنے والوں کے ساتھ سختی سے پیش آیا کرتے تھے۔ ایک دن اپنی تلوار حمائل کئے ہوئے رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی ایک جماعت کے پاس تنگ کرنے کے ارادے سے نکلے۔ جن کے بارے میں آپ کو معلوم تھا کہ وہ صفا کے قریب دار ارقم میں جمع ہیں۔ راستے میں نعیم بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے کہا، عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)! کہاں کا ارادہ ہے؟ جواب دیا کہ محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کے قتل کرنے کی غرض سے جا رہا ہوں۔ نعیم بن عبد اللہ نے کہا، اے عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)! تمہارے نفس نے تمہیں دھوکہ دیا ہے کیا تم سمجھتے ہو کہ تم نے اگر محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کو قتل کردیا تو بنی عبد مناف تمہیں چھوڑ دیں گے کہ تم زمین پر چل بھی سکو؟ تم پہلے اپنے بہنوئی اور بہن کی خبر تو لو کہ دونوں نے اپنا آبائی دین ترک کر کے اسلام قبول کرلیا ہے اور محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی پیروی اختیار کرلی ہے۔ یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ وہیں سے واپس ہو کر اپنی بہن کے گھر کی طرف روانہ ہوئے۔

قرآن پاک کا سننا

اس وقت حضرت خباب بن الارت رضی اللہ تعالیٰ عنہ قرآن حکیم پڑھانے کی غرض سے حضرت سعید بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاں موجود تھے۔ ان کے پاس سورہ طٰہٰ لکھی ہوئی تھی اور وہ انہیں سورہ طٰہٰ پڑھا رہے تھے۔ جب ان سب نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آہٹ سنی تو حضرت خباب رضی اللہ تعالیٰ عنہ گھر کے کسی حصہ یا حجرے کے اندرونی حصے میں چھپ گئے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے گھر میں داخل ہوتے ہی دریافت کیا کہ تم لوگ کیا پڑھ رہے تھے؟ بہن اور بہنوئی نے کہا کچھ نہیں۔ آپ نے کہا کیوں نہیں، واللہ! میں نے سنا ہے اور مجھے یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ تم دونوں نے محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کے دین کی پیروی اختیار کرلی ہے۔ اس کے ساتھ ہی اپنے بہنوئی کو ایک طمانچہ مارا۔ یہ دیکھ کر آپ کی بہن فاطمہ اپنے شوہر کو بچانے کی غرض سے اُٹھیں تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس زور سے ان کو بھی مارا کہ ان کا سر زخمی ہو گیا اس پر آپ کی بہن اور بہنوئی نے کہا، ہاں ہم نے اسلام قبول کرلیا ہے اور اللہ اور اس کے رسول پر ہم ایمان لاچکے ہیں تم جو چاہو کرو۔ آپ نے جب اپنی بہن کا خون دیکھا تو ان کو مارنے سے رک گئے اور تھوڑے سے شرمندہ بھی ہوئے۔ کہا، اچھا مجھے وہ کتاب دو جو تمہارے پاس ہے تاکہ میں بھی اس کو پڑھوں۔ بہن نے کہا، ہمیں اس کے متعلق تم سے ڈر لگتا ہے۔ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا تم لوگ ڈرو نہیں میں اسے پڑھ کر ضرور واپس کردوں گا۔ یہ بات سن کر بہن نے کہا، اس کتاب کو تو پاک شخص کے سوا دوسرا چھو بھی نہیں سکتا۔ پہلے غسل کرو۔ بہن کے کہنے پر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے غسل کیا تو بہن نے آپ کو وہ کتاب دی۔ اس میں سورہ طٰہٰ لکھی ہوئی تھی آپ اس کو پڑھنے لگے اور جس وقت اس آیت پر پہنچے:۔

اِنَّنِیۡۤ اَنَا اللّٰهُ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّاۤ اَنَا فَاعۡبُدۡنِیۡ ۙ وَ اَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكۡرِیۡ (پ۱۶۔ سورۂ طٰہٰ: ۱۴)

بے شک میں ہی اللہ ہوں اور میرے سوا کوئی دوسرا معبود نہیں اس لئے تم میری عبادت کرو اور میری ہی یاد میں نماز پڑھو۔

تو فرمایا کہ کلام کس قدر اچھا اور کس قدر عظمت والا ہے۔ (سیرت النبی۔ تاریخ الخلفاء)

دیگر روایات

ایک روایت میں آتا ہے کہ یہ سورۃ الحدید تھی جو کتاب میں لکھی ہوئی تھی:۔

سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ۚ وَ هُوَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ (پ۲۷۔سورۃ الحدید: ۱)

زمین وآسمان میں جو کچھ ہے سب اللہ تعالیٰ کی تسبیح پڑھتے ہیں۔ وہ غالب حکمت والا ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب یہ کلام پاک پڑھتے ہوئے اس آیتِ مبارکہ پر پہنچے:۔

اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ (سورۃ الحدید)

ایمان لاؤ اللہ اور اس کے رسول پر۔

تو بے اختیار پکار اُٹھے:۔

اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زبان سے یہ کلمہ سن کر حضرت خباب رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کے سامنے نکل کر باہر آگئے اور فرمایا، اے عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)! واللہ! مجھے اُمید ہوگئی کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی دعا سے تمہیں منتخب کر لیا ہے کیونکہ میں نے کل حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ دعا کرتے ہوئے سنا ہے:۔

اللھم اید الاسلام بابی الحکم بن ھشام او بعمر بن الخطاب

اے اللہ! ابوالحکم بن ہشام یا عمر بن خطاب سے اسلام کی تائید فرما۔

اس لئے اے عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اللہ تعالیٰ سے ڈرو۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قلب پر رِقت طاری تھی اور دِل میں اسلام کی محبت پیدا ہو چکی تھی۔ فرمایا، مجھے محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی خدمت میں لے چلو کہ میں وہاں پہنچ کر اسلام قبول کرلوں۔ حضرت خباب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ سے فرمایا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس وقت کوہِ صفا کے پاس دارِ ارقم میں موجود ہیں اور آپ کے ساتھ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم بھی ہیں۔ (سیرت النبی۔ تاریخ کامل ابن الاثیر۔ تاریخ الخلفاء)

بارگاہِ رسالت میں حاضری

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تلوار حمائل کئے ہوئے دار ارقم کی طرف روانہ ہوئے وہاں پہنچ کر دروازہ پر دستک دی۔ ایک صحابی نے دروازہ کی درزوں سے جھانک کر دیکھا کہ عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) تلوار حمائل کئے ہوئے کھڑے ہیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو تشویش ہوئی۔ حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو کہ اس وقت وہاں پر موجود تھے۔ فرمایا اسے آنے دو اگر بھلائی کے ارادے سے آیا ہے تو ہم اس کے ساتھ بھلائی ہی کا سلوک کریں گے اور اگر کسی برائی کے ارادہ سے آیا ہے تو اسی کی تلوار سے اس کا سر قلم کر دوں گا۔ اس کے بعد حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اندر بلا لیا گیا۔ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اُٹھ کر خود آگے بڑھے اور آپ کا دامن پکڑ کر فرمایا، عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کس ارادے سے آئے ہو؟

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا، یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! میں آپ کی خدمت میں اسلام قبول کرنے کی غرض سے حاضر ہوا ہوں۔ یہ سن کر رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس زور سے نعرہ تکبیر بلند کیا کہ تمام پہاڑیاں گونج اُٹھیں۔ (سیرت النبی۔ کامل ابن اثیر۔ ابن عساکر)

ایک اور روایت میں اس طرح آتا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک رات میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو تنگ کرنے کی غرض سے آپ کے تعاقب میں چلا، آپ مسجد حرام میں داخل ہو گئے اور نماز پڑھنا شروع کر دی۔ نماز کے دوران سورۃ الحاقہ کی تلاوت شروع فرمائی اور میں کھڑا ہو کر سنتا رہا اور قرآن پاک کے متاثر کن کلام سے حیرت زدہ تھا۔ اپنے دل میں کہا کہ واللہ! جیسا قریش کہا کرتے ہیں۔ یہ شاعر معلوم ہوتے ہیں۔ ابھی میرے دل میں یہ خیال گزار ہی تھا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی:۔

اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِيْمٍ ۝ وَّ مَا هُوَ بِقَوْلِ شَاعِرٍ ؕ قَلِيْلًا مَّا تُؤْمِنُوْنَ (پ۲۹۔ سورۃ الحاقہ: ۴۰۔۴۱)

یہ رسول کریم کا قول ہے۔ یہ کسی شاعر کا کلام نہیں ہے، تم میں سے تھوڑے ہی لوگ ایماندار ہیں۔

میں نے اپنے دل میں کہا کہ یہ تو کاہن ہے جو اس نے میرے دل کی بات معلوم کر لی ہے۔ اس کے بعد حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی:۔

وَلَا بِقَوْلِ كَاهِنٍ ؕ قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ ۝ تَنْزِيْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ (پ۲۹۔ سورۃ الحاقہ: ۴۲۔۴۳)

اور نہ کسی کاہن کی بات کتنا کم دھیان کرتے ہو اس نے اتارا ہے جو سارے جہان کا ربّ ہے۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے آخر تک یہ سورہ تلاوت فرمائی اور اس کو سنتے ہی اسلام میرے دل میں گھر کر گیا اور اس کی عظمت مجھ پر ظاہر ہو گئی۔ (مسند ابن حنبل)

ایک اور روایت

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قبول اسلام کے بارے میں ایک اور روایت میں آتا ہے جو کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زبانی یوں بیان ہوئی ہے کہ فرمایا کرتے تھے میں اسلام سے بہت دور بھاگنے والا تھا اور زمانہ جاہلیت میں شراب پیا کرتا تھا۔ اس کا بڑا شوقین تھا۔ ہماری ایک مجلس ہوا کرتی تھی جس میں قریش جمع ہوئے تھے۔ ایک رات میں ساتھ اُٹھنے بیٹھنے والوں کے پاس جانے کے ارادے سے اس مجلس کی طرف چلا اور وہاں پہنچا تو ساتھیوں میں سے کسی کو بھی نہ پایا۔ میں نے سوچا کہ مجھے فلاں شراب فروش کے پاس جو مکہ مکرمہ میں شراب فروخت کیا کرتا تھا جانا چاہیے۔ ہو سکتا ہے کہ اس کے پاس سے شراب مل جائے اور میں کچھ پی سکوں۔ پھر میں چل کر اس کے پاس پہنچا تو وہ موجود نہ تھا پھر میں نے سوچا کہ بہتر ہے میں کعبۃ اللہ جاؤں اور اس کے سات یا ستر چکر لگاؤں۔ پھر میں مسجد آیا تا کہ کعبۃ اللہ کا طواف کروں تو رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھا کہ کھڑے ہو کر نماز پڑھ رہے ہیں۔ جب میں نے آپ کو دیکھا تو اپنے دل میں کہا، آج رات محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی طرف توجہ کرتا ہوں اور سنتا ہوں کہ وہ کیا کہتے ہیں۔ پھر میں نے کہا اگر میں سننے کیلئے ان سے نزدیک ہوا تو وہ ڈر جائیں گے اس لئے میں حجر (حلیم) کی طرف سے ہو کر کعبۃ اللہ کے غلاف کے اندر ہو گیا اور آہستہ آہستہ قریب تر ہونے لگا۔ رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کھڑے ہوئے نماز پڑھتے اور قرآن حکیم کی تلاوت فرماتے رہے یہاں تک کہ میں آپ کے قبلہ کی سمت میں آپ کے مقابل ہو گیا میرے اور آپ کے درمیان غلافِ کعبہ کے سوا اور کوئی چیز حائل نہ تھی۔ جب میں نے قرآن حکیم سنا تو اس سے میرے دل میں رِقت پیدا ہوئی اور میں رو پڑا۔ میرے دل میں اسلام گھر کر گیا میں اسی جگہ پر کھڑا رہا یہاں تک کہ رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نماز پوری کر لی اور واپس جانے کیلئے چل پڑے۔ میں بھی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیچھے ہو گیا۔ رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے میری آہٹ سنی تو مجھے پہچان لیا، مجھے ڈانٹتے ہوئے فرمایا، اے خطاب کے بیٹے! تجھے کون سی چیز اس وقت یہاں پر لائی ہے؟

میں نے عرض کیا، اللہ اور اس کے رسول (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) اور اس چیز پر ایمان لانے کیلئے آیا ہوں جو وہ اللہ تعالیٰ کے پاس سے لایا ہے۔ (یہ سن کر) رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا اور فرمایا۔

قد هداك الله يا عمر

اے عمر! اللہ تعالیٰ نے تجھے سیدھی راہ دکھادی۔

اس کے بعد آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے میرے سینے پر دستِ اقدس پھیرا اور میرے لئے ثابت قدمی کی دعا فرمائی۔

(سیرت النبی، جلد اوّل)

ایمان اسلام

ایک روایت میں آتا ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا، جب میں نے اسلام قبول کیا تو سوچا کہ قریش میں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا سب سے بڑا دشمن کون ہے کہ میں اس کے پاس جاؤں اور اسے اپنے مسلمان ہونے کی خبر دوں۔ میں نے سوچا کہ دشمنی میں سب سے زیادہ سخت ابو جہل ہے چنانچہ دوسرے دن صبح سویرے میں نے ابو جہل کے گھر کا دروازہ کھٹکھٹایا وہ باہر آیا اور مجھے دیکھ کر بولا، آؤ بھانجے! کہو کیسے آنا ہوا؟ میں نے جواب دیا، میں تمہیں یہ اطلاع دینے آیا ہوں کہ میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) پر ایمان لے آیا ہوں اور گواہی دیتا ہوں کہ جو کچھ کہتے ہیں سچ کہتے ہیں۔ ابو جہل نے دروازہ بند کرتے ہوئے کہا، اللہ تمہیں اور تمہاری اس اطلاع کو ذلیل کرے۔ (سیرت النبی، جلد اوّل)

اظہارِ اسلام

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسلام قبول کرنے کے بعد اس کا خوب اعلان و اظہار کیا۔ اس ضمن میں حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں کہ میرے والد نے جب اسلام قبول کیا تو کہا کہ قریش میں باتوں کو ادھر ادھر زیادہ پہنچانے والا کون ہے؟ آپ کو بتایا گیا کہ جمیل بن معمر۔ چنانچہ آپ صبح سویرے اس کے پاس پہنچے۔ میں (ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بھی آپ کے پیچھے پیچھے چل پڑا کہ دیکھوں کیا کرتے ہیں۔ میں کم عمر تھا لیکن جو کچھ دیکھتا تھا اسے سمجھتا تھا۔ یہاں تک کہ آپ اس کے پاس پہنچے اور فرمایا، اے جمیل! کیا تو جانتا ہے کہ میں نے اسلام قبول کر لیا ہے اور دین محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) میں داخل ہو گیا ہوں۔ آپ نے اپنی اس بات کو ابھی دہرایا بھی نہیں تھا کہ وہ (جمیل بن معمر) اپنا دامن کھینچتے ہوئے کھڑا ہو گیا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی پیچھے ہو گئے اور میں بھی اپنے والد محترم کے پیچھے ہو پڑا۔ یہاں تک کہ وہ (جمیل) مسجد کے دروازے پر کھڑا ہوا اور انتہائی بلند آواز سے چیخ کر بولا، اے گروہِ قریش اور کعبۃ اللہ کے گرد اپنی اپنی مجلسوں میں بیٹھنے والو! سن لو کہ عمر بن خطاب نے بے دینی اختیار کر لی ہے۔ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس کے پیچھے کہتے جاتے تھے کہ یہ جھوٹ کہتا ہے (میں بے دین نہیں ہوا) بلکہ میں نے اسلام قبول کر لیا ہے۔ اس بات کی گواہی دی ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس کے بندے اور رسول ہیں، (وہاں پر موجود) لوگوں نے آپ پر حملہ کر دیا آپ بھی ان سے لڑتے رہے یہاں تک کہ سورج ان کے سروں پر آگیا آپ تھک کر بیٹھ گئے اور قریش آپ کے سر پر کھڑے رہے۔ آپ نے فرمایا تم جو چاہو کرو۔ میں اللہ کی قسم کھاتا ہوں کہ اگر ہم تین سو مرد ہو جائیں تو (ہم مسلسل لڑیں) پھر یا تو ہم مکہ مکرمہ کو تمہارے لئے چھوڑ دیں گے یا تم ہمارے لئے چھوڑ دو گے۔

عاص بن وائل کی مداخلت

اسی اثناء میں قریش میں سے ایک ضعیف شخص آیا جس نے یمنی کپڑے کا نیا لباس اور نقش و نگار والی قمیض پہنی ہوئی تھی۔ اس نے آکر پوچھا کہ آخر معاملہ کیا ہے؟ انہوں نے کہا کہ عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بے دین ہو گیا ہے۔ اس نے کہا تو پھر کیا ہوا؟ ایک شخص نے اپنی ذات کیلئے ایک بات اختیار کرلی ہے پھر تم کیا چاہتے ہو؟ کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ بنی عدی بن کعب اپنے آدمی کو اس طرح تمہارے حوالے کردیں گے، اس کو چھوڑدو۔ (اس پر وہ لوگ پیچھے ہٹ گئے)۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت کرنے کے بعد میں نے اپنے والد ماجد سے پوچھا کہ وہ شخص کون تھا جس نے مکہ مکرمہ میں آپ کے اسلام قبول کرنے کے دن لوگوں کو للکار کر آپ سے دور کردیا تھا۔ جب وہ آپ سے لڑ رہے تھے۔ فرمایا، میرے پیارے بیٹے! وہ عاص بن وائل تھا، اللہ تعالیٰ اسے جزائے خیر دے۔ (سیرت النبی، جلد اوّل)

اعلانیہ عبادت

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اسلام قبول کرلینے سے مسلمانوں کو بڑی تقویت ملی۔ آپ انتہائی جری اور بہادر تھے۔ اس وقت مسلمانوں کی تعداد انتہائی قلیل تھی اور وہ چھپ کر عبادات کی ادائیگی کیا کرتے تھے۔ قبولِ اسلام کے بعد ایک دن حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! جب ہمارا دین برحق ہے اور مشرکین باطل پر ہیں تو پھر ہم اپنے دین کو پوشیدہ کیوں رکھیں؟ لات و عزیٰ کی تو کھل کر عبادت کی جاتی ہے اور ہم اپنے اللہ تعالیٰ کی عبادت چھپ کر کیوں کریں؟ ربِّ کعبہ کی قسم! ہم بھی اللہ تعالیٰ کی اعلانیہ عبادت کریں گے، مجھے قسم ہے اس ذات اقدس کی جس نے آپ کو دین حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے مجھ سے وہ مجلس کبھی باقی نہیں رہ سکتی جس میں کفر کی مدد کیلئے نہ بیٹھا تھا۔ لیکن اب میں دینِ اسلام کے اظہار و امداد کیلئے ضرور بیٹھوں گا۔

بیت اللہ میں آمد

اس کے بعد حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بارگاہِ رسالت سے روانہ ہوکر خانہ کعبہ میں تشریف لائے اور کفار کی طرف دیکھ کر بلند آواز سے کہا، اے لوگو! جو شخص مجھے جانتا ہے وہ خوب جانتا ہے اور جو نہیں جانتا اسے معلوم ہونا چاہئے کہ میں عمر بن خطاب ہوں۔ اے اہلِ قریش! دین اسلام قبول کرلو اور محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی اطاعت کرنے میں تیزی دِکھاؤ، ورنہ میں اس تلوار کے ساتھ گردنیں اڑادوں گا اور ایک بھی کافر کو زندہ نہیں چھوڑوں گا۔ کفار نے جب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ آواز سنی تو انہوں نے خاموش رہنے میں ہی اپنی عافیت سمجھی۔ ان میں سے ایک نے جرأت کرکے پوچھا، اے عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کیا تم نے محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کا دین قبول کرلیا ہے؟ آپ نے جواب دیا کہ ہاں، میں نے کلمہ اسلام پڑھ لیا ہے۔ یہ سن کر کفار بہت مایوس ہوئے اور آپس میں مشورہ کرنے لگے کہ یہ کیا معاملہ درپیش ہوگیا۔

بیت اللہ کا طواف

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خانہ کعبہ کا طواف کیا، آپ کعبہ کے گرد طواف فرما رہے تھے اور بلند آواز سے کلمہ طیبہ کا وِرد بھی کرتے جاتے تھے۔ کفار یہ دیکھ کر بہت ہی آگ بگولہ ہوئے اور آخر کار انہوں نے ہمت کر کے مل کر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر حملہ کر دیا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی ان کی طرف متوجہ ہوئے، کفار نے راہِ فرار اختیار کی، آپ نے ان میں سے ایک بڑے کافر کو اپنی گرفت میں لے کر اسے زمین پر گرا دیا اور اس کے سینہ پر چڑھ کر بیٹھ گئے۔ اپنی انگلیاں اس کی آنکھوں میں ڈال دیں، اس نے اس قدر واویلا اور چیخ و پکار کی کہ کوئی کافر آگے بڑھنے کی جرأت ہی نہ کر سکا۔ وہ فریاد کر رہا تھا، لوگو! میری مدد کرو، عمر مجھے قتل کر دے گا۔ بڑی مشکل سے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس شخص کو چھوڑا۔

مسلمانوں کی اعلانیہ عبادت

مشرکین کے وہاں سے بھاگنے کے بعد مسلمانوں نے خانہ کعبہ میں عبادت کی۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! کوئی مجلس ایسی نہیں رہی جس میں مَیں نے دینِ حق کا اعلان نہ کر دیا ہو۔ یہ سن کر حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مسرت کا اظہار فرمایا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا، یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! قسم ہے اس ذاتِ پاک کی جس نے آپ کو مبعوث فرمایا ہے ہم ضرور کھل کر سامنے آئیں گے۔ چنانچہ حضور سرورِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی دو صفوں میں باہر تشریف لائے اور کعبۃ اللہ کی طرف روانگی فرمائی۔

بیت اللہ میں نماز

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ دائیں جانب، حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بائیں جانب، حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سامنے کی طرف اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کے آگے تھے۔ سب کے ہاتھوں میں ننگی تلواریں تھیں اور باقی تمام مسلمان رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیچھے صف باندھے چل رہے تھے۔ جب بیت اللہ شریف میں پہنچے تو حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دو رکعت نماز ادا فرمائی۔ ایک روایت کے مطابق ظہر کی نماز ادا فرمائی۔

مسلمانوں کی بے خوفی

مسلمان بیت اللہ شریف میں داخل ہوگئے اور قریش دیکھتے کے دیکھتے رہ گئے۔ حالانکہ مسلمانوں کی یہ بے خوفی ان پر گراں گزری تھی لیکن ان کا کوئی بے وقوف یا سمجھدار آدمی ان صفوں کے قریب آنے کی جرأت نہ کرسکا جن میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسلام لے آئے تھے اور بے چین تھے کہ سب کو ان کے اسلام کی خبر ہوجائے تاکہ جو لڑنا چاہے لڑے۔ آپ کو ابوجہل کی قوت اور مزاج کی تیزی بھی اس کے گھر جانے اور دروازہ کھٹکھٹا کر اسے اپنے مسلمان ہونے کی خبر دینے سے نہ روک سکی۔ آپ طاقت ور تھے اور اپنی طاقت پر بھروسہ تھا جوان تھے اور جرأت رکھتے تھے اور جانتے تھے کہ کسی کافر کی جرأت نہیں کہ ان پر غلبہ حاصل کرسکے۔ آپ کو کوئی نہیں ڈرا سکتا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ آپ نے دوسرے مسلمانوں کی طرح چھپ کر کوئی کام نہ کیا بلکہ مسلمانوں کے ساتھ خانہ کعبہ میں نماز پڑھنے کی قسم کھائی اور اس وقت کھائی جب مسلمان مکہ مکرمہ کے آس پاس کی پہاڑیوں میں چھپ چھپ کر عبادت کرتے تھے۔

دینِ اسلام کو تقویت

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا کرتے تھے: ”عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کا اسلام ہماری فتح، ان کی ہجرت ہماری کامیابی اور ان کی امارت اللہ کی رحمت تھی۔ جب تک عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اسلام نہیں لائے تھے ہم کعبۃ اللہ میں نماز نہیں پڑھ سکتے تھے لیکن جب وہ مسلمان ہوئے تو قریش مجبور ہوگئے کہ مسلمانوں کو کعبۃ اللہ میں نماز پڑھنے سے نہ روکیں“۔

حضرت صہیب بن سنان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جب عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسلام قبول کیا تو اسلام کھل کر سامنے آگیا اور اس کی اعلانیہ دعوت دی جانے لگی۔ ہم کعبہ کے گرد حلقہ بنا کر بیٹھتے اور بیت اللہ کا طواف کرتے تھے۔ زیادتی کرنے والے سے بدلہ لیتے اور سختی سے پیش آنے والے کو منہ توڑ جواب دیتے تھے۔

روایت میں آتا ہے کہ جس دن حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسلام قبول کیا۔ دینِ اسلام نے ترقی کی منزلیں طے کیں اور پھر کبھی مسلمانوں کو رُسوائی کا سامنا نہ کرنا پڑا۔ (تاریخ اسلام، تاریخ الخلفاء، طبقات ابن سعد، نزہۃ المجالس)

ہجرتِ مدینہ

مکہ مکرمہ میں جب مسلمانوں پر کفار کی طرف سے دی جانے والی تکالیف میں دن بدن اضافہ ہونا شروع ہوا تو حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو مکہ مکرمہ سے مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت کی اجازت مرحمت فرمادی۔ اس اجازت کی بناء پر حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی مدینہ طیبہ کی جانب ہجرت فرمائی، آپ کی ہجرت کے بارے میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ ہم حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سوا کسی ایک بھی شخص کا نام نہیں بتاسکتے کہ جس نے اعلانیہ ہجرت کی ہو، جس وقت حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہجرت کی غرض سے روانہ ہوئے تو آپ نے اپنی تلوار حمائل کی اور اپنے کندھے پر کمان لٹکائی جبکہ ترکش سے تیر نکال کر ہاتھ میں پکڑ لیا پھر بیت اللہ میں تشریف لائے وہاں کچھ قریشِ مکہ بیٹھے ہوئے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کے سامنے سات مرتبہ بیت اللہ کا طواف کیا۔ مقامِ ابراہیم پر دو رکعت نماز ادا کی اس کے بعد قریشِ مکہ کے قریب گئے اور ایک ایک شخص کو مخاطب کرکے فرمایا، تمہاری شکلیں خراب ہوں، تمہارا ناس ہو جائے، ہے کوئی تم میں جو اپنی ماں کو بے اولاد، بیٹے کو یتیم اور بیوی کو بیوہ کرنے کا ارادہ رکھتا ہو، آئے اور جنگل کے اس جانب آکر مجھ سے مقابلہ کرے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ فرماتے ہوئے ان کے سامنے اعلانیہ طور پر ہجرت کر گئے۔ قریش کے بڑے بڑے لوگ وہاں پر موجود تھے کسی کو جرأت نہ ہوئی کہ وہ آپ کا تعاقب کرتا۔ (تاریخ الخلفاء)

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہمراہی مہاجرین

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ بہت سے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے ہجرت کا سفر طے کیا۔ صحیح بخاری شریف میں آتا ہے کہ آپ کے ہمراہ بیس اصحاب تھے۔ ابن ہشام نے اپنی تصنیف میں ان میں سے بیشتر کے ناموں کا بیان کیا ہے جو یہ ہیں:۔

(۱) حضرت زید بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ (جو کہ بھائی تھے) (۲) حضرت سعید بن زید بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بھتیجے تھے)

(۳) حضرت خنیس بن حذافہ سہمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ (داماد تھے) (۴) حضرت عبد اللہ بن سراقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(۵) حضرت واقد بن عبد اللہ تیمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ (۶) حضرت ایاس بن بکیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ (۷) حضرت خالد بن بکیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(۸) حضرت عامر بن بکیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ (۹) حضرت عاقل بن بکیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ (۱۰) حضرت خولی بن ابی خولی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(۱۱) حضرت مالک بن ابی خولی رضی اللہ تعالیٰ عنہ (۱۲) حضرت عمرو بن سراقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۔ (سیرت ابن ہشام)

مدینہ طیبہ میں قیام

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ مکہ مکرمہ سے ہجرت کر کے جب مدینہ طیبہ میں پہنچے تو چونکہ مہاجرین کی زیادہ تر تعداد قبا جسے عوالی بھی کہا جاتا ہے، قیام پذیر ہوئی تھی، اس لئے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی قبا میں رفاعہ بن عبد المنذر کے گھر پر قیام کیا اور ان کے مکان میں سکونت اختیار فرمائی۔

اسلامی اخوت

ہجرت مدینہ ۱۳ نبوی میں ہوئی عیسوی سال کے حساب سے ۶۲۲ء میں ہوئی۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی ہجرت کے بعد حضور سرورِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بھی مدینہ منورہ تشریف لے آئے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مدینہ منورہ آمد پر لوگوں نے بے انتہا خوشی و مسرت کا اظہار کیا، ہر کوئی خوشی کا اظہار اپنے اپنے طور پر کر رہا تھا۔ سرکارِ مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جب خوشی و مسرت کا یہ عظیم الشان مظاہرہ مشاہدہ فرمایا تو قبائل انصار کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا، کیا تم مجھے پسند کرتے ہو؟ سب نے بیک زبان کہا، یقیناً یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ اس پر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، میں بھی تم سے محبت رکھتا ہوں۔ پھر فرمایا، اللہ گواہ ہے کہ میں تمہیں دِلی دوست رکھتا ہوں تم میں سے میں عام لوگوں کو گروہ خواص میں سمجھتا ہوں۔

مدینہ منورہ میں قیام کے دوران حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سب سے پہلے مہاجرین کی رہائش اور ان کی معاشی و دیگر ضروریات کی غرض سے خصوصی توجہ فرمائی اور انصار مدینہ کو بلایا۔ مہاجرین اور انصار کے مابین باہمی اخوت اور بھائی چارے کا ایسا رِشتہ قائم فرمایا کہ تمام مہاجرین اور انصار آپس میں بھائی بھائی بن گئے، اس موقع پر انصار کی طرف سے ایثار و قربانی کے بے مثال مظاہرے دیکھنے میں آئے، انصاری بھائیوں نے اپنے مہاجر بھائیوں میں اپنا نصف مال تقسیم کر دیا اور ہر طرح کی ضروریات کے سلسلہ میں ان کی معاونت کی۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے انصاری بھائی

حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انصار اور مہاجرین کے مابین رشتہ اُخوت قائم کرتے ہوئے مرتبہ ومقام کا خاص طور پر خیال رکھا ہر مہاجر کو اس کے مرتبہ کے مطابق اور اسی درجہ کے انصاری کے ساتھ رشتہ اخوت میں منسلک کیا۔ چنانچہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا رشتہ اخوت حضرت عتبان بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ قائم کیا گیا جو کہ قبیلہ بنی سالم کے معزز رئیس تھے۔ (سیرت ابن ہشام۔ طبقات ابن سعد)

اذان کا طریقہ

مکہ مکرمہ سے مدینہ طیبہ میں ہجرت کے بعد مسلمانوں کی تعداد میں دن بدن اضافہ ہوتا جارہا تھا اور مسلمان دور دراز کے محلوں میں آباد ہونا شروع ہوئے تو اس بات کی ضرورت شدت سے محسوس ہوئی کہ نماز کے وقت پر اس کے اعلان کا کوئی طریقہ ہونا چاہئے کہ جس سے سب مسلمان ایک جگہ پر اِکٹھے ہو کر نماز ادا کر سکیں۔ چونکہ مدینہ طیبہ میں آنے کے بعد ابتدائی دِنوں تک مسلمان نماز کیلئے خود بخود جمع ہوجایا کرتے تھے۔ اور نماز کے وقت کے اعلان کا کوئی ذریعہ نہ تھا چنانچہ اس شدید ضرورت کے تحت حضور سرکارِ دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس جانب اپنی توجہ مبذول فرمائی۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مشورے

نماز کے اعلان کے طریقوں کے بارے میں مشورے دیتے ہوئے ایک تجویز پیش کی گئی کہ بگل کو ذریعہ اعلان بنایا جائے مگر یہ یہودیوں کا طریقہ تھا اس لئے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پسند نہ فرمایا۔ کسی نے مشورہ دیا کہ نماز کے وقت آگ روشن کی جایا کرے تاکہ آگ کو دیکھ کر پتا چل جائے کہ نماز کا وقت ہوگیا ہے۔ کسی نے کہا کہ عیسائیوں کی طرح ناقوس بجا کر نماز کا اعلان کیا جائے چنانچہ ناقوس تیار ہوا اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سپرد یہ خدمت کی گئی کہ وہ کل صبح آئیں تو اس کیلئے دو لکڑیاں خرید کر لے آئیں۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا خواب

رات کو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے گھر میں سو رہے تھے کہ آپ نے خواب میں کسی کو کہتے ہوئے سنا کہ ناقوس نہ بناؤ۔ نماز کیلئے اذان دو۔ آپ صبح سویرے یہ خواب سنانے کی غرض سے حضور سرکارِ مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے مگر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر اس کے متعلق پہلے ہی وحی نازل ہوچکی تھی۔

ایک اور روایت

اس ضمن میں ایک روایت یہ بھی ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تجویز پیش کی کہ نماز کے وقت کوئی شخص مدینہ طیبہ کی گلیوں میں حانت الصلوٰۃ کی منادی کیا کرے۔ اس تجویز کو حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پسند فرمایا اور یہ خدمت حضرت عبد اللہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سپرد ہوئی۔ اس کے ساتھ ہی چونکہ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ بلند آواز تھے ان کے ذمہ یہ ڈیوٹی لگائی گئی کہ وہ ہر نماز سے پہلے مسجد کے صحن میں "الصلوٰۃ جامعۃ" بلند آواز سے پکارا کریں۔ روایت میں آتا ہے کہ چند دِنوں کے بعد حضرت عبد اللہ بن زید بن ثعلبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خواب میں کسی کو اذان دیتے ہوئے دیکھا چنانچہ وہ صبح کے وقت حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! آج رات میرے پاس ایک چکر لگانے والے نے چکر لگایا، میرے پاس سے ایک شخص گزرا جس کے جسم پر دو سبز چادریں تھیں اور ہاتھ میں ایک گھنٹہ پکڑا ہوا تھا میں نے اس سے کہا، ہم اس سے نماز کیلئے لوگوں کو بلائیں گے۔ اس نے کہا، کیا میں تم کو اس سے بہتر چیز نہ بتاؤں؟ میں نے کہا وہ کیا ہے؟ چنانچہ اس نے کہا کہ تم یہ کہو (اور اذان کے کلمات بتائے)۔

جب حضرت عبد اللہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اپنا یہ خواب سنایا تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، اللہ تعالیٰ نے چاہا تو یہ خواب حق ہے تم بلال (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے ساتھ کھڑے ہو جاؤ اور ان کو یہ الفاظ بتاتے جاؤ اور وہ ان الفاظ کے ذریعے سے اعلان کریں کیونکہ وہ تم سے زیادہ بلند آواز ہے۔ چنانچہ جب حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان الفاظ کے ساتھ اذان دی تو اس وقت حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے گھر میں تھے، آپ نے اذان کی آواز سنی تو اپنی چادر مبارک کھینچتے ہوئے حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کیا، یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! اس ذات کی قسم! جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے میں نے بھی ایسا ہی خواب دیکھا ہے۔ جیسا کہ انہوں نے (حضرت عبد اللہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے دیکھا ہے۔ اس پر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، پھر تو اللہ کا شکر ہے۔

ابن ہشام نے لکھا ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر اذان کے متعلق وحی نازل ہوئی جبکہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس بات کی اطلاع حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اذان سے ہوئی اور اس سے قبل حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اذان کیلئے جو گھنٹہ بنایا گیا تھا اس کیلئے دو لکڑیاں خریدنا چاہتے تھے کہ اتفاق سے آپ نے بھی خواب میں دیکھا کہ کوئی کہتا ہے کہ گھنٹہ نہ بناؤ بلکہ نماز کیلئے اذان دو۔ پھر جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی دی ہوئی اذان کی آواز سنی تو فوراً حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے کہ جو کچھ آپ نے خواب میں دیکھا ہے کہ اس سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو مطلع کریں۔ چونکہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر وحی کا نزول ہو چکا تھا اس لئے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بات سنی تو فرمایا، اس بات کے متعلق وحی نے تم سے سبقت لی۔ (بخاری شریف، سیرت ابن ہشام)

غزوات و دیگر واقعات

امام نووی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہر ایک غزوہ میں رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ رہے اور میدانِ جنگ میں بہادری اور ثابت قدمی کا مظاہرہ کیا گو کہ غزوات کا باب حضور سرورِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ سے وابستہ ہے مگر چونکہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی غزوات میں شرکت فرما کر جرأت و بہادری کے جوہر دکھائے تھے اس لئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ نہایت اختصار کے ساتھ اس حوالے سے بھی آپ کے تذکرے کو اجمالی طور پر بیان کیا جائے چنانچہ مختلف غزوات میں آپ کی شرکت کے احوال اور کارہائے نمایاں و دیگر حالات و واقعات جو حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وصال مبارک تک پیش آئے جن کا تعلق فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ذات بابرکت سے قائم ہو جاتا ہے۔ ذیل کے صفحات کی زینت بنائے جاتے ہیں اور نہایت اختصار کے ساتھ ان کا تذکرہ کیا جاتا ہے۔

غزوہ بدر میں شرکت

ہجرت کے دوسرے برس غزوہ بدر پیش آیا۔ اس غزوہ میں مسلمانوں کی کل تعداد ۳۱۳ تھی جن میں سے ۷۷ مہاجرین اور ۲۳۶ انصار تھے لیکن حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ہمرکابی میں صرف ۳۰۵ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم تھے۔ آٹھ افراد کسی نہ کسی عذر کے باعث مدینہ طیبہ میں ہی رہ گئے تھے لیکن حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کو اہلِ بدر میں ہی شمار کیا تھا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ غزوہ بدر میں حضور سرورِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ تھے اور جانبازی کے جوہر دکھانے کیلئے ہمرکاب تھے۔

غزوہ بدر کے قیدی

غزوہ بدر میں کفار کے ستر افراد جہنم واصل ہوئے اور اتنی ہی تعداد میں قیدی ہوئے جبکہ مسلمانوں میں سے چودہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم شہید ہوئے جن میں سے چھ مہاجرین میں سے تھے اور آٹھ انصار میں سے تھے جو کہ دو قبیلہ اوس اور چھ قبیلہ خزرج سے تعلق رکھتے تھے۔

کفار کے جو لوگ قیدی بنائے گئے ان کے مستقبل کا فیصلہ کرنے کی غرض سے حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے مشورہ طلب فرمایا۔ مختلف مشورے دیئے گئے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ مشورہ دیتے ہوئے فرمایا کہ ان کو فدیہ لے کر رہا کر دیا جائے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس بات سے اختلاف کیا اور یہ مشورہ دیا کہ ان سب کو قتل کر دیا جائے اور اس طرح کہ ہم میں سے ہر ایک اپنے ہاتھوں سے اپنے عزیز کو قتل کرے۔ علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) عقیل کی گردن اُڑائیں۔ حمزہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) عباس کا سر قلم کریں اور میں اپنے فلاں عزیز کو موت کے گھاٹ اُتاروں۔

حضور رحمۃ العالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مشورے کو پسند کرتے ہوئے قیدیوں سے فدیہ لے کر انہیں چھوڑ دیا اس پر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی رائے کی تائید میں قرآن حکیم کی یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی:۔

مَا كَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗٓ اَسْرٰى حَتّٰى يُثْخِنَ فِي الْاَرْضِ ؕ (پ ١٠۔ سورۃ الانفال: ٦٧)

کسی پیغمبر کیلئے یہ مناسب نہیں کہ اس کے پاس قیدی ہوں جب تک وہ خوب خونریزی نہ کرلے۔

(صحیح مسلم شریف)

غزوہ احد میں شمولیت

غزوہ اُحد ماہِ شوال ۳ ھ میں پیش آیا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس غزوہ میں شریک تھے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت عبد اللہ بن جبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قیادت میں پچاس افراد کا ایک دستہ اُحد پہاڑ کے اس طرف متعین فرمایا کہ پہاڑ کے اس شگاف سے کفار کے گھات لگا کر حملہ کرنے کا خطرہ تھا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کو تاکید فرمائی کہ کسی بھی صورت میں وہ اس مقام کو نہ چھوڑیں خواہ مسلمان غالب ہوں یا مغلوب اور سختی سے فرمایا کہ جب تک میری طرف سے کوئی اطلاع تمہیں نہ پہنچے اپنی جگہ نہ چھوڑنا۔ جب جنگ کا میدان گرم ہوا تو مسلمانوں نے کفار پر اس ثابت قدمی سے حملہ کیا کہ مشرکین کے قدم اکھڑ گئے اور مشرکین میدان چھوڑ کر بھاگ نکلے۔ مسلمان مجاہدین کفار کا پیچھا چھوڑ کر مالِ غنیمت اِکٹھا کرنے میں مصروف ہو گئے۔ حضرت عبد اللہ بن جبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھی بھی دیگر مسلمانوں کی طرح مالِ غنیمت اکٹھا کرنے کیلئے چل پڑے اور حضرت عبد اللہ بن جبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سمجھانے کے باوجود پہرے کی جگہ کو چھوڑ دیا۔ (تاریخ اسلام)

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو اس وقت تک مسلمان نہیں ہوئے تھے پہاڑ کے اس شگاف کی اہمیت سے واقف تھے انہوں نے اپنے سو سواروں کے ایک دستہ کے ساتھ تقریباً ایک کلو میٹر کا چکر کاٹ کر پہاڑ کے عقب سے ہو کر اسی گھاٹی سے نکل کر اچانک مسلمانوں پر حملہ کر دیا۔ مسلمان چونکہ اس اچانک حملے سے غافل تھے۔ اس لئے مشرکین کے حملے کو روک نہ سکے۔ کافی مسلمان شہید ہو گئے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو تلوار کے ستر زخم آئے، دندان مبارک شہید ہو گئے، خود کے حلقے چہرہ اقدس میں گڑھ گئے، پیشانی مبارک زخمی ہو گئی اور ایک گڑھے میں گر پڑے جہاں سے نکلنا دُشوار ہوا۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا دست مبارک پکڑا اور حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے باہر نکالا۔ (تاریخ اسلام)

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بہادری

اس کے بعد حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے جان نثار صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے ساتھ اس بات کا ارادہ فرمایا کہ پہاڑ کی بلندی پر جایا جائے تا کہ کفار کی حکمتِ عملی کو ناکام بنا دیا جائے چنانچہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی جماعت کے ساتھ پہاڑ کی ایک بلندی پر چڑھ گئے، مسلمانوں کے اس مقام پر قبضہ کر لینے کے بعد ابو سفیان نے مشرکین کی ایک جماعت کے ساتھ اس مقام پر حملہ آور ہونے کی غرض سے پہاڑ پر چڑھنا چاہا تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حکم دیا کہ ان کو اوپر چڑھنے سے روکو۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ چند مسلمانوں کے ساتھ اس طرف کو لپکے اور بہادری کے ساتھ مقابلہ کرتے ہوئے ابو سفیان کی جماعت کو پسپا کر دیا۔ (تاریخ طبری)

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دلیرانہ جواب

جب لڑائی کا زور کم ہو گیا تو ابو سفیان میدانِ جنگ کا جائزہ لینے کیلئے پہاڑ کے درہ کی طرف آئے اور بلند آواز سے پکارا، کیا تم لوگوں میں محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) ہیں؟ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اشارہ کیا کہ کوئی جواب نہ دے۔ پھر ابو سفیان نے پوچھا، کیا تم میں ابو بکر صدیق (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) ہیں؟ اس پر بھی خاموشی رہی۔ پھر انہوں نے کہا، معلوم ہوتا ہے کہ یہ لوگ ضرور مارے گئے ہیں۔ یہ بات سن کر حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ خاموش نہ رہ سکے اور نہایت جرأت و دلیری کے ساتھ بلند آواز سے بولے، اے دشمنِ خدا! یہ سب زندہ ہیں اور تو رُسوا ہو گا۔ یہ سن کر ابو سفیان کو کچھ حیرانی ہوئی اور فخریہ لہجہ میں کہا، اعلیٰ ھبل (یعنی اے ہبل! بلند ہو) (ہبل ایک بت کا نام تھا) رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا کہ جواب دو، اللہ اعلیٰ و اجل (یعنی اللہ بلند و بزرگ ہے)۔ ابو سفیان نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زبان سے یہ سن کر کہا، انا عزی لا عزی لکم (یعنی عزیٰ بت ہمارا ہے تمہارا نہیں)۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق جواب دیا: اللہ مولنا ولا مولی لکم (یعنی اللہ ہمارا والی ہے تمہارا والی نہیں)۔ ابو سفیان نے کہا کہ یہ لڑائی جنگِ بدر کے برابر ہو گئی یعنی ہم نے جنگِ بدر کا بدلہ لے لیا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق جواب دیا، نہیں برابری نہیں ہوئی کیونکہ ہمارے مقتولین جنت میں ہیں اور تمہارے مقتولین جہنم میں ہیں۔ اس کے بعد ابو سفیان نے خاموشی اختیار کرلی۔ (سیرت ابن ہشام، طبری)

حضرت حفصہ رضی اللہ تعالی عنہا کا نکاح

۳ ھ میں ہی حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالی عنہ کی صاحبزادی حضرت حفصہ رضی اللہ تعالی عنہا رسول کریم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے عقد میں آئیں۔

صحیح بخاری شریف کی روایت میں آتا ہے کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی ہے فرمایا کہ جب حضرت خنیس بن حذافہ رضی اللہ تعالی عنہ کی رحلت ہوئی اور حضرت حفصہ رضی اللہ تعالی عنہا بیوہ ہو گئیں۔ حضرت خنیس رضی اللہ تعالی عنہ صحابی رسول تھے اوران کا انتقال مدینہ طیبہ میں ہوا تھا تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالی عنہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالی عنہ کے پاس تشریف لائے اور حضرت حفصہ رضی اللہ تعالی عنہا کی پیشکش کی۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالی عنہ نے اس پیشکش کے جواب میں فرمایا کہ مجھے مہلت دو تاکہ اپنا معاملہ سوچ سمجھ لوں۔ پھر انہوں نے چند راتیں توقف میں گزاریں اور دوبارہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالی عنہ سے اس سلسلہ میں ملاقات فرمائی۔ حضرت عثمان رضی اللہ تعالی عنہ نے فرمایا، میں نے اس بارے میں یہ رائے قائم کی ہے کہ چند دِنوں تک نکاح نہ کروں۔

(یہ جواب سن کر حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالی عنہ خاموشی سے تشریف لے گئے)۔

اب حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالی عنہ نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ سے ملاقات فرمائی اور ان سے اس سلسلہ میں بات کرتے ہوئے فرمایا کہ اگر آپ کی خواہش ہو تو حفصہ (رضی اللہ تعالی عنہا) کا نکاح آپ کے ساتھ کر دوں۔ اس پر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ نے خاموشی اختیار فرمائی اور کوئی جواب نہ دیا (حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں) میں غصہ میں آیا اور یہ غصہ اس سے زیادہ تھا جتنا کہ عثمان غنی رضی اللہ تعالی عنہ پر آیا تھا۔ اس کے بعد چند راتیں بھی نہیں گزری تھیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے ساتھ حضرت حفصہ رضی اللہ تعالی عنہا کا نکاح کر دیا۔ (اس کے بعد) حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ نے مجھ سے ملاقات کی اور فرمایا کہ معلوم ہوتا ہے کہ جب تم نے مجھے پیشکش کی تھی اور میں نے اس کا کوئی جواب نہیں دیا تھا تو تم مجھ سے اس وقت ناراض ہو گئے تھے۔ میں نے کہا ہاں میں ناراض ہو گیا تھا۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ نے ارشاد فرمایا کہ تم نے جو پیشکش کی تھی اس کا جواب میں نے تمہیں انکار کی صورت میں تو نہیں دیا تھا جبکہ اصل صورت حال یہ ہے کہ میں یہ بات جانتا تھا کہ رسول کریم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم خود حضرت حفصہ رضی اللہ تعالی عنہا سے نکاح کرنے کے خواہاں تھے اور میں حضور صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے اس راز کو ظاہر نہیں کرنا چاہتا تھا۔

واقعہ بنو نضیر

یہ واقعہ ۴ھ میں پیش آیا، حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہودیوں کے قبیلہ بنو نضیر کے ساتھ عہد و پیمان تھا۔ یہ لوگ بھی اسلام کے شدید ترین مخالف تھے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک معاملہ میں تعاون حاصل کرنے کی غرض سے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور دیگر چند صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو ساتھ لے کر بنو نضیر کے قبیلہ میں تشریف لے گئے۔ جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان سے تعاون کیلئے فرمایا تو بنو نضیر نے جواب دیا، اے ابو القاسم! جو آپ چاہتے ہیں اس میں آپ کی مدد کی جائے گی لیکن آپ تھوڑی دیر انتظار فرمائیں تاکہ ہم آپ کی ضیافت کر سکیں۔ اس وقت حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بنو نضیر کے مکانوں کی ایک دیوار کے ساتھ پہلو میں تشریف فرما تھے۔ اسی اثناء میں حی بن اخطب یہودی نے ایک شخص عمرو بن حجاش بن کعب کو اس بات پر آمادہ کیا کہ وہ اس مکان کی چھت پر چڑھ کر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سر مبارک پر پتھر کی سل گرا دے۔ اسی وقت حضرت جبرائیل علیہ السلام نے حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو کفار کے اس فریب سے آگاہ کر دیا۔ چنانچہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس مجلس سے اٹھ کر مدینہ منورہ کی طرف چل پڑے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم بھی حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ہمراہ تھے۔ (سیرت ابن ہشام، تاریخ طبری)

غزوہ بدر الموعد

اُحد سے واپس جاتے وقت ابوسفیان نے للکارا تھا کہ آئندہ سال بدر میں مقابلہ ہو گا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اشارہ سے جواب دیا تھا کہ ہمیں منظور ہے۔ ابو سفیان جنگ کی تیاریاں نہ کر سکا۔ اس نے یہ سوچ کر کہ شرمندگی نہ اُٹھانی پڑے ، ایک چال چلی۔ اتفاق سے ان دِنوں مدینہ منورہ سے نعیم بن مسعود اشجعی مکہ مکرمہ آیا ہوا تھا۔ اس نے قریش کو اسلامی لشکر کی تیاری اور سامانِ جنگ کے بارے میں تمام حالات بتائے۔ ابوسفیان نے نعیم سے کہا کہ غزوہ اُحد میں ہمارا اور محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کا اس قسم کا وعدہ تھا لیکن اس سال سخت قحط ہے اس لئے ہم نہیں چاہتے کہ مسلمانوں پر لشکر کشی کریں اگر تم مدینہ منورہ میں جاکر یہ پراپیگنڈہ کرو کہ اس سال تو قریش کی بہت تیاری ہے۔ اگر مسلمان مقابلے پر نکلے تو نقصان اٹھائیں گے۔ اس طرح ہم شرمندگی سے بچ سکتے ہیں۔ اس کے بدلے میں قریش تمہیں چند تین سالہ اونٹ انعام میں دیں گے۔ سہیل بن عمرو نے اس بات کی ضمانت دی کہ اونٹ انعام میں ضرور ملیں گے۔ (تاریخ اسلام)

اس کے بعد نعیم مدینہ منورہ گیا اور اپنے سر کو اس طرح منڈوایا کہ جیسے وہ عمرہ ادا کر کے آیا ہے۔ اس نے مسلمانوں کو مشرکین کے لشکر کی تیاری اور اس کی شان وشوکت کی خبر دی اور اسے جنگ کرنے سے ڈرایا اور کہا کہ مصلحت اسی میں ہے کہ مدینہ منورہ سے ہرگز باہر نہ نکلا جائے، میرا خیال ہے کہ اگر تم نے ان سے مقابلہ کیا تو ایک بھی واپس نہ آئے گا سوائے اس کے کہ جو بھاگ کر اپنی جان بچالے۔ مسلمانوں نے نعیم کی باتوں کو سچ سمجھا اور خاموشی اختیار کی یوں معلوم ہوتا تھا کہ جیسے کوئی اس غزوہ میں نہ نکلے گا۔

اس موقع پر حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ آپ اللہ کے سچے رسول ہیں پھر مسلمان ان خبروں کو سن کر کیوں گھبرا رہے ہیں۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس غزوہ میں جانے پر اصرار کیا اور اچھی اچھی پسندیدہ باتیں کیں۔ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یہ باتیں سن کر بہت خوش ہوئے اور ارشاد فرمایا کہ میں جنگ کیلئے جاؤں گا۔ خواہ اس غزوہ میں میرے ساتھ کوئی بھی نہ نکلے۔ حضور سرکارِ مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہ فرمان جب صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے سنا تو ان کے دلوں میں قوت وشوکت پیدا ہوئی اور شیطان کا وسوسہ ان کے دلوں سے جاتا رہا اور انہوں نے جنگ کا پکا ارادہ کرلیا۔ (سیرت ابن ہشام، تاریخ اسلام)

غزوہ بنی المصطلق

یہ غزوہ ہجرت کے پانچویں برس پیش آیا تھا اس میں اسلامی لشکر کے مقدمۃ الجیش پر حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مقرر فرمایا۔ بعض منافقین بھی مالِ غنیمت کی لالچ میں مسلمانوں کے ساتھ ہو لئے تھے۔ مسلمانوں نے دشمن کے ایک جاسوس کو گرفتار کر کے حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں پیش کیا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دھمکانے پر جاسوس نے اعتراف کیا کہ اسے بنی مصطلق کے سردار نے اسلامی لشکر کی جاسوسی کیلئے بھیجا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس جاسوس کو پکڑ کر حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں لے گئے اور تمام حال عرض کیا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کافر کے سامنے کلمہ اسلام پیش کیا اس بدبخت نے اسلام قبول کرنے سے انکار کر دیا چنانچہ اسے تلوار کے ایک وار سے قتل کر دیا گیا۔ جنگ کے آغاز سے قبل حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حکم دیا کہ کفار کی طرف دینِ اسلام کی دعوت دو اگر وہ اسلام قبول کر لیں تو ان کا خوف اور اموال محفوظ رہیں گے۔ کفار نے اسلام قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ اس پر حضور سرورِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حکم پر مسلمانوں نے کفار پر حملہ کر دیا۔ (تاریخ اسلام)

غزوہ احزاب

غزوہ احزاب یعنی غزوہ خندق شوال ۵ ھ میں پیش آیا۔ اس غزوہ میں بھی حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ شریک تھے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دیگر اکابر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی طرح آپ کو بھی خندق کے ایک حصہ پر متعین فرمایا تھا اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ثابت قدمی اور بہادری کے ساتھ کفار کا مقابلہ کیا۔ (سیرت ابن ہشام)

غزوہ بنی قریظہ

یہ غزوہ ذی قعدہ ۵ ھ کو پیش آیا۔ اس غزوہ کی روانگی کے وقت حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے داہنی طرف اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ بائیں طرف تھے۔ (سیرت ابن ہشام)

واقعہ حدیبیہ

ذی قعدہ ۶ھ کو حضور سرورِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے ہمراہ عمرے کی نیت سے مکہ مکرمہ کو روانہ ہوئے اور ذوالحلیفہ کے مقام پر پڑاؤ ڈالا۔ قریش کی نیت ٹھیک نہ تھی۔ اس مقام پر پہنچ کر حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مشورے سے حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ سے اسلحہ منگوالیا تاکہ اگر دشمن حملہ آور ہو تو اس کا مقابلہ مسلح ہو کر کیا جائے۔ چونکہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صرف عمرے کی نیت سے روانہ ہوئے تھے۔ اس لئے حکم دیا تھا کہ کوئی بھی ہتھیار باندھ کر نہ چلے۔ ذوالحلیفہ میں پہنچ کر ہتھیار منگوانا پڑ گئے تھے۔ مکہ مکرمہ کے نزدیک پہنچ کر معلوم ہوا کہ قریش نے اس بات کا عہد کر لیا ہے کہ مسلمانوں کو مکہ مکرمہ میں داخل نہ ہونے دیں گے۔ روایات میں آتا ہے کہ قریش نے اپنے چالیس یا پچاس آدمی بھیجے اور انہیں ہدایت کی کہ وہ لشکرِ اسلام کا چکر لگائیں اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھیوں میں سے اگر کوئی ہاتھ آئے تو اسے مار دیں۔ لیکن یہ سب گرفتار ہو گئے اور ان کو حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں لایا گیا۔ (سیرت ابن ہشام، تاریخ اسلام)

فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حکمِ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

اس کے بعد حضور سرورِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بلایا اور ارشاد فرمایا کہ تمہیں مکہ مکرمہ جانا چاہئے تاکہ قریش کو سمجھاؤ کہ ہم جنگ کے ارادے سے نہیں بلکہ عمرہ کرنے کیلئے آئے ہیں۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا، یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! آپ کے قلبِ انور پر روشن ہے کہ قریش کی عداوت میرے متعلق کس قدر ہے اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میری شدت طبع کو کفار کے بارے میں جانتے ہیں۔ اگر ان کو مجھ پر قابو پانے کا موقع ملا تو بلاشبہ وہ مجھے زندہ نہیں چھوڑیں گے اور مکہ مکرمہ میں بنو عدی میں سے کوئی شخص نہیں جو میری حمایت کر سکے۔ اس لئے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھیجئے تو بہتر ہو گا۔ کیونکہ وہ قریش کے نزدیک بہت عزیز ہیں اور ان کے بہت سے عزیز و اقارب بھی مکہ مکرمہ میں موجود ہیں۔ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس تجویز کو پسند فرمایا اور حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مکہ مکرمہ بھیجا۔ (تاریخ اسلام)

بیعت رضوان

حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مکہ مکرمہ میں قریش کے اکابرین سے ملاقات کی اور انہیں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا پیغام سنایا اس پیغام کے جواب میں انہوں نے کہا کہ اگر تم چاہو تو بیت اللہ کا طواف کرلو۔ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا، میں اس وقت تک طواف نہیں کروں گا۔ جب تک حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خود طواف نہ کریں۔ اس پر قریش نے حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنے پاس روک لیا۔ جب حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جانے اور وہاں قیام کو کئی دن گزر گئے تو اسلامی لشکر میں یہ خبر پھیل گئی کہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شہید کر دیا گیا ہے۔ اس پر حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے ہمراہ آئے ہوئے چودہ سو صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے ایک درخت کے نیچے جہاد کیلئے بیعت لی۔ اس بیعت کو بیعتِ رضوان کہا جاتا ہے۔ اسی بیعت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے قرآن حکیم میں ارشاد ہوتا ہے:۔

لَقَدْ رَضِیَ اللّٰہُ عَنِ الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ یُبَایِعُوْنَکَ تَحْتَ الشَّجَرَۃِ (پ۲۶۔ سورۃ الفتح: ۱۸)

بیشک اللہ راضی ہوا ایمان والوں سے جب وہ اس پیڑ کے نیچے تمہاری بیعت کرتے تھے۔

(سیرت ابن ہشام)

عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیعت

روایات میں آتا ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے معاملے کی صورت حال کے پیش نظر بیعت سے قبل لڑنے کی تیاری شروع کر دی تھی۔

بخاری شریف میں آتا ہے کہ حدیبیہ میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے بیٹے حضرت عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایک انصاری سے گھوڑا مانگ کر لانے کیلئے بھیجا۔ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس مقصد کیلئے چلے تو دیکھا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لوگوں سے جہاد پر بیعت لے رہے ہیں۔ انہوں نے بھی جا کر بیعت کی اور واپس حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آئے دیکھا کہ آپ ہتھیار سجا رہے ہیں۔ حضرت عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان سے بیعت کا واقعہ بیان کیا۔ یہ سنتے ہی حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اُٹھے اور حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دستِ مبارک پر بیعت کرلی۔ (صحیح بخاری شریف)

معاہدہ حدیبیہ

مسلمانوں کے اس عزم کی اطلاع جب کفار کو ملی تو انہوں نے صلح کیلئے اپنا ایک وفد بھیجا۔ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ ملاقات کے بعد طرفین کے مابین ایک معاہدہ پر رضامندی ہوئی۔ اس معاہدہ میں دیگر شرائط کے ساتھ ایک شرط یہ بھی تھی کہ قریش میں سے اگر کوئی شخص مسلمان ہو کر رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں آئے گا اور اپنے دین سے بے زار ہو کر مسلمانوں کے پاس آجائے گا اسے قریش کے پاس واپس کر دیا جائے گا اور مسلمانوں میں سے جو شخص اگر مرتد ہو کر قریش کی پناہ میں چلا جائے گا تو قریش اسے واپس نہیں بھیجیں گے۔ اس آخری شرط سے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو تعجب ہوا۔ (بخاری شریف)

ابھی یہ معاہدہ لکھا ہی جا رہا تھا کہ قریش کے وفد میں موجود سہیل کا بیٹا ابو جندل رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو کہ مسلمان ہو گئے تھے اور قریش نے ان کو قید میں ڈال رکھا تھا کسی طرح قید سے نکل کر بھاگے اور حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچ گئے، حضرت ابو جندل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کفار نے اسلام قبول کرنے کی پاداش میں شدید جسمانی تشدد کا نشانہ بنایا تھا اور ان کے جسم پر زخموں کے تازہ نشانات موجود تھے، انہوں نے اپنے زخموں کو دکھاتے ہوئے فریاد کی کہ مجھے ضرور اپنے ساتھ مدینہ منورہ لے چلیں۔ سہیل نے کہا کہ معاہدہ کے مطابق ابو جندل (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو ہمارے حوالے کیا جائے، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سہیل کو سمجھایا لیکن وہ راضی نہ ہوا۔ بالآخر حضرت ابو جندل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سہیل کے سپرد کر دیا گیا۔ سہیل وہیں سے ہی ابو جندل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مارتا ہوا مکہ مکرمہ کی طرف روانہ ہوا۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیتابی

اس تشدد اور حضرت ابو جندل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بے بسی دیکھ کر حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے رہا نہ گیا، حضور سرورِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! کیا آپ نبی برحق نہیں ہیں؟ ارشاد فرمایا، بے شک میں نبی برحق ہوں۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا، کیا ہم مسلمان نہیں ہیں؟ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، بے شک تم مسلمان ہو۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا، کیا وہ لوگ مشرک نہیں ہیں؟ رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، وہ ضرور مشرک ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا، پھر ہم دین کے معاملے میں اپنی ذِلت کیوں گوارہ کریں؟ ارشاد فرمایا، میں اللہ کا رسول ہوں اس کے حکم کی مخالفت اور بد عہدی نہیں کرسکتا، وہ مجھے ہرگز ذلیل نہ کرے گا۔ اس کے بعد ارشاد فرمایا، جب اس جماعت میں سے کوئی شخص ہمارے پاس آئے گا اور ہم اسے واپس کردیں گے تو اللہ تعالیٰ اس کیلئے کشادگی اور راستہ پیدا کردے گا اور جو شخص ہم سے اعراض کرے گا اور کفار کے پاس چلا جائے گا اس سے ہمیں کوئی فائدہ نہیں بلکہ وہ مشرکین کے ساتھ ہی رہنے کے زیادہ مناسب ہے، اس کے بعد جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا غصہ ٹھنڈا ہوا تو اپنی اس جرأت و گستاخی پر بہت پشیمان ہوئے اور زندگی بھر توبہ و استغفار کرتے اور غلام آزاد کرتے رہے۔ نفلی روزے رکھتے رہے اور خیرات کرتے رہے۔ (تاریخ طبری، تاریخ اسلام)

معاہدہ پر دستخط

صلح حدیبیہ ضبط تحریر میں لایا گیا اور اس پر مسلمانوں کی طرف سے اکابر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے دستخط ثبت کئے جن میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی شامل تھے۔ (تاریخ طبری)

فتح مبین

قریش کے ساتھ معاہدہ امن کے بعد حضور سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اواخر ذی قعدہ میں مدینہ منورہ کی طرف روانہ ہوئے۔ راستہ میں سورۂ فتح نازل ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے اسی صلح کو جسے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم ایک طرح کی شکست سمجھ رہے تھے، فتح مبین قرار دیا۔ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بلا کر فرمایا، آج مجھ پر ایسی سورت نازل ہوئی ہے جو مجھے دنیا کی تمام چیزوں سے زیادہ محبوب ہے۔ یہ ارشاد فرما کر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ آیاتِ مبارکہ پڑھیں:۔

اِنَّا فَتَحْنَا لَکَ فَتْحًا مُّبِیْنًا ۝ (پ ۲۶۔ سورۃ الفتح: ۱)

بیشک ہم نے تمہارے لئے روشن فتح فرمادی۔

(تاریخ طبری، تاریخ اسلام)

غزوہ خیبر

ہجرت کے ساتویں سال میں غزوہ خیبر وقوع پذیر ہوا۔ خیبر کے علاوہ مسلمانوں نے کفار کے تمام قلعے فتح کر لئے تھے۔ خیبر کا قلعہ قموص جس میں مشہور یہودی مرحب رہتا تھا کسی طرح فتح نہ ہوتا تھا۔ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پہلے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سپہ سالار بنا کر بھیجا مگر قلعہ فتح نہ ہوا۔ پھر حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قیادت میں لشکر کو روانہ فرمایا لیکن دو دِن کی لڑائی کے بعد قلعہ پر قبضہ نہ ہو سکا۔ اس پر حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کل مَیں ایسے شخص کو جھنڈا دوں گا جس کے ہاتھ پر اللہ تعالیٰ فتح فرمائے گا۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خواہش

حضور سرورِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اس فرمان پر بہت سے اکابر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے دل میں یہ خواہش پیدا ہوئی کہ شاید حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس خدمت پر مامور فرمائیں۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے سوائے اس دن کے کبھی بھی امارت کو پسند نہ کیا اور نہ ہی کبھی اس کی خواہش کی۔ لیکن قدرت نے یہ فخر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مقدر میں رکھا تھا اس لئے حضور سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بلا کر ان کو جھنڈا مرحمت فرمایا۔ (بخاری شریف، صحیح مسلم)

فتح خیبر

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مقابلے کیلئے مرحب نکلا تو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھوں قتل ہو گیا۔ اس کے بعد حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قیادت میں مسلمانوں نے قلعہ پر قبضہ کر لیا اور خیبر فتح ہو گیا۔ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خیبر کی زمین مجاہدین اسلام میں تقسیم فرمائی، چنانچہ زمین کا ایک ٹکڑا جس کا نام ثمغ تھا حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حصہ میں آیا۔ اس زمین کو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اللہ تعالیٰ کے راستے میں وَقف کر دیا۔ (صحیح مسلم شریف)

فتح مکہ

خیبر کی فتح کے بعد قریش نے حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ کیا ہوا معاہدہ حدیبیہ توڑ دیا مگر جلد ہی قریش کو احساس ہو گیا کہ انہوں نے بہت بڑی غلطی کر دی ہے۔ چنانچہ معاملے کی نزاکت کو محسوس کرتے ہوئے ابو سفیان (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) مدینہ منورہ میں حضور سرورِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے گفتگو کرنا چاہی۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کوئی جواب نہ دیا، چنانچہ وہ وہاں سے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس گیا اور کہا کہ تم میری طرف سے اس بارے میں گفتگو کرو۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب دیا کہ میں یہ کام نہیں کروں گا۔ پھر ابو سفیان (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس پہنچا اور آپ سے اس سلسلہ میں گفتگو کی۔ آپ نے بھی یہی جواب دیا اور فرمایا بھلا میں تمہارے لئے رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سفارش کروں گا؟ اللہ کی قسم! اگر مجھے معمولی سی قوت بھی مل جائے تو اس کے ذریعہ سے تمہارے خلاف جہاد کروں گا۔ اس پر ابو سفیان (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) مایوس ہو گئے۔ غرض کہ قریش کی عہد شکنی کے باعث رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دس ہزار صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے ہمراہ رمضان ۸ ھ میں مکہ مکرمہ میں داخل ہو گئے کسی طرف سے کوئی مزاحمت نہ ہوئی اور مکہ مکرمہ فتح ہو گیا۔

فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ابو سفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ

اس ضمن میں حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مرالظہر ان میں ڈیرہ ڈالے ہوئے تھے تو میں نے سوچا کہ قریش کی خیر ہو، واللہ! اس سے قبل کہ قریش خود رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے آکر ملیں اور آپ سے امن کی التجا کریں اگر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مکہ مکرمہ میں طاقت کے بل پر داخل ہوئے تو پھر قریش کی ہمیشہ کیلئے موت ہو جائیگی چنانچہ میں اس خیال سے نکلا کہ شاید کوئی مکہ مکرمہ کی طرف جاتا ہوا نظر آجائے اور وہ جاکر قریش کو خبر دار کر دے اور بتائے کہ ان کی بہتری اسی بات میں ہے کہ قریش خود نکل کر رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ملیں اور آپ سے امن کی درخواست کریں۔

حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں خچر پر بیٹھ کر یہی سوچتا ہوا چلا جا رہا تھا کہ اچانک میں نے ابو سفیان اور بدیل بن ورقا کو مصروفِ گفتگو پایا، ابو سفیان کہہ رہا تھا کہ میں نے کسی رات اس قسم کی روشن آگ اور اتنی بھاری فوج نہیں دیکھی۔ بدیل کہہ رہا تھا، بخدا! یہ بنی خزاعہ کے لوگ ہیں جو لڑنے کیلئے آپہنچے ہیں۔ ابو سفیان کہہ رہے تھے نہیں یہ لشکر بنی خزاعہ کا نہیں ہو سکتا ان کے پاس اتنی طاقت اور ایسی عزت کہاں؟ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے آواز سے پہچان لیا کہ ہو نہ ہو یہ ابو سفیان کی آواز ہے اور انہیں آواز دی، ابو حنظلہ! ابو سفیان (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے جواب میں پوچھا کیا ابو الفضل ہیں؟ میں نے کہا، ابو سفیان تمہارا برا ہو، لشکرِ اسلام آپہنچا ہے اور رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بھی ہمراہ ہیں اگر وہ اس بات میں کامیاب ہو گئے کہ مکہ مکرمہ میں طاقت کے زور پر داخل ہو جائیں تو پھر قریش پر قیامت گزر جائے گی۔ ابو سفیان (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے کہا پھر کیا صورت اختیار کی جائے؟ میں نے کہا، میرے پیچھے اس خچر پر سوار ہو جاؤ میں تمہیں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں لے چلتا ہوں اور تمہارے لئے امن کی درخواست کرتا ہوں۔ ابو سفیان (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سوار ہو گئے اور ان کے ساتھی واپس چلے گئے۔ میں چلا آرہا تھا جب بھی کسی مسلمان کی آگ کے نزدیک سے گزرتا تو مسلمان پوچھتے یہ کون ہے؟ پھر پہچان کر کہتے یہ تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے چچا ہیں۔ اسی طرح جب میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس سے گزرا تو انہوں نے پوچھا یہ کون ہے؟ اور کھڑے ہو کر میری طرف دیکھنے لگے۔ جب انہوں نے دیکھا کہ خچر کے پچھلے حصہ پر ابو سفیان (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) ہیں تو اپنی جگہ سے اُچھلے اور کہا، او دشمنِ خدا! اللہ کا شکر ہے کہ تو بغیر کسی عہد و پیمان کے میرے ہاتھ آگیا ہے یہ کہہ کر تلوار میان سے نکالی اور تیزی سے پیچھے روانہ ہوئے۔

اس تیزی سے حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی غرض یہ تھی کہ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پہلے حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مل کر ابوسفیان (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے قتل کی اجازت حاصل کر لیں۔ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مقصد کو سمجھ کر پوری قوت سے اپنے آپ کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس پہنچایا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فوری طور پر پہنچ کر کہا، یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! یہ ابوسفیان ہے جو بغیر ایمان اور امان کے ہاتھ آیا ہے، اجازت دیجئے کہ میں اس کا سر اُڑا دوں۔ میں نے عرض کیا، یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! میں نے ابوسفیان کو پناہ دے دی ہے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ آگے بڑھے تاکہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے کان میں بات کریں۔ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آگے بڑھ کر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سر مبارک کو اپنی بغل میں لے لیا اور کہا آج رات کوئی شخص بھی ہم میں سے ان سے سرگوشی نہیں کرے گا۔

پھر جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ابوسفیان (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے قتل پر بہت زیادہ اصرار کیا تو حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا، اللہ کی قسم! اگر ابوسفیان بن عدی بن کعب میں سے ہوتے تو تم یہ سب کچھ نہ کہتے لیکن تم نے سمجھ لیا ہے کہ یہ بنو عبد مناف کے لوگوں میں سے ہیں۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا، اے عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایسا مت کہو، اللہ کی قسم! جس دن آپ اسلام لائے ہیں اور مسلمان ہوئے ہیں تو مجھے آپ کا اسلام لانا زیادہ پسند آیا اپنے باپ خطاب کے اسلام لانے کی صورت سے بھی زیادہ، اس کے بعد ابوسفیان اور حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مابین بات چیت ہوئی۔ جس کے نتیجہ میں اور حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے رغبت دلانے پر حضرت ابوسفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسلام قبول کر لیا۔ (تاریخ اسلام)

بیعت

حضور سرورِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب فاتح کی حیثیت سے مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے تو کعبہ کے اندر سے تمام بت باہر پھنکوا دیئے۔ پھر بیت اللہ میں داخل ہو کر نمازِ چاشت ادا فرمائی، اس کے بعد بیت اللہ کے دروازہ پر کھڑے ہو کر ایک تاریخی خطبہ ارشاد فرمایا۔ اس کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ساتھ لے کر کوہِ صفا پر تشریف فرما ہوئے اور لوگوں سے اللہ اور رسول کی اطاعت کی بیعت لینے لگے۔ مردوں کی بیعت سے فارغ ہونے کے بعد حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو عورتوں سے بیعت لینے پر مامور فرمایا۔ (تاریخ اسلام)

غزوہ حنین

حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مکہ مکرمہ فتح کرلیا اور ابھی چند دن ہی مکہ مکرمہ میں قیام فرمایا تھا کہ ہوازن اور ثقیف کے قبائل نے مسلمانوں پر حملہ کرنے کیلئے ایک بہت بڑا لشکر تیار کرلیا۔ اس اطلاع پر حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ۶ شوال ۸ ھ کو حنین کی طرف متوجہ ہوئے۔ حنین کے مقام پر ہونے والی لڑائی کو غزوہ حنین کہا جاتا ہے۔ اس غزوہ میں لڑائی کے دوران ایک مرتبہ ایسی صورت حال پیش آئی کہ مسلمانوں کے قدم اکھڑ گئے۔ حضور سرورِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ہمراہ سوائے چند صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے کوئی بھی ثابت قدم نہ رہا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ثابت قدم رہنے والوں میں شامل تھے۔ (تاریخ طبری)

غزوہ طائف

غزوہ حنین میں شکست کھانے کے بعد بنو ثقیف اور قبیلہ ہوازن کے مشرکین کی ایک جماعت طائف میں جاکر قلعہ بند ہوگئی۔ جب رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اس صورتحال کا علم ہوا تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس قلعہ کو فتح کرنے کا مصمم ارادہ کرلیا اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے ہمراہ ۱۳ شوال ۸ ھ کو طائف کا محاصرہ کرلیا جو کہ اٹھارہ دن تک جاری رہا۔ (سیرت ابن ہشام)

روایات میں آتا ہے کہ حضرت عثمان مظعون رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیوی نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کہا، یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! اگر اللہ تعالیٰ آپ کو طائف فتح کرادے تو بادیہ بنت غیلان یا فارعہ بنت عقیل کے زیورات مجھے عنایت فرمادیجئے گا۔ (ثقیف کی عورتوں میں سے ان دونوں کے پاس سب سے زیادہ زیورات تھے) رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیوی خویلہ سے فرمایا، اگر مجھے ثقیف سے جنگ کرنے کی اجازت ہی نہ دی گئی؟ خویلہ نے اس بات کا ذکر حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کیا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! خویلہ نے مجھ سے کیا بات بیان کی ہے؟

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بے شک میں نے یہ بات کہی ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پوچھا، یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! کیا بنی ثقیف سے جنگ کرنے کے سلسلہ میں ابھی آپ کو اجازت نہیں دی گئی؟ ارشاد فرمایا، نہیں۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا تو کیا میں لوگوں میں روانگی کا اعلان کردوں۔ ارشاد فرمایا، اعلان کردو۔ چنانچہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کوچ کا اعلان کردیا۔

غزوہ تبوک

۹ھ میں حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اطلاع ملی کہ رومی مسلمانوں پر حملے کی تیاریاں کر رہے ہیں، چنانچہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تیس ہزار صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا لشکر تیار کر کے مدینہ منورہ میں حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنا نائب مقرر فرمایا اور اواخر رجب ۹ھ میں شام کی طرف روانہ ہوئے اور تبوک کے مقام پر پڑاؤ ڈالا۔ چند دِنوں تک پڑاؤ کرنے کے بعد معلوم ہوا کہ رومی لشکر کے بارے میں جو کچھ سنا تھا اس میں کوئی حرکت نہیں ہوئی۔ چنانچہ رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مہاجرین وانصار کے اشراف سے اس معاملہ میں گفتگو فرمائی۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مشورہ دیتے ہوئے عرض کیا، یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! رومی بادشاہ کے پاس بے شمار لشکر ہے اور سامانِ جنگ بھی بہت زیادہ ہے جبکہ لشکرِ اسلام کی حالت کا اندازہ آپ کو خوب ہے، لیکن لشکرِ اسلام کی شوکت وہیبت کی شہرت ان ممالک میں ہوگئی ہے اور آپ کا رعب ودبدبہ ان کے دلوں پر طاری ہوگیا ہے۔ اگر اس سال واپس جا کر آئندہ سال اس مقصد کیلئے آئیں تو زیادہ مناسب اور بہتر دکھائی دیتا ہے۔ رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مشورہ کو دُرست قرار دیا۔

حجۃ الوداع

اگلے برس یعنی ۱۰ھ میں حضور سرورِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حجۃ الوداع کی ادائیگی کیلئے مکہ مکرمہ تشریف لے گئے، حج کے اس سفر میں دیگر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی طرح حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی ساتھ تھے۔

رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا وصال اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ردِ عمل

حضور سرکارِ دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بروز پیر ۱۲/ربیع الاوّل ۱۱ ھ کو وصال فرما گئے۔ رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وصال مبارک کی خبر سن کر حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس قدر خود رفتہ ہوئے کہ مسجد نبوی میں جاکر بلند آواز سے فرمایا، منافقین کے چند لوگ یہ گمان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وصال فرما گئے ہیں حالانکہ ان کا انتقال نہیں ہوا وہ اپنے پروردگار کے پاس اس طرح گئے ہیں جس طرح موسیٰ علیہ السلام گئے تھے وہ ضرور واپس آئیں گے اور (ایسی بات کہنے والے) لوگوں کے ہاتھ اور پاؤں کاٹیں گے۔

اس کے بعد حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ آئے اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سمجھاتے ہوئے فرمایا، عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)! سہولت سے کام لو۔ خاموشی اختیار کرو۔ لیکن حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کی بات نہ مانی، چنانچہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو چھوڑ کر لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے اور اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء کے بعد ایک خطبہ ارشاد فرمایا، پھر یہ آیت مبارک تلاوت فرمائی:۔

وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ ۚ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ؕ اَفَاۡئِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ ؕ وَمَنْ يَّنْقَلِبْ عَلٰى عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَّضُرَّ اللّٰهَ شَيْـًٔا ؕ وَسَيَجْزِى اللّٰهُ الشّٰكِرِيْنَ ۝ (پ۴۔ سورۂ آل عمران: ۱۴۴)

اور محمد تو ایک رسول ہیں ان سے پہلے اور رسول ہو چکے تو کیا اگر وہ انتقال فرمائیں یا شہید ہوں تو تم اُلٹے پاؤں پھر جاؤ گے اور جو اُلٹے پاؤں پھرے گا اللہ کا کچھ نقصان نہ کرے گا اور عنقریب اللہ شکر والوں کو صلہ دے گا۔

اس آیتِ مبارکہ کے بارے میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ کی قسم! یہ وہ آیت ہے کہ میں نے ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ہی تلاوت کرتے ہوئے سنا اور پھر مجھ پر اس وقت دہشت طاری ہوئی کہ میرے قدم زمین پر نہیں جمتے تھے اور میں نے سمجھ لیا کہ رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وصال فرما گئے ہیں۔ (سیرت ابن ہشام)

خلافت

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وصال مبارک کے بعد اواخر جمادی الثانی ۱۳ھ کو خلافت کی ذمہ داریاں سنبھالیں، جس دن حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کیلئے تحریر لکھوائی اور مسلمانوں کو اس بارے میں آگاہ کیا وہ خلیفہ اوّل حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس دنیاوی زندگی کا آخری دن تھا۔ وصال سے قبل حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس معاملہ پر جلیل القدر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے مشورہ بھی کیا۔ حضرت عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مشورہ دیتے ہوئے فرمایا کہ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قابلیت میں تو کوئی شبہ نہیں مگر ان کے مزاج میں سختی زیادہ ہے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ ان کی سختی کا سبب صرف یہ ہے کہ میں نرم طبیعت رکھتا تھا۔ جب کام اُنہی پر آن پڑے گا تو وہ خود بخود نرم دل ہو جائیں گے۔ اس کے بعد حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بلا کر ان سے بھی اس بارے میں مشورہ طلب کیا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ میں تو صرف یہ کہہ سکتا ہوں کہ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا باطن ظاہر سے اچھا ہے اور ہم میں سے کوئی ان کے مرتبہ کا نہیں ہے۔ اس کے بعد حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا گیا تو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی وہی جواب دیا جو حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دیا۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کے مشوروں کی اطلاعات دیگر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم تک بھی پہنچیں، چنانچہ مشورے ہو ہی رہے تھے کہ حضرت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تشریف لے آئے اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا کہ آپ کے موجود ہوتے ہوئے عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا) ہم لوگوں کے ساتھ کیا سلوک تھا؟ اب جب وہ خلیفہ ہوں گے تو پتا نہیں کیا کریں گے۔ آپ (خوب اچھی طرح) سوچ لیں کہ اللہ تعالیٰ کو (اس بارے میں) کیا جواب دیں گے۔ یہ سن کر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا، میں اللہ تعالیٰ کو جواب دوں گا کہ میں نے تیرے بندوں پر تیرے بندوں میں سے بہترین شخص کو خلیفہ مقرر کیا ہے۔ یہ سن کر حضرت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ خاموش ہو گئے۔ یہ فرمانے کے بعد حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کے بارے میں وصیت نامہ لکھنے کا حکم دیا۔

(تاریخ اسلام)

فتوحات

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب خلافت کی ذمہ داری سنبھالی، تو سب سے پہلے فوجی معاملات اور عراق کی مہم کی طرف اپنی توجہ مبذول فرمائی۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو افواج شام کے کمانڈر انچیف کے عہدہ سے ہٹا کر ان کی جگہ حضرت ابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کمانڈر انچیف بنا دیا۔

دور اندیش مورخین کا کہنا ہے کہ چونکہ ہر ایک معرکہ میں حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فتح و نصرت حاصل ہوتی تھی اس لئے لوگوں کے دلوں میں یہ خیال پیدا ہو سکتا تھا کہ مسلمانوں کو تمام فتوحات حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کمان کی وجہ سے حاصل ہوتی ہیں۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تبدیل کر کے گویا اس بات کا اعلان کیا کہ مسلمانوں کی کامیابی کا دار و مدار فقط کسی شخص پر منحصر نہیں ہے بلکہ یہ تو قدرتِ الٰہی اور دینِ اسلام کی برکات کا فیضان ہے۔

علاوہ ازیں حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت مثنیٰ بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھی افواج عراق کی سپہ سالاری سے الگ کر کے ان کو حضرت ابو عبیدہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ماتحتی میں دے دیا چونکہ مثنیٰ بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھوں میں مسلمانوں کو بہت سے معرکوں میں کامیابیاں حاصل ہوئی تھیں اور ان کی تبدیلی کے پس پشت بھی یہی فلسفہ کار فرما تھا کہ مسلمان فتوحات اور کامیابیوں کو ان کی قیادت کا مرہونِ منت نہ خیال کریں۔

عراق کی مہم

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب خلافت کی ذمہ داریاں سنبھالیں تو ہر طرف سے مسلمان آپ کی خدمت میں بیعت کیلئے حاضر ہونا شروع ہو گئے۔ تین دن تک تو لوگوں کا بہت زیادہ ہجوم رہا اس موقع کو مناسب و موزوں سمجھتے ہوئے حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مجمع عام میں جہاد کیلئے وعظ فرمایا، لوگوں کو اس بات کا علم ہو چکا تھا کہ آپ نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ان کے عہدے سے الگ کر دیا ہے اس لئے عام لوگوں کا یہ خیال تھا کہ عراق سلطنت فارس کا پایہ تخت ہے اور وہ خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بغیر فتح نہیں ہو سکتا۔ اس لئے لوگوں کی طرف سے آپ کے وعظ کے جواب میں خاموشی رہی۔

تین دن تک روزانہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس موضوع پر وعظ کرتے رہے مگر کوئی نتیجہ بر آمد نہ ہوا۔ جب چوتھا دن ہوا تو نہایت پُر جوش خطاب فرمایا، سننے والوں کے دل دہل گئے۔ اس وقت حضرت مثنیٰ بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اُٹھ کر کہا، مسلمانو! میں نے مجوسیوں سے مقابلہ کر کے دیکھ لیا ہے وہ میدان میں ثابت قدم رہنے والے نہیں ہیں اور پھر ہم نے عراق کے بڑے بڑے اضلاع کو فتح کر لیا ہے اور اہل عجم ہماری جرأت کو مان گئے ہیں۔

ابو عبیدہ کی تقرری

جس وقت یہ باتیں ہو رہی تھیں حاضرین میں قبیلہ ثقیف کے مشہور سردار حضرت ابو عبیدہ ثقفی بھی موجود تھے۔ جذبہٗ جہاد سے سرشار ہو کر جوش میں اُٹھے اور با آواز بلند کہا اس کام کیلئے میں حاضر ہوں۔ حضرت ابوعبیدہ ثقفی کی اس جرأت و ہمت کو دیکھ کر تمام حاضرین میں جوش پیدا ہو گیا اور پھر ہر طرف سے آوازیں آنے لگیں کہ ہم بھی حاضر ہیں۔ اس صورت حال کو دیکھ کر حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مدینہ منورہ اور دیگر مضافات سے ایک ہزار جبکہ دوسری روایت کے مطابق پانچ ہزار مسلمانوں کو منتخب کر کے ان کا سپہ سالار حضرت ابوعبیدہ ثقفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بنایا اور عراق کی مہم پر روانہ کر دیا۔

جنگی تیاریاں

دوسری طرف اہل فارس نے رستم کو اپنا وزیر دفاع مقرر کر لیا جو کہ نہایت دلیر اور بہادر تھا اور جنگی معاملات میں خصوصی مہارت رکھتا تھا۔ رستم نے جب اسلامی فوج کی آمد کی خبر سنی تو اس نے حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پہنچنے سے پہلے ہی ایسا طریقہ کار اختیار کیا کہ عراق کے وہ اضلاع جو مسلمان فتح کر چکے تھے۔ ان اضلاع میں اپنے ہرکارے دوڑا کر لوگوں میں مذہبی جوش و جذبے کو بیدار کر دیا جس سے مسلمانوں کے خلاف لوگوں نے بغاوت کر دی اور مسلمانوں کے قبضہ میں آئے ہوئے علاقے ان کے ہاتھ سے نکل گئے۔ اس حکمتِ عملی کی کامیابی کے ساتھ ہی رستم کی مدد کیلئے شاہی خاندان نے ایک نہایت تجربہ کار جرنیل نرسی کو ایک لشکر کے ساتھ روانہ کیا۔ نرسی کسریٰ کا خالہ زاد بھائی تھا۔ علاوہ ازیں ایک اور لشکر جرار جابان نامی رئیس کی قیادت میں فرات کی طرف روانہ کیا جس نے مقام نمارق میں پہنچ کر پڑاؤ ڈالا۔ اس دوران حضرت ابو عبیدہ اور حضرت مثنیٰ بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما حیرہ تک پہنچ چکے تھے۔ ان کو دشمن کی جنگی تیاریوں کے بارے میں اطلاعات ملیں۔

پہلا معرکہ

حضرت مثنیٰ بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے لشکر کے ہمراہ مقام خفان کی طرف بڑھے اور وہاں پر پڑاؤ ڈال لیا اسی اثناء میں حضرت ابو عبیدہ ثقفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی اپنے لشکر کے ساتھ آ پہنچے، دونوں اسلامی لشکر اس مقام پر اِکٹھے ہو گئے، حضرت ابو عبیدہ بن مسعود ثقفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حکمتِ عملی سے کام لیتے ہوئے تمام فوج کی کمان اپنے ہاتھ میں لے لی اور حضرت مثنیٰ بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سواروں کی سرداری سپرد کر کے مقام خفان میں ہی چھوڑا اور خود پیش قدمی کرتے ہوئے نمارق میں جابان کے لشکر پر حملہ آور ہوئے۔ زبردست معرکہ ہوا۔ ایرانی میدان چھوڑ کر بھاگ نکلے۔ ایرانی لشکر کا سپہ سالار جابان ایک مسلمان مطر بن فضہ ربیعی کے ہاتھوں گرفتار ہو گیا۔ مطر بن فضہ ربیعی جابان کو پہچانتا نہ تھا۔ جابان نے چالاکی سے کام لیتے ہوئے اس سے کہا کہ میں بوڑھا آدمی ہوں تمہارے کس کام کا ہوں، مجھے چھوڑ دو اس کے عوض میں تمہیں دو قیمتی غلام دوں گا، تم مجھے امان دے دو، مطر بن فضہ ربیعی نے جابان کو امان دے کر چھوڑ دیا۔ بعد میں معلوم ہوا کہ وہ جابان ہے۔ لوگوں نے شور مچایا تو حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا جب ایک مسلمان نے اس کو امان دے دی ہے تو اب اس کے خلاف عمل کرنا کسی مسلمان کیلئے جائز نہیں ہو سکتا۔ یہ کہہ کر جابان کو حفاظت کے ساتھ میدانِ جنگ سے رُخصت کر دیا۔

خونریز معرکہ

ایرانیوں کی شکست کی خبر نے ایرانی دربار میں ہلچل مچا دی۔ رستم نے فوری طور پر بہمن جادویہ کو تین ہزار فوج اور تین سو جنگی ہاتھیوں کے علاوہ دیگر جنگی ساز و سامان سے لیس کر کے مسلمانوں سے مقابلے کیلئے روانہ کیا۔ بہمن جادویہ اس عظیم الشان لشکر کو لے کر مدائن سے روانہ ہوا۔ راستے سے گزرتے ہوئے لوگوں کو عربوں کے مقابلے پر آمادہ کرتے ہوئے اپنے ساتھ ملاتا رہا۔ اس طرح اس کی فوج کی تعداد میں بہت زیادہ اضافہ ہو گیا۔ اس نے دریائے فرات کے کنارے مقام قسناطف میں پڑاؤ ڈالا۔ دوسری طرف حضرت ابو عبیدہ ثقفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی دریائے فرات کے مشرقی کنارے مقام روحہ پر آکر ٹھہرے۔ درمیان میں دریائے فرات حائل تھا۔ چند دِنوں تک دونوں طرف سے خاموشی طاری رہی پھر فریقین نے باہمی رضامندی سے دریائے فرات پر پل تیار کیا۔ اس کے بعد بہمن نے کہلا بھیجا کہ یا تم اس پار اتر کر آؤ یا ہم آئیں۔ لشکرِ اسلام کے تمام سرداروں نے حضرت ابو عبیدہ ثقفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مشورہ دیا کہ ہمیں اسی طرف ہی رہنا چاہئے اور اہلِ فارس کو بلانا چاہئے مگر حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ مشورہ نہ مانا کہ یہ بہادری نہیں ہے ہم خود دوسری طرف جائیں گے۔ چنانچہ اسلامی لشکر دریائے فرات پار کر کے دوسری طرف صف آراستہ ہو گیا۔

ایرانیوں نے اپنی فوج کی صف بندی اس طرح کی کہ انہوں نے سب سے آگے دیو ہیکل ہاتھیوں کی صف رکھی اور ان پر تیر اندازوں کو بٹھا دیا، جنہوں نے مسلمانوں پر تیر اندازی شروع کر دی۔ مسلمانوں کے گھوڑوں نے اس سے قبل ہاتھی نہ دیکھے تھے اس لئے جب اسلامی لشکر حملہ آور ہونے کو آگے بڑھا تو گھوڑے ہاتھیوں کو دیکھ کر بدک اُٹھے اور بے قابو ہو کر ادھر ادھر بھاگنا شروع ہو گئے۔ اس صورت حال میں حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حکم دیا کہ گھوڑوں سے کود پڑو اور ہاتھیوں کی سونڈوں کو تلواروں سے کاٹ دو، سپہ سالار کے حکم پر مسلمانوں نے ایسا ہی کیا مگر ہاتھی جس طرف رُخ کرتے تھے مسلمانوں کو اپنے پاؤں تلے روندھ ڈالتے تھے۔ خود حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کئی ہاتھیوں پر حملہ کر کے چابکدستی سے ان کی سونڈیں کاٹیں اور پھر ہاتھیوں کے اگلے پاؤں پر تلوار کے وار کر کے ان کو زمین بوس کیا اور ان کے سواروں کو موت کے گھاٹ اُتارا۔

حضرت ابو عبیدہ ثقفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جرأت، دلیری، شجاعت اور بے جگری سے مقابلہ کر رہے تھے اور حملہ آور ہو رہے تھے کہ اچانک آپ نے ایک بہت بڑا ہاتھی دیکھا جو ان سب ہاتھیوں کا سردار تھا اس پر حملہ آور ہونے کیلئے آگے بڑھے اس کی سونڈ پر تلوار کا زبردست وار کیا سونڈ کٹ کر گر گئی مگر اس کے ساتھ ہی ہاتھی آپ پر چڑھ دوڑا اور زمین پر گرا دیا۔ سینے پر پاؤں رکھ دیا جس تمام ہڈیاں ٹوٹ گئیں اور حضرت ابو عبیدہ ثقفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ شہید ہو گئے۔ ان کی شہادت کے بعد ان کے بھائی حکم نے عَلَم اپنے ہاتھ میں لے لیا اور ہاتھی پر حملہ آور ہوئے۔ ہاتھی نے ان کو بھی پاؤں تلے روندھ کر شہید کر دیا۔ اس طرح حضرت ابو عبیدہ ثقفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خاندان کے سات افراد نے یکے بعد دیگرے عَلَم ہاتھ میں لے جا کر جامِ شہادت نوش کیا۔

اسلامی لشکر میں شامل سرکردہ افراد شہادت کے رُتبے پر فائز ہو چکے تھے۔ مسلمانوں کیلئے صورتحال خاصی خراب تھی۔ حضرت مثنیٰ بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس موقع پر علم اپنے ہاتھ میں لے لیا لیکن اسلامی لشکر کی بہت بڑی تعداد ہاتھیوں کے حملے سے بچنے کیلئے راہِ فرار اختیار کرنے پر مجبور ہو گئی۔ ان فرار ہونے والوں کو روکنے کیلئے ایک مسلمان بہادر عبداللہ بن مرثد ثقفی نے دوڑ کر پل کے تختے توڑ دیئے اور رسے کاٹ دیئے۔ مگر بھاگنے والوں پر بدحواسی طاری تھی ان کو جب پل کی جانب سے رستہ نہ ملا تو دریا میں چھلانگیں لگا دیں اور پانی کی نذر ہونے لگے۔ اس پر حضرت مثنیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دوبارہ پل بندھوا دیا اور سواروں کا ایک دستہ فوری طور پر بھیجا کہ جو دریا کے پار جانا چاہے وہ اطمینان سے پل کے ذریعے جائے اور اس کے بعد حضرت مثنیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بچی کھچی اسلامی فوج کو جمع کیا اور بڑی بہادری اور بے جگری سے ایرانیوں کے حملے کا مقابلہ کیا، اس دوران مسلمان آسانی سے پل پار کر کے دوسری طرف چلے گئے۔ حضرت مثنیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس ثابت قدمی کا مظاہرہ کیا کہ ایرانیوں کے بڑھتے ہوئے قدم رُک گئے اس کے بعد حضرت مثنیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی حکمتِ عملی سے کام لیتے ہوئے اپنے ساتھیوں کے ساتھ پل پار کر گئے۔

اس خونریز معرکہ میں نو ہزار مسلمانوں میں سے چھ ہزار مسلمان شہید ہوئے۔ جن میں بعض صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم تھے جبکہ دشمن کے بھی چھ ہزار سپاہی ہلاک ہوئے۔ اس معرکہ میں مسلمانوں کو ہزیمت کا سامنا کرنا پڑا۔

معرکہ بویب

مسلمانوں کی ہزیمت اور کثیر تعداد میں جانی نقصان سے حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ بہت غضبناک ہوئے اور ایرانیوں کے مقابلے کیلئے خصوصی تیاری شروع کردی۔ اس مقصد کیلئے آپ نے تمام عرب قبائل میں قاصد روانہ کئے اور عربوں کو ایرانیوں سے لڑنے کی ترغیب دی۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بہت سے قبائل حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوگئے۔ قبیلہ نمرو تغلب کے عرب عیسائی سرداروں نے بھی اپنے قبائل کے ساتھ اسلامی لشکر میں شمولیت کی خواہش کا اظہار کیا اور کہا کہ آج عرب وعجم کا مقابلہ ہے اس لئے ہم بھی اپنی قوم کے ساتھ مل کر عجم سے لڑیں گے۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک لشکر جرار تیار کرکے حضرت جریر بجلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قیادت میں روانہ کردیا جبکہ حضرت مثنیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی سرحد کے عربی قبائل کو جوش دلا کر ایک عظیم لشکر تیار کرلیا تھا، ایرانیوں نے مسلمانوں کی ان تیاریوں سے باخبر ہوکر اپنی سپیشل فوج کے گروپ سے بارہ ہزار بہترین جنگجو منتخب کئے اور ان کو مہران بن مہرویہ کی کمان میں دے کر ایرانی فوج کی کمک کیلئے روانہ کیا۔ حضرت مثنیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی تمام افواج کو جمع کرکے دریائے فرات کے کنارے مقام بویب پر مقیم ہوئے۔ جبکہ مہران فرات کے دوسری طرف آکر ٹھہرا۔ اسلامی لشکر نے اپنی صفیں ترتیب دینا شروع کیں۔ مہران اپنے لاؤلشکر کے ہمراہ جنگ کرنے کی غرض سے فرات کے پار اس میدان میں اترا جہاں اسلامی لشکری صفیں آراستہ کئے کھڑے تھے۔ ایرانیوں نے اپنی فوج کی صفیں دُرست کرنے کے بعد اسلامی لشکر پر حملہ کردیا۔ طرفین میں خوب زبردست لڑائی ہوئی۔ مسلمان بڑی بے جگری اور ثابت قدمی سے لڑے اس گھمسان کی جنگ میں جہاں اسلامی لشکر کے بہت سے مسلمانوں نے جام شہادت نوش کیا وہاں پر حضرت مثنیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بھائی مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی شہید ہوگئے۔

مسلمانوں کی فتح

ایرانیوں کے قدم اکھڑ چکے تھے اور وہ بھاگنے پر مجبور ہو گئے۔ حضرت مثنیٰ بن حارثہ نے ایرانیوں کے فرار کو روکنے کیلئے پل کے رسے کاٹ دیئے اور تختے توڑ دیئے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ایرانی دریا کو آسانی سے عبور نہ کر سکے۔ بہت سے دریا میں غرق ہو گئے اور لاتعداد اسلامی لشکر کے ہاتھوں میدانِ جنگ میں قتل ہو گئے۔ ایرانیوں کا سپہ سالار مہران بنو تغلب کے ایک نوجوان کے ہاتھوں مارا گیا۔ مہران کے قتل پر میدان مکمل طور پر مسلمانوں کے ہاتھ آ گیا۔ ابن خلدون کا کہنا ہے کہ ایرانیوں کے تقریباً ایک لاکھ افراد اس جنگ میں مارے گئے۔ جبکہ اسلامی لشکر سے صرف ایک سو افراد کام آئے۔ اس کے بعد مسلمانوں نے سودا سے دجلہ تک کا تمام علاقہ اپنے قبضہ میں لے لیا۔ مسلمانوں کی دھاگ ایرانیوں کے دلوں پر بیٹھ گئی۔

ایرانیوں کی تیاریاں

ایرانیوں کی زبردست شکست اور عظیم جانی نقصان کی خبر نے ایرانی سلطنت کے زعماء کو ہلا کر رکھ دیا تھا اور مسلمان عراق کے تقریباً سبھی علاقوں میں پھیل چکے تھے۔ حیرہ کے مقام سے تھوڑے ہی فاصلے پر جہاں آج بغداد شہر آباد ہے۔ اس زمانے میں بہت بڑا بازار لگا کرتا تھا۔ حضرت مثنیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس بازار پر چڑھائی کر دی۔ بازاری اپنی جان بچا کر فرار ہو گئے۔ بے شمار دولت مسلمانوں کے قبضہ میں آ گئی۔ اس خبر نے ایرانی قوم کو مزید سیخ پا کر دیا اور وہ کہنے لگے کہ عورت کی حکومت اور آپس کے اختلافات کا یہی نتیجہ ہوتا ہے۔ چنانچہ تمام روساء ملک اور امرائے دربار نے پوران دخت کو معزول کر کے شاہی خاندان کے ایک نوجوان یزدگرد کو تخت سلطنت پر بٹھا دیا۔ اس کے بعد دربار شاہی میں دو مشہور سردار رستم اور فیروز جو کہ بڑے اثر و رسوخ والے تھے مگر آپس میں ایک دوسرے کے شدید مخالف تھے کے مابین صلح کرا دی۔ تخت نشینی کے وقت یزدگرد کی عمر سولہ برس تھی۔ علامہ طبری کی روایت کے مطابق اکیس برس تھی۔ یزدگرد کے تخت نشین ہونے کے بعد تمام اعیان واکابرین سلطنت نے باہم متفق و متحد ہو کر کام کرنے کا تہیہ کیا اور اپنی باہمی رنجشوں اور رقابتوں کو بھلا دیا، تمام قلعے اور فوجی چھاؤنیاں مضبوط کر دی گئیں۔ جن علاقوں کو مسلمانوں نے فتح کر لیا تھا ایرانیوں نے ان میں مسلمانوں کے خلاف بغاوت پھیلانے کیلئے حکمتِ عملی ترتیب دی اور اس طرح کے انتظامات و تیاریاں کیں کہ سلطنت ایران ایک مضبوط قوت کے طور پر دکھائی دینے لگی، ایرانیوں کی اس مضبوطی اور تیاریوں سے حوصلہ پا کر مسلمانوں کے مفتوحہ علاقے باغی ہو گئے اور پھر سے ایرانیوں کے دائرہ اختیار میں آ گئے۔

حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تقرری

ایرانیوں کی تیاریوں کی خبر سن کر حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت مثنیٰ بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ پیغام بھیجا کہ ربیعہ اور مضر کے وہ قبائل جو عراق اور مدینہ منورہ کے درمیان نصف راستے سے دوسری طرف آباد ہیں اپنے پاس طلب کر کے تمام فوج کو ایک ہی جھنڈے کے نیچے جمع کرلو اور فوری طور پر عرب کی سرحد کی طرف اِکٹھے ہو جاؤ۔ اس کے ساتھ ہی آپ نے اطراف وجوانب میں احکامات بھیج کر مسلمانوں کو جہاد فی سبیل اللہ کیلئے طلب کرلیا اور بذاتِ خود اسلامی فوج کی کمان کرتے ہوئے ایرانیوں پر چڑھائی کرنے کا مصمم ارادہ کرلیا اور تمام تیاریاں اس سلسلہ میں مکمل کرلیں مگر جب روانگی کا وقت آیا تو جید اور اکابر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم جن میں حضرت عثمان غنی، حضرت علی اور حضرت عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہم شامل تھے آپ کا بذاتِ خود سپہ سالار بن کر جانا مناسب نہ سمجھا اور آپ کو اس بارے میں مفید مشورے دیئے۔ چنانچہ حضرت عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تجویز پر کثرت رائے سے اتفاق کرتے ہوئے حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جو بڑے جلیل القدر صحابی اور رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ماموں تھے اسلامی فوج کا سپہ سالار مقرر کر کے عراق کی مہم پر روانہ کر دیا۔

حضرت مثنیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا انتقال

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ مدینہ منورہ سے روانہ ہو کر مقام سیراف کی طرف بڑھے جہاں پر حضرت مثنیٰ بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ آٹھ ہزار کے لشکر کے ساتھ کمک کا انتظار کر رہے تھے۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سیراف پہنچ کر پڑاؤ کیا اسی اثناء میں حضرت مثنیٰ بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ انتقال فرما گئے اور ان کے بھائی حضرت معنیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملے اور حضرت مثنیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انتقال سے قبل جو ضروری ہدایات اور مشورے دیئے تھے، بیان کئے۔

خلیفہ کا حکم

سیراف کے مقام پر حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسلامی فوج کا جائزہ لیا تو بیس اور تیس ہزار کے درمیان تعداد تھی ان میں تقریباً ستر صحابہ کرام وہ تھے جو سرکارِ دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ غزوہ بدر میں شریک تھے۔ جبکہ تین سو صحابہ کرام وہ تھے جنہیں بیعت رضوان کا شرف حاصل ہو چکا تھا، علاوہ ازیں اسی قدر وہ بزرگ تھے جو فتح مکہ کے موقع پر موجود تھے۔ اور سات سو ایسے تھے جو خود تو صحابی نہ تھے لیکن صحابی کی اولاد ہونے کا شرف ان کو حاصل تھا۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فوج کے پڑاؤ اور ارد گرد کے علاقوں کے تمام مفصل حالات لکھ کر فوری طور پر دربارِ خلافت میں بھیجے۔ اس کے جواب میں ان کے نام حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ فرمان پہنچا کہ سیراف سے قادسیہ کی طرف بڑھو اور قادسیہ کو میدانِ جنگ بناتے ہوئے اس طرح اپنی فوج کے مورچے قائم کئے جائیں کہ فارس کی سرزمین سامنے ہو اور تمہارے عقب میں عرب کے پہاڑ ہوں۔

قادسیہ میں پڑاؤ

امیر المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حکم کے موافق حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سیراف سے روانہ ہوئے اور قادسیہ کی طرف بڑھے جو کہ کوفہ سے تقریباً ساٹھ کلومیٹر کے فاصلے پر واقع تھا راستے میں مقام غدیب پر پہنچے جہاں ایرانیوں کا ایک اسلحہ ڈپو تھا اس پر قبضہ کرتے ہوئے قادسیہ پہنچے اور قادسیہ کے میدان میں پڑاؤ ڈالا، تقریباً دو ماہ تک ایرانیوں کا انتظار کرنا پڑا۔

سفیروں کی روانگی

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تمام صورتحال لکھ کر امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں بھیج دی۔ دربارِ خلافت سے جواب آیا کہ ایرانیوں نے مسلمانوں کے مقابلے کیلئے جو بھرپور جنگی تیاریاں کر رکھی ہیں اور کثرت سے فوج اور ساز و سامان اِکٹھا کرلیا ہے، اس کو دیکھ کر ہرگز خائف و پریشان نہ ہونا بلکہ اللہ تعالیٰ پر بھروسہ رکھو اور اللہ تعالیٰ ہی سے مدد طلب کرو اور لڑائی سے پہلے چند آدمیوں کو سفیر کے طور پر شاہ فارس کے پاس بھیجو تاکہ وہ دربار ایران میں جاکر دعوتِ اسلام کا فریضہ ادا کریں اس حکم کے موافق حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لشکرِ اسلام میں سے مندرجہ ذیل افراد کو سفارت کیلئے منتخب کیا۔

"حضرت نعمان بن مقرن، حضرت قیس بن زرارہ، حضرت اشعث بن قیس، حضرت فرات بن حبان، حضرت عاصم بن عمر، حضرت عمرو بن معدی کرب، حضرت مغیرہ بن شعبہ، حضرت مغنی بن حارثہ، حضرت عطارد بن حاجب، حضرت بشیر بن ابی راہم، حضرت حنظلہ بن الربیع، حضرت عدی بن سہیل رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔"

یہ تمام حضرات ایک وفد کی صورت میں اپنے عربی گھوڑوں پر سوار مدائن کی طرف روانہ ہوئے۔

ادھر ایرانیوں نے اپنے رعب و داب دکھانے کیلئے دربار شاہی کو خوب آراستہ کیا، قیمتی فرش، قالین اور سونے کے تاروں سے بنی ہوئی مسندیں بچھائی گئیں۔ قیمتی تکئے لگائے گئے اور سونے کے تخت پر یزدگرد خود بیٹھا۔ اسلامی وفد جب آیا تو عجب شان بے نیازی سے آیا۔ تمام درباری اور یزدگرد ان کی بے خوفی، بے پرواہی اور جرأت پر حیران تھے۔ یزدگرد نے دریافت کیا کہ تم لوگ کیا چاہتے ہو؟ حضرت نعمان بن مقرن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:۔

"اللہ تعالیٰ نے ہم پر رحم فرمایا اور ہماری رہنمائی کیلئے ایک رسول بھیجا جس نے ہمیں نیک کاموں کا حکم دیا اور برے کاموں سے روکا اور ہم سے اس بات کا وعدہ کیا ہے کہ اگر ہم اس کے احکام کو مانیں گے تو ہم کو دین و دنیا کی بھلائی نصیب ہوگی اور ہمارے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بھی ہمیں یہ حکم دیا ہے کہ ہم ہر قوم کو عدل و انصاف کی دعوت دیں اور اسلام کی طرف بلائیں چنانچہ ہم آپ کو بھی عدل و انصاف اور اسلام کی دعوت دیتے ہیں۔ ہمارا دین بہترین دین ہے اگر تم ہمارا دین قبول کر لو تو بہتر ہے ورنہ پھر دو باتوں میں سے ایک بات منظور کرو یا جزیہ ادا کرو یا پھر جنگ کرو۔ اگر تم ہمارا دین قبول کر لوگے تو ہم تمہارے پاس اللہ کی کتاب چھوڑ جائیں گے۔ تم اللہ کی کتاب پر قائم رہنا اور اس کے احکامات کے مطابق حکومت کرنا اور اس کے بعد ہم چلے جائیں گے۔ تم جانو اور تمہارا ملک۔ اگر جزیہ دینا منظور کرو تو یہ بھی ہمیں منظور ہے۔ اس صورت میں ہم تمہیں دشمنوں سے بچائیں گے اور تم کو کوئی نقصان نہیں پہنچائیں گے اور اگر تمہیں یہ سب باتیں منظور نہ ہوں تو ہم تم سے جنگ کریں گے۔"

حضرت نعمان بن مقرن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس تقریر سے یزدگرد آگ بگولہ ہو گیا اور اس کے جواب میں کہا، میں جانتا ہوں تمہاری قوم انتہائی درجہ کی ذلیل اور بدبخت تھی۔ تم اپنی حد سے تجاوز نہ کرو اور فارس پر قبضہ کرنے کا خیال دل سے نکال دو۔ ہمارے مقابلے میں تمہیں شدید نقصان اٹھانا پڑے گا اگر تم نے اپنی غربت و افلاس سے مجبور ہو کر ہمارے ملک پر حملہ کا ارادہ کیا ہے تو میں تمہاری مدد کیلئے تیار ہوں، تم لوگوں کو ہم زمینیں دیں گے، تمہارے سرداروں کی عزت افزائی کریں گے، تمہیں لباس بنا کر دیں گے اور جو تم مانگو گے دیں گے۔

یزدگرد کی باتوں کا مسلمانوں پر معمولی سا بھی اثر نہ ہوا چنانچہ حضرت مغیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آگے بڑھ کر فرمایا:۔

"یہ لوگ جو تمہارے سامنے موجود ہیں روساء و شرفائے عرب ہیں اور شرفائے عرب ایسی لغو باتوں کا جواب دینے سے شرم محسوس کرتے ہیں۔ میں تمہاری باتوں کا جواب دیتا ہوں اور یہ سب میری باتوں کی تصدیق کرتے جائیں گے۔ تم نے جو عرب کی حالت اور اہل عرب کی کیفیت بیان کی ہے درحقیقت ہماری حالت اس سے بھی زیادہ بدتر تھی لیکن نعمان بن مقرن (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے قول کے مطابق اللہ تعالیٰ نے ہم پر رحم فرمایا اور ہماری اصلاح کیلئے اپنا نبی ہم میں بھیجا جس نے ہم کو صراطِ مستقیم کی ہدایت کی اور

عزت وشرافت کے بلند ترین مقام پر بٹھادیا۔ لہٰذا اے بادشاہ! نعمان بن مقرن کی باتوں کو حقارت سے نہ دیکھو اور بہتر یہی ہے کہ اسلام قبول کر کے اپنے آپ کو بچالو۔"

اس کلام کو سن کر یزد گرد آپے سے باہر ہو گیا اور کہا اگر سفیروں کو قتل کرنا جائز ہوتا تو میں تم سب کو قتل کرا دیتا۔ تم لوگ فوراً واپس چلے جاؤ۔ اس کے ساتھ ہی اس نے اپنے نوکروں کو حکم دیا کہ ایک مٹی کی ٹوکری بھر کر لائی جائے اور جو شخص ان میں سردار ہے اس کے سر پر رکھ دو اور ان کو مدائن سے باہر نکال دو۔ چنانچہ مٹی کی بھری ہوئی ٹوکری لائی گئی۔ حضرت عاصم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فوراً اُٹھ کر ٹوکری کو اپنے سر پر اُٹھالیا اور کہا میں اس وفد کا سردار ہوں اور بڑی مسرت کا اظہار کیا۔ یہ مسرت دیکھ کر یزدگرد بڑا حیران ہوا اور اسلامی وفد یزدگرد کے دربار سے نکل آیا۔

اسلامی وفد کی واپسی کے بعد یزدگرد اور اس کے درباریوں کو مسلمانوں کی جرأت و بے باکی کا مزید احساس ہوا۔ یزدگرد کہنے لگا، میرا دل گواہی دیتا ہے کہ وہ لوگ ضرور کامیابی حاصل کریں گے، لیکن عاصم (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بہت بے وقوف ہے کہ مٹی کا ٹوکرا حاصل کر کے خوش ہو گیا۔ ایرانی سردار رستم جو بڑا دور اندیش تھا بولا، بادشاہ! جسے آپ بے وقوف کہہ رہے ہیں وہ سب سے زیادہ عقلمند اور سمجھدار ہے اس نے مٹی کی اس ٹوکری سے نیک فال لی ہے اور اب خیر نہیں ہے۔ یزدگرد یہ سن کر بہت پریشان ہوا اور اس نے اسلامی وفد کے تعاقب میں سواروں کی ایک جماعت روانہ کی تاکہ ان کو راستے میں پکڑ لیں لیکن ان کو ناکامی ہوئی۔ رستم چونکہ منجم اور کاہن تھا اس لئے اس نے علم نجوم سے معلوم کر لیا کہ مٹی کا ٹوکرا لے جانا یہ معنی رکھتا ہے کہ عرب سرزمین فارس پر قابض ہو گئے ہیں۔ دوسری طرف اسلامی وفد اپنے گھوڑوں کو سرپٹ دوڑاتے ہوئے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں پہنچا۔ حضرت عاصم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مٹی کی ٹوکری پیش کرتے ہوئے سرزمین فارس کی فتح کی مبارک دی اور کہا کہ اللہ تعالیٰ نے دشمن کے ملک کی مٹی ہمیں عطا کر دی ہے۔ یہ سن کر حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی خوشی کا اظہار کیا۔

جنگ سے پہلو تہی

اسلامی سفیروں کے واپس آنے کے بعد ایرانیوں کی طرف سے کسی قسم کی پیش قدمی نہیں ہو رہی تھی، کئی ماہ تک دونوں جانب خاموشی رہی۔ اصل میں رستم جنگ سے پہلو تہی کر رہا تھا اور مسلمانوں کے ساتھ لڑنے سے گریزاں تھا۔ دور اندیش اور معاملہ فہم تھا اس لئے یزدگرد کے واضح احکامات کے باوجود لڑائی کو ٹالنے کی کوشش کر رہا تھا۔ وہ ساٹھ ہزار فوج کے ساتھ ساباط میں خیمہ زن تھا۔ دوسری طرف مسلمانوں نے یہ معمول بنا لیا کہ وہ اردگرد کے دیہات پر چڑھائی کرتے اور رسد کیلئے مویشی وغیرہ حاصل کر لاتے تھے۔ مسلمانوں کی یہ کارروائیاں جب حد سے بڑھیں تو رعایا تنگ ہوئی اور انہوں نے یزدگرد کے دربار میں جا کر فریاد کی کہ ہماری حفاظت کا سامان کیا جائے ورنہ ہم عربوں کے تابع فرمان ہو جائیں گے، آخر مجبور ہو کر رستم کو ساباط سے نکلنا پڑا اور قادسیہ پہنچ کر اس نے پڑاؤ ڈالا۔ اس مقام پر مزید ایرانی لشکر بھی اکٹھے ہو گئے تھے۔ جن کی مجموعی تعداد ایک لاکھ اسی ہزار تک پہنچ گئی۔ رستم کی جنگی تیاریاں بڑی زبردست تھیں مگر اس کے باوجود پھر جنگ کو ٹالنا چاہتا تھا۔ اس نے مدائن سے قادسیہ تک پہنچنے میں تقریباً چھ ماہ صرف کر دیئے اس کی کوشش تھی کہ معاملہ مقابلے کے بغیر ہی طے ہو جائے چنانچہ اس نے قادسیہ پہنچ کر حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں پیغام بھیجا کہ اپنے کسی سفیر کو ہمارے پاس بھیج دیجئے تاکہ ہم اس کے ساتھ مصالحت کی بات چیت کریں۔

رستم کے دربار میں

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت ربعی بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سفیر بنا کر رستم کی طرف روانہ کیا چنانچہ حضرت ربعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس مقصد کیلئے نکلے، راستے میں ایک پل پر تعینات رستم کی فوج کے سپاہیوں نے ان کو روک لیا اور رستم کے پاس ان کے آنے کی اطلاع بھیجی، رستم نے صورتحال کے پیش نظر اہل فارس کے چند بڑے لوگوں کے ساتھ مشورہ کیا اور ان سے پوچھا کہ تمہارا اس بارے میں کیا خیال ہے۔ کیا ہم اپنی بہادری کی لڑائی کا اظہار کریں یا ہم نرمی اختیار کریں، رستم کو مشورہ دیا گیا کہ وہ نرمی کا معاملہ اختیار کرے۔ رستم خود بھی یہی چاہتا تھا اس لئے اس نے فوری طور پر زیب وزینت کا اہتمام کیا، سونے کا عالیشان تخت بچھایا اس پر بستر اور نرم نرم گدے بچھائے، سونے کے تاروں سے بنا ہوا تکیہ لگایا، غرض کہ اس نے اپنا دربار سجانے میں کوئی کسر نہ رکھی، اس کا مقصد یہ تھا کہ اس طرح مسلمان سفیر پر اہل فارس کا رعب پڑ جائے گا۔ اس اہتمام کے بعد مسلمان سفیر کو بلا بھیجا گیا، حضرت ربعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے گھوڑے پر سوار آگے بڑھے۔ یہ گھوڑا بہت ڈبلا اور چھوٹے قد کا تھا۔ حضرت ربعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس ایک چمکدار تلوار تھی اور تلوار کی میان پرانے کپڑے کی بنائی ہوئی تھی۔ ان کا نیزہ ایک تانت کے ساتھ بندھا ہوا تھا اس کے علاوہ گائے کے چمڑے کی ایک ڈھال ہاتھ میں پکڑی ہوئی تھی۔ اس ڈھال کے اوپر کا حصہ سرخ چمڑے کا بنا ہوا تھا کمان اور تیر بھی ان کے پاس موجود تھے۔

حضرت ربعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب رستم کے دربار کے نزدیک پہنچے تو خوشنما فرش کے قریب آئے اور ان سے رستم کی فوج کے سپاہیوں نے کہا کہ گھوڑے سے نیچے اتر آؤ۔ لیکن حضرت ربعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے گھوڑے کو لے کر اس قالین والے خوشنما فرش پر چڑھ گئے، پھر آرام سے گھوڑے سے اترے اور گھوڑے کو باندھا۔ اہل فارس یہ سب کچھ دیکھ رہے تھے لیکن ان میں ہمت نہ تھی کہ آگے بڑھ کر منع کرتے۔ وہ لوگ ان کے اس فعل کو ہلکا پن خیال کر رہے تھے۔ حضرت ربعی بھی ان کی اس بات کو سمجھ گئے تھے اور انتہائی شان بے نیازی کے ساتھ چل رہے تھے جسم پر چمکدار زرہ تھی، زرہ کے نیچے روئی کی بنی ہوئی قبا تھی یہ قبا ان کے اونٹ کا گدا تھا جس کو پھاڑ کر انہوں نے پہنا ہوا تھا اور اسے اپنی کمر پر ایک درخت کی چھال سے باندھ رکھا تھا۔ سر پر ایک پگڑی تھی اور یہ پگڑی ان کے اونٹ کی لگام کا کام بھی دیا کرتی تھی۔ اہل دربار نے ان سے کہا کہ اپنے ہتھیار رکھ دو۔ حضرت ربعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اہل دربار کی طرف دیکھتے ہوئے فرمایا، میں خود سے تمہارے پاس نہیں آیا کہ میں اپنے ہتھیار تمہارے کہنے سے رکھ دوں تم لوگوں نے ہی مجھے بلایا ہے اس لئے میری مرضی ہے کہ جس طرح بھی میں آؤں۔ اگر تم میرے اس طرح آنے سے انکار کرتے ہو تو میں واپس چلا جاتا ہوں، ورنہ جس طرح میرا دل چاہے گا میں آؤں گا۔

درباریوں نے اس بات کی اطلاع رستم کو پہنچائی۔ رستم نے کہا، ٹھیک ہے اسی طرح ہی آنے دو، ایک ہی تو آدمی ہے۔ چنانچہ حضرت ربعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے نیزے پر ٹیک لگائے ہوئے اور اس کی انی کو جگہ جگہ سے گاڑتے ہوئے چھوٹے چھوٹے قدم اُٹھائے ہوئے چلے۔ ان کے اس طرح چلنے سے چادروں اور خوشنما فرش میں جگہ جگہ چھید ہو رہے تھے اور چادر اور فرش کا کوئی حصہ ایسا نہ تھا جو نیزے کی انی سے خراب نہ ہو گیا ہو جب حضرت ربعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ رستم کے قریب پہنچے تو رستم کے پہرہ دار اس کے ارد گرد بیٹھ گئے۔

حضرت ربعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ رستم کے سامنے زمین پر تشریف فرما ہو گئے اور اپنا نیزہ اس کے فرش میں گاڑ کر کھڑا کر دیا۔ اہلِ دربار نے پوچھا کہ آپ کو اس کام پر کس چیز نے آمادہ کیا؟ ارشاد فرمایا، میں تمہارے اس سامان زیست پر بیٹھنے کو پسند نہیں کرتا۔ اس کے بعد رستم نے ان سے پوچھا کہ تم لوگ کس مقصد کے تحت ہماری سرحد پر جمع ہوئے ہو؟ حضرت ربعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا، ہم کو یہاں پر اللہ تعالیٰ نے لا کھڑا کیا ہے تاکہ ہم بندوں کی پوجا کرنے والوں کو بندوں کی پوجا سے نکال کر جس کو اللہ تعالیٰ چاہے اس کو نجات دے کر فراخی کی طرف لائیں اور پروردگارِ عالم کے دینِ اسلام میں داخل کریں۔

رستم نے جب حضرت ربعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی باتیں سنیں تو اپنے درباریوں سے کہنے لگا تم پر بہت افسوس ہے تم ان کے لباس کی طرف نہ دیکھو، بلکہ ان کی گفتگو کی طرف توجہ کرو، عرب کپڑوں اور کھانے پینے کی نمائش کو ہلکا خیال کرتے ہیں اور اپنی ذاتی شرافت کی حفاظت کرتے ہیں اور یہ تمہارے جیسے لباس میں نہیں ہیں اور یہ لباسوں کو اس نظر سے نہیں دیکھتے جس طرح کہ تم دیکھتے ہو۔ درباریوں میں سے چند نے رستم سے کہا کہ کیا تم نے ان کے ہتھیار دیکھے ہیں؟ حضرت ربعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان سے فرمایا کہ اگر تم میرے ہتھیار دیکھنے کی خواہش رکھتے ہو تو میں خود تمہیں دکھاتا ہوں۔ یہ فرما کر میان سے اپنی تلوار نکالی، تلوار کو دیکھ کر درباری سہم گیا اور کہنے لگے کہ اس کو میان میں رکھ لیں۔ حضرت ربعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تلوار کو میان میں رکھنے کے بعد اہلِ فارس کی فوج کے ایک افسر کی ڈھال پر تیر مارا، تیر کے لگنے سے ڈھال پھٹ گئی۔ اہلِ فارس میں سے ایک نے ان کی طرف تیر پھینکا جسے حضرت ربعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی ڈھال پر پھرتی سے روک لیا، ڈھال کو تیر لگنے سے کچھ بھی نہ ہوا۔ اس کے بعد حضرت ربعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا، اے اہلِ فارس! تم نے کھانے پینے اور لباس کو بڑی عظمت دے رکھی ہے لیکن ہم نے ان چیزوں کو حقیر سمجھا ہے۔ اس کے ساتھ ہی حضرت ربعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ واپس چلے آئے تاکہ اہلِ فارس آپس میں غور و فکر کے بعد جواب دیں۔

دوسرا دن

جب حضرت ربعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ رستم کے دربار سے واپس حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آئے تو تمام صورتحال سے آگاہ کیا۔ دوسرے دن اہلِ فارس نے حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں اپنا ایک قاصد بھیجا کہ ہمارے پاس اسی آدمی کو بھیجیں جس کو کل بھیجا تھا۔ حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت ربعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بجائے حضرت حذیفہ بن محصن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھیجا۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی اسی رعب و دبدبہ کے ساتھ رستم کے دربار میں داخل ہوئے۔ جب فرش کے نزدیک پہنچے تو اہلِ دربار نے ان سے کہا کہ گھوڑے سے نیچے اتر آئیں۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب دیا یہ بات اس وقت ممکن تھی اگر میں تمہارے پاس اپنی ضرورت کیلئے آیا ہوتا۔ اپنے سردار سے پوچھو کہ اس کو ضرورت ہے یا مجھے؟ اگر اس نے میرے لئے کہا تو جھوٹ بولا اور میں تمہیں چھوڑ کر واپس چلا جاؤں گا اور اگر اس نے کہا کہ اسے ضرورت ہے تو پھر جس طرح میری مرضی ہوگی میں اسی طرح تمہارے پاس آؤں گا۔

رستم کو جب یہ بات پہنچائی گئی تو اس نے اپنے درباریوں سے کہا کہ وہ جس طرح بھی آنا چاہتے ہیں ان کو آنے دیں۔ چنانچہ حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے گھوڑے پر سوار رستم کے سامنے آ کھڑے ہوگئے۔ رستم اپنے تخت پر براجمان تھا اس نے حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا کہ گھوڑے سے نیچے اتر آؤ۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب دیا میں ایسا نہیں کروں گا۔ رستم نے جب اس کا انکار سنا تو کہنے لگا، کیا بات ہے کہ تم آئے ہو اور تمہارا کل والا ساتھی نہیں آیا؟ ارشاد فرمایا، اے رستم! امیر اس بات کو پسند کرتا ہے کہ ہمارے سب کے ساتھ مساوات کا سلوک کرے۔ اس لئے یہ میرے آنے کی باری ہے۔

رستم کہنے لگا، تم لوگوں کو کون سی چیز یہاں کھینچ لائی ہے؟ حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا، اللہ تعالیٰ نے ہم پر اپنے دین کے ذریعہ بڑا احسان کیا ہے ہم کو اپنی آیاتِ کریمہ دکھائیں یہاں تک کہ ہم نے اس کو پہچان لیا۔ اللہ تعالیٰ نے ہم کو اس بات کا حکم دیا کہ ان لوگوں کو تین باتوں میں سے ایک بات کی طرف دعوت دیں۔ ان تینوں میں سے جس بات کو لوگ پسند کرلیں ہم اسے مان لیتے ہیں۔ پہلی بات اسلام ہے اگر تم اسلام قبول کرتے ہو تو ہم تمہارے پاس سے چلے جاتے ہیں۔ دوسری بات جزیہ ادا کرنا ہے اگر تم اسلام قبول نہیں کرتے تو پھر جزیہ ادا کرو، ہم تمہاری حفاظت کے ضامن ہوں گے جب کبھی تمہیں حفاظت کی ضرورت ہوگی۔ تیسری بات یہ ہے کہ اگر تم پہلی دونوں باتیں نہ مانو تو پھر جنگ ہے۔

رستم یہ باتیں سن کر سوچ میں پڑ گیا تمام دربار پر خاموشی چھائی ہوئی تھی چند لمحوں کے بعد حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہنے لگا، کیا آپ لوگ ہمیں کچھ دِنوں تک سوچنے کی مہلت دیتے ہیں؟ حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا، ہاں گزشتہ کل سے تین دن تک کیلئے تمہیں مہلت ہے۔ رستم نے جب محسوس کیا کہ مسلمان اپنے قول کے پکے معلوم ہوتے ہیں تو اس نے احترام کیساتھ حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو واپس روانہ کردیا۔ اس کے بعد رستم اپنے ساتھیوں سے کہنے لگا، کیا تم لوگ اس بات کو محسوس کرتے ہو جس کو میں نے محسوس کیا ہے۔ کل مسلمانوں کی طرف سے جو آدمی آیا تھا وہ ہم پر ہماری ہی سرزمین پر غالب رہا اور ان چیزوں کو اس نے حقیر سمجھا جن کو ہم بڑا خیال کرتے تھے اور اپنے گھوڑے کو ہمارے فرش پر کھڑا کیا اور اسی جگہ اس کو باندھا۔ مجھے محسوس ہوتا ہے کہ ہماری زمین اور جو کچھ اس میں ہے ان کی طرف چلی جائے گی۔ معلوم ہوتا ہے ان کی عقل بھی ہم سے زیادہ ہے اور یہ جو آج ہمارے پاس مسلمانوں کی طرف سے آدمی آیا ہے وہ بھی ہمارے سامنے اسی طرح کھڑا ہو گیا۔ مجھے لگتا ہے یہ لوگ ہماری زمین پر آباد ہوں گے۔ رستم کی اس قسم کی باتیں سن کر بعض درباری اس سے ناراض بھی ہو گئے۔

تیسرا دن

رستم کو دی جانے والی مہلت کا جب تیسرا دن آیا تو رستم نے اپنا ایک قاصد پھر حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس بھیجا کہ ہماری طرف ایک آدمی کو بھیجیں چنانچہ حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس مرتبہ حضرت مغیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو رستم کی طرف بھیجا۔ جب حضرت مغیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ رستم کے دربار کی طرف آئے تو دیکھا کہ اہل فارس بڑے خوبصورت لباس پہنے ہوئے ہیں۔ تمام درباریوں نے تاج سر پر سجائے ہوئے ہیں فرش پر سونے کے تاروں سے بنے ہوئے کپڑے کے نرم و ملائم گدے بچھے ہوئے ہیں یہ خوبصورت اور نفیس گدے چار چار سو قدم تک پھیلے ہوئے تھے اور رستم کے پاس ان گدوں کے اوپر سے گزر کر جایا جا سکتا ہے۔ حضرت مغیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ چلتے ہوئے رستم کے تخت تک پہنچے اور اس کے ساتھ ہی تخت پر بیٹھ گئے۔

یہ دیکھ کر درباری حضرت مغیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر چڑھ دوڑے اور ان کو زبردستی تخت سے نیچے اُتار دیا۔ حضرت مغیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان سے فرمایا کہ ہم نے تو تمہاری عقلوں اور بردباری کے قصے سن رکھے تھے۔ لیکن میں نے تم لوگوں سے زیادہ کمینی اور بے وقوف اور کوئی قوم نہیں دیکھی، ہم مسلمان آپس میں سب برابر ہیں کوئی ایک دوسرے کو غلام نہیں سمجھتا، میں یہ سمجھتا تھا کہ تم بھی اپنی قوم کے ساتھ مساوات کا سلوک کرتے ہو جیسا کہ ہم مساوات کا معاملہ کرتے ہیں لیکن یہ جو کچھ تم نے میرے ساتھ کیا ہے اس سے تو بہتر تھا کہ تم مجھے بتا دیتے کہ تم میں سے بعض لوگ بعضوں کے رب ہیں۔ یہ کام تم میں مناسب نہیں ہم اس طرح کے کام نہیں کرتے۔ ہم تمہارے پاس نہ آتے لیکن تم لوگوں نے ہی بلایا ہے۔ آج مجھے یقین ہو گیا ہے کہ تم ضرور مغلوب ہو کر رہو گے۔ حضرت مغیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی باتیں سن کر عام درباری آپس میں کہنے لگے، خدا کی قسم! اس عربی نے سچ کہا ہے اور ایسی بات کہی ہے کہ ہمارے سب غلام اس طرف نکل جائیں گے۔

حضرت مغیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی باتیں سن کر رستم کو سمجھ نہ آ رہی تھی کہ وہ کیا کرے اس نے حضرت مغیرہ کو ڈرانے کی بھی کوشش کی اور لالچ بھی دینا چاہا لیکن حضرت مغیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تلوار کے قبضہ پر ہاتھ رکھ کر فرمایا، اگر اسلام و جزیہ منظور نہیں تو پھر اس سے فیصلہ ہو گا۔ اس بات سے رستم کو غصہ آیا اور اس نے کہا آفتاب کی قسم! اب میں تمام عربوں کو ویران کر دوں گا۔ اس کے بعد حضرت مغیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ رستم کے دربار سے واپس چلے آئے۔

قادسیہ کی جنگ

حضرت مغیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے واپس جانے کے بعد رستم نے اپنی فوج کو مکمل طور پر تیاری کا حکم دے دیا۔ رستم کی فوج کی تیاریوں کی خبر سن کر حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی اسلامی لشکر کو جنگ کی تیاری کا حکم دے دیا۔ چنانچہ اسلامی فوج بڑے جوش وخروش کے ساتھ تیاری کی حالت میں میدانِ جنگ میں دشمن کے ساتھ فیصلہ کن جنگ کا انتظار کرنے لگی۔ دونوں طرف کی فوجیں جنگ کیلئے قادسیہ کے میدان میں ایک دوسرے کے مقابل صف آراء ہو گئیں۔ مسلمانوں نے اللہ اکبر کے نعروں سے جنگ کا آغاز کیا۔

پہلا معرکہ

اہلِ فارس کی طرف سے ایک مشہور پہلوان ہرمز میدان میں نکلا اس کے مقابلے کیلئے حضرت غالب بن عبد اللہ اسدی نکلے اور ہرمز کو مغلوب کرکے گرفتار کر لیا اور حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس لے آئے اس کے بعد ایرانی لشکر سے ایک اور شہسوار نکلا اس کو حضرت عاصم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مغلوب کرکے گرفتار کر لیا پھر ایک اور پہلوان ہاتھوں میں سونے کے کڑے پہنے ہوئے میدان میں آیا لشکرِ اسلام میں حضرت عمرو بن معد یکرب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس کے مقابلے کیلئے نکلے۔ ایرانی پہلوان نے ان کو اپنی طرف آتا دیکھ کر نشانہ باندھ کر تیر مارا مگر یہ بال بال بچ گئے اور اپنے گھوڑے کو سرپٹ دوڑاتے ہوئے اس کے قریب پہنچے اس کی کمر میں ہاتھ ڈال کر اوپر کو اُٹھایا اور زور سے زمین سے پٹخ دیا اس کے ساتھ ہی تلوار سے اس کی گردن کاٹ دی۔ اس کے بعد دونوں اطراف سے چند بہادروں نے نکل کر بہادری کے جوہر دکھائے۔ پھر عام جنگ کا آغاز ہو گیا۔ ایرانیوں نے ہاتھیوں کی صف سے مسلمانوں پر حملہ کیا اس حملہ کو قبیلہ بجیلہ نے روکا مگر ہاتھیوں کی وجہ سے ان کا بہت نقصان ہوا۔ یہ دیکھ کر حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بنی اسد کے لوگوں کو حکم دیا کہ وہ قبیلہ بجیلہ کو کمک پہنچائیں۔ بنو اسد نے بھی جرأت و دلیری کا مظاہرہ کرتے ہوئے زبردست مقابلہ کیا اور ہاتھیوں پر حملہ آور ہو گئے۔ یہ بہت مشکل معرکہ تھا، چنانچہ حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قبیلہ تمیم کے لوگوں کو جو نیزہ بازی اور تیر اندازی میں مشہور تھے حکم دیا کہ تم ہاتھیوں کو روکنے کیلئے کچھ کرو۔ ایک روایت کے مطابق قبیلہ کندہ کے لوگوں کو حکم دیا، پھر ان مسلمان تیر اندازوں نے اس قدر تیر برسائے کہ ایرانی ہاتھیوں کے فیل بانوں کو اپنا آپ بچانا مشکل ہو گیا۔ شام تک میدان کارزار گرم رہا جب رات کی تاریکی چھا گئی تو جنگ کا میدان ٹھنڈا ہو گیا۔ قادسیہ کی جنگ کے اس پہلے معرکہ کو عربی میں یوم الارماث کہا جاتا ہے۔

دوسرا معرکہ

اگلے روز چونکہ پھر حق و باطل کے مابین معرکہ آرائی ہونا تھی۔ اس لئے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نمازِ فجر کے فوراً بعد تمام مسلمان شہداء کو جن کی تعداد تقریباً پانچ سو تھی میدان قادسیہ کی مشرقی جانب دفن کروادیا۔ اس کے بعد اسلامی فوج کی صفوں کو ترتیب دیا گیا۔ دوسری طرف ایرانی بھی کمر کس کر میدان میں پھر سے کھڑے ہوگئے تھے۔ ابھی لڑائی کا آغاز نہ ہوا تھا کہ ملک شام سے حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک اور اسلامی لشکر حضرت ہاشم بن عتبہ کی قیادت میں اس طرف بھیج دیا، عین لڑائی کے وقت یہ فوج پہنچی اس سے مسلمانوں کے حوصلے مزید بلند ہوگئے۔ اس لشکر کے ہراول دستے کے کمانڈر حضرت قعقاع بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے، ان کی کمان میں ایک ہزار سپاہی تھے، مجموعی طور پر اس امدادی لشکر کی تعداد چھ ہزار تھی۔ حضرت قعقاع رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اجازت سے میدانِ جنگ میں جاکر ایرانیوں سے مبارز طلب کیا، ادھر سے بہمن جادویہ مقابلے پر آیا۔ حضرت قعقاع رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کو موت کے گھاٹ اُتار دیا۔ اس کے بعد یکے بعد دیگرے ایرانی فوج کی طرف سے کئی نامی گرامی پہلوان اور بہادر میدان میں آئے اور قتل ہوتے رہے، اس کے بعد عام جنگ شروع ہوگئی۔

گھمسان کی لڑائی شروع ہوچکی تھی، ہاشم بن عتبہ نے حکمتِ عملی سے کام لیتے ہوئے اپنی زیر کمان چھ ہزار فوج کو چھوٹے چھوٹے دستوں کی شکل میں تقسیم کردیا اور حکم دیا کہ جب ایک دستہ میدانِ جنگ میں پہنچ جائے تو پھر دوسرا دستہ نعرہ تکبیر کہتا ہوا میدانِ جنگ کی طرف جائے، چنانچہ اس طرح ہی ہوتا رہا اور ایرانیوں پر اسلامی فوجوں کا رعب چھا گیا۔ چونکہ آج بھی ایرانیوں کے پاس جنگی ہاتھی تھے جو نقصان کا باعث بن سکتے تھے، مسلمانوں نے اس کا یہ حل نکالا کہ اپنے اونٹوں پر بڑے بڑے جھول اور کپڑے ڈال دیئے، اس طرح اونٹ ہاتھیوں سے بھی اونچے اور خوفناک دکھائی دینے لگے ان کو دیکھ کر ایرانیوں کے گھوڑوں نے بدکنا شروع کردیا اور وہ اپنے ہی لشکر کو نقصان پہنچانے لگے۔ لڑائی سارا دن جاری رہی دونوں طرف جانی نقصان بھی ہوا مگر کل کی طرح آج بھی ایرانیوں کی ایک بہت بڑی تعداد میدانِ جنگ میں ماری گئی، تقریباً دس ہزار ایرانی قتل ہوئے جبکہ تقریباً ایک ہزار مسلمان شہید اور تقریباً اسی قدر ہی زخمی ہوئے۔ اس جنگ کو معرکہ اغواث کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

تیسرا معرکہ

تیسرے دن فیصلہ کن معرکہ ہوا۔ دونوں فوجوں کے مابین جب لڑائی کا آغاز ہوا تو ایرانیوں نے پہلے کی طرح آج بھی ہاتھیوں کی صف کو آگے رکھا۔ مسلمانوں کو اب اس طرح کی لڑائی کا خوب تجربہ ہو چکا تھا۔ چنانچہ حضرت قطقاع اور حضرت عاصم رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے مل کر ایرانی ہاتھیوں کے سردار سفید ہاتھی پر یکدم حملہ کر کے گھائل کر دیا۔ یہ زخمی ہاتھی اُلٹے پاؤں بھاگا اس کی دیکھا دیکھی دوسرے ہاتھی بھی بھاگ اُٹھے۔ ایرانی لشکر میں بھگدڑ مچ گئی۔ سورج غروب ہونے تک زبردست لڑائی ہوتی رہی۔ غروبِ آفتاب کے وقت تھوڑی دیر کیلئے لڑائی رُک گئی یوں لگتا تھا کہ جیسے جنگ ختم ہو گئی ہو مگر پھر تھوڑے ہی وقفہ کے بعد میدانِ جنگ گرم ہو گیا۔ ساری رات دونوں طرف کی فوجیں لڑتی رہیں۔ مسلمان بڑی بے جگری اور ثابت قدمی سے لڑ رہے تھے اور ایرانیوں کو قتل کرتے جاتے تھے۔ حضرت سعد بن ابی وقاص کے پاؤں پر آبلے پڑے ہوئے تھے جس کی تکلیف کے باعث ان کے پاؤں زمین پر ٹکتے نہیں تھے اس لئے ساری رات دعا میں مشغول رہے اور بارگاہِ الٰہی میں مسلمانوں کی کامیابی کیلئے دعائیں مانگتے رہے۔

جب کسی بھی طرح فتح وشکست کا فیصلہ نہ ہوا تو حضرت قعقاع رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لڑتے لڑتے اپنے ساتھی بہادروں کے ہمراہ اس طرف کا رخ کیا جہاں رستم سونے کے تخت پر براجمان اپنی فوج کو لڑائی کے احکامات بھیج رہا تھا۔ مسلمانوں دلاوروں نے تلواریں سونت کر پیش قدمی کی ایرانی بہادروں نے راستے کا پہاڑ بننے کی کوشش کی مگر یہ جذبہ جہاد سے سرشار طوفان کی طرح بڑھتے ہی چلے گئے اور رستم کے تخت تک پہنچ گئے۔ رستم بھی یہ صورتحال دیکھ کر اپنے تخت سے نیچے کودا اور مقابلہ کرتا رہا مگر زخموں کی تاب نہ لا کر راہِ فرار اختیار کرنے پر مجبور ہوا۔ چند مسلمان بہادروں نے جن میں حضرت عمرو بن سعدی کرب، حضرت طلحہ بن خویلد، حضرت قرط بن جموع اور حضرت ہلال بن علقمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم شامل تھے رستم کا تعاقب کیا، سامنے نہر تھی رستم زخمی حالت میں کود پڑا، اس کی کوشش تھی کہ تیر کر نکل جائے مگر حضرت ہلال بن علقمہ نے بھی اس کے پیچھے چھلانگ لگا دی اور اس کو ٹانگوں سے پکڑ کر باہر گھسیٹ لیا پھر تلوار سے اس کو موت کے گھاٹ اُتار دیا۔

رستم کے قتل ہوتے ہی ہلال بن علقمہ واپس ہوئے اور رستم کے تخت پر چڑھ کر با آواز بلند اعلان کیا کہ اللہ کی قسم! میں نے رستم کو قتل کر دیا ہے۔ یہ آواز سن کر مسلمانوں نے نعرہ تکبیر بلند کیا جبکہ ایرانیوں کے اوسان خطا ہو گئے، حقیقتِ حال سے آگاہ ہونے کے بعد ان میں لڑنے کی سکت نہ رہی وہ میدانِ جنگ میں ثابت قدم نہ رہ سکے، شکست ان کا مقدر بن چکی تھی۔ ایرانی فوج کے بچے کھچے سپاہیوں نے راہِ فرار اختیار کرنے میں ہی اپنی عافیت سمجھی، مسلمانوں کے چند دستوں نے فرار ہونے والوں کا تعاقب کیا اور ان کو تہ تیغ کر دیا۔

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں ایک قاصد کے ہاتھ فتح کی خوشخبری لکھ کر بھیجی۔ ادھر حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس مہم سے وابستگی اور جستجو کا یہ عالم تھا کہ روزانہ صبح سویرے مدینہ منورہ سے باہر نکل کر تنہا دور تک چلے جاتے کہ شاید قادسیہ کی طرف سے کوئی قاصد خبر لے کر آ رہا ہو، دوپہر کے بعد واپس مدینہ منورہ تشریف لے آتے تھے، ایک دن معمول کے مطابق مدینہ منورہ سے نکل کر قاصد کی راہ دیکھ رہے تھے کہ دور سے ایک تیز رفتار شتر سوار آتا دکھائی دیا، اس کی طرف بڑھے اور پوچھا کہ کہاں سے آ رہے ہو، اس نے کہا کہ قادسیہ سے آ رہا ہوں اور فتح کی خوشخبری لے کر آیا ہوں، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس کے ساتھ ساتھ دوڑتے جاتے تھے اور اس سے قادسیہ کی جنگ کے حالات پوچھتے جاتے تھے۔ قاصد بتاتا جاتا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح عطا کی ہے۔ ایرانی فوج کے ہزاروں سپاہیوں کی لاشوں سے میدانِ جنگ اٹا پڑا ہے اور ان کے تیس ہزار سواروں میں سے صرف تیس سوار اپنی جان بچانے میں کامیاب ہو سکے باقی سب مارے گئے جبکہ ان کے مقابلے میں اسلامی فوج کے چھ ہزار مجاہدین نے جام شہادت نوش کیا۔

شتر سوار جب شہر میں داخل ہوا تو چونکہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی اس کے ہمرکاب برابر دوڑتے چلے آ رہے تھے اس لئے جو کوئی حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھتا وہ آپ کو امیر المومنین کہتے ہوئے سلام کرتا۔ شتر سوار نے جب یہ سنا کہ میرے ساتھ امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پیدل چل رہے ہیں تو وہ گھبرایا اور نیچے اترنا چاہا مگر آپ نے اس کو تسلّی دی اور اسی طرح مسجدِ نبوی تک آئے اور مسلمانوں کو فتح کی خوشخبری سناتے ہوئے نہایت پُر اثر تقریر فرمائی۔ جس کے آخری چند جملے یہ تھے:

"مسلمانو! میں بادشاہ نہیں ہوں کہ تمہیں اپنا غلام بنانا چاہوں، البتہ خلافت کی ذمہ داری مجھے سونپی گئی ہے اگر میں یہ کام اس طرح انجام دوں کہ تم اپنے گھروں میں آرام و سکون کے ساتھ رہو تو یہ میری خوش بختی ہے اور اگر میں اس بات کا خواہاں ہو جاؤں کہ تم لوگ میرے دروازے پر حاضری دیا کرو تو یہ میرے لئے شقاوت کی بات ہوگی میں تمہیں ہدایت اور نصیحت کرتا ہوں مگر صرف باتوں سے نہیں بلکہ عمل سے بھی۔"

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ قادسیہ کے میدان میں مسلمانوں کی کامیابی سے بہت خوش تھے اور یہ کامیابی مسلمانوں کو تین زبردست خونی معرکوں کے بعد پروردگارِ عالم نے عطا فرمائی تھی، قادسیہ کا تیسرا معرکہ عربی میں یوم العماس کے نام مشہور ہے۔

بابل کی فتح

قادسیہ کے میدان میں ایرانیوں کو شکست فاش دینے کے بعد مسلمان بابل کی طرف بڑھے کیونکہ بابل میں ان ایرانیوں نے جو قادسیہ سے فرار ہوئے تھے جمع ہو کر اپنی فوجی قوت کو از سر نو منظم کرنا شروع کر دیا۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کی سرکوبی کیلئے حضرت زہرہ بن حیواۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایک ہر اول دستے کا سالار بنا کر روانہ کر دیا چونکہ دربارِ خلافت سے حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے احکامات بھی حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک پہنچ چکے تھے اس لئے حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ خود بھی ایک اسلامی لشکر کی کمان کرتے ہوئے مدائن کی طرف روانہ ہو گئے۔ دونوں اسلامی لشکر جب بابل کے قریب پہنچے تو ایرانی سرداروں کو حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آمد کی خبر ہو گئی اور وہ اپنے لشکریوں سمیت بابل سے فرار ہو گئے اور مسلمانوں نے آسانی سے بابل فتح کر لیا۔

کوثی کی فتح

بابل کی فتح کے بعد حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت زہرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایک ہر اول دستے کے ہمراہ پھر آگے کی طرف پیش قدمی کرنے کا حکم دیا اور ان کے روانہ ہونے کے بعد خود بھی اسلامی فوج کو لے کر ان کے پیچھے روانہ ہو گئے، کوثی کے مقام پر ایرانیوں کے مشہور سردار شہریار نے مسلمانوں کے مقابلے کیلئے میدان میں نکلنے کا ارادہ کیا اور اس مقصد کیلئے ایک لشکر کے ساتھ مسلمانوں کا راستہ روکا اور میدان میں نکل کر للکارا۔ اور کہا کہ تمہارے لشکر میں جو سب سے بہادر اور دلیر شخص ہے اس کو میرے مقابلے پر بھیجو۔ شہریار نے یہ بات بڑے مغرورانہ انداز اور تکبر کے ساتھ کہی تھی یہ بہت طاقتور اور دیو ہیکل تھا۔ حضرت زہرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کا متکبرانہ انداز دیکھ کر فرمایا کہ میں تیرے مقابلے پر خود آنے کا خواہاں تھا مگر اب میں تیرے مقابلے پر ایک غلام کو بھیجتا ہوں۔ چنانچہ حضرت زہرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بنو تمیم کے ایک غلام حضرت نائل بن جعشم کو شہریار کے مقابلے کیلئے اشارہ کیا۔ حضرت نائل اس کے مقابلے میں نہایت کمزور دکھائی دیتے تھے مگر اشارہ ہوتے ہی فوراً میدان میں آئے، شہریار نے ان کو گردن سے پکڑ کر زمین پر گرا دیا اور ان کے سینے پر چڑھ گیا۔ اتفاق سے شہریار کا انگوٹھا حضرت نائل کے منہ میں آ گیا انہوں نے اس زور سے کاٹا کہ شہریار بلبلا اُٹھا اس کی گرفت کمزور پڑ گئی۔ اس موقع سے حضرت نائل نے فوراً فائدہ اُٹھایا اور شہریار کی گرفت سے آزاد ہو کر اس کی چھاتی پر چڑھ گئے بغیر کوئی لمحہ ضائع کئے خنجر نکال کر شہریار کے پیٹ پر وار کر دیا اور اسے قتل کر دیا۔ شہریار کے قتل ہوتے ہی اس کی فوج میدانِ جنگ سے بغیر مقابلہ کئے بھاگ گئی۔ اس طرح مسلمانوں نے کوثی کو بھی فتح کر لیا۔

اس دوران حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی وہاں پر پہنچ گئے تھے اور کوثی کی فتح کا سن کر خوش ہوئے کوثی کے مقام پر ایک قید خانہ اس وقت تک محفوظ تھا جس میں نمرود نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو قید کیا تھا۔ چنانچہ حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قید خانہ کی جگہ کی زیارت کی۔

فتح بھرہ شیر

اس کے بعد حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کوثی سے پیش قدمی کرتے ہوئے بہرہ شیر کی طرف بڑھے جو کہ مدائن کے نزدیک ایک مضبوط قلعہ اور شہر تھا۔ اس مقام پر شہنشاہ ایران کے محافظوں کا ایک زبردست رسالہ موجود رہتا تھا علاوہ ازیں مدائن جو کہ شہنشاہ کا پائے تخت تھا اس کی حفاظت کیلئے بہادر اور دلیر افراد پر مشتمل ایک زبردست فوج بھی یہاں پر رہتی تھی یہ مقام بہت اہمیت کا حامل تھا۔ اس مقام پر شہنشاہ ایران بھی کبھی کبھار آکر قیام کرلیا کرتا تھا۔ کوثی سے روانہ ہو کر اسلامی لشکر کو بہرہ شیر تک پہنچتے ہوئے کئی مقامات پر ایرانی لشکروں کا مقابلہ کرنا پڑا اور بالآخر فتح کے جھنڈے گاڑتے ہوئے بہرہ شیر کو اپنے محاصرہ میں لے لیا، تین ماہ تک محاصرہ جاری رہا۔ ایرانی بہادر کبھی کبھار قلعے سے نکل کر مسلمانوں کا مقابلہ کرتے اور پھر واپس بھاگ جاتے۔ آخر ایک دن محاصرے سے تنگ آکر اپنی قوت کو مجتمع کرتے ہوئے باہر نکلے اور مسلمانوں پر زبردست حملہ کر دیا۔ مسلمان ان کی طرف سے غافل نہ تھے چنانچہ دونوں جانب سے شدید لڑائی کا آغاز ہوا، ایرانی زیادہ دیر تک نہ ٹھہر سکے اور اپنے لشکریوں کی لاشیں چھوڑ کر فرار ہو گئے اس کے ساتھ ہی مسلمانوں نے بہرہ شیر فتح کر لیا۔

مدائن کی فتح

بہرہ شیر کو فتح کرنے کے بعد حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ مدائن کی فتح کیلئے اسلامی لشکر کو لے کر آگے بڑھے تو دریائے دجلہ سامنے تھا۔ ایرانیوں نے فرار ہوتے ہوئے دریا کا پل توڑ دیا اور کشتیاں بھی وہاں پر نہ رہنے دی تھیں۔ دجلہ کے کنارے پہنچ کر حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اللہ کا نام لے کر اپنا گھوڑا دریا میں ڈال دیا۔ ان کی دیکھا دیکھی اسلامی فوجوں نے بھی دریا کا رُخ کیا اور تائید الٰہی اور قوتِ ایمانی کی مضبوطی کے باعث سب نے دریائے دجلہ پار کر لیا اور مزاحمت کرنے اور حملہ آور ایرانیوں پر ہلہ بول دیا، ان کو تہ تیغ کرتے ہوئے شاہی محل کی طرف بڑھے، مسلمانوں کی آمد کا سن کر یزدگرد مدائن سے فرار ہو گیا۔ جمعہ کا دن تھا شاہی محل میں داخل ہو کر مسلمانوں نے کسریٰ کے تخت کی جگہ پر منبر رکھا اور نمازِ جمعہ ادا کی۔ اسی مقام پر حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آٹھ رکعت صلوٰۃ الفتح ایک سلام کے ساتھ پڑھی۔ ایرانی دار السلطنت میں ادا کیا جانے والا پہلا جمعہ اسلامی لشکر نے اسی محل میں ادا کیا۔ بے شمار قیمتی، نادر اور انمول چیزیں مالِ غنیمت کے طور پر جمع کر کے مدینہ منورہ میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں روانہ کر دی گئیں۔

فتح جلولا

مسلمانوں کے مدائن میں داخل ہوتے ہی یزدگرد مدائن چھوڑ کر حلوان کی طرف بھاگ گیا تھا جبکہ رستم کے بھائی خرزاد نے جلولا کے مقام پر ایک عظیم جنگجو لشکر اِکٹھا کر لیا، قلعہ اور شہر کے گرد خندق کھدوا کر مسلمانوں کو روکنے کا مکمل طور پر انتظام کر لیا، حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس علاقہ کی صورتحال لکھ کر امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں بھیجی، دربارِ خلافت سے حکم ہوا کہ ہاشم بن عتبہ کی کمان میں بارہ ہزار کا اسلامی لشکر جلولا کو سر کرنے کیلئے روانہ ہو جائے۔ خلیفہ کے حکم کے موافق حضرت ہاشم بن عتبہ اسلامی لشکر کی قیادت کرتے ہوئے مدائن سے روانہ ہوئے اور جلولا کی طرف بڑھے، جلولا میں لاکھوں ایرانی مسلح حالت میں موجود تھے، چنانچہ زبردست خونی معرکہ ہوا، چند ہزار مسلمانوں نے جذبۂ جہاد سے سرشار ہو کر بہادری کا عظیم مظاہرہ کیا جس سے ایرانیوں کے قدم اکھڑ گئے۔ تقریباً ایک لاکھ ایرانی مارے گئے اور تین کروڑ کا مالِ غنیمت ہاتھ آیا۔ مسلمانوں نے یہ معرکہ بھی جیت لیا، جلولا کی فتح کی خبر یزدگرد کو حلوان میں ملی تو وہ حلوان چھوڑ کر رے کی طرف بھاگ گیا۔

فتح حلوان

حلوان میں یزدگرد کے جانے کے بعد خسرو شنوم تھوڑے سے جنگی لشکر کے ساتھ رہ گیا۔ حضرت قعقاع رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے ہراول دستے کی کمان کرتے ہوئے حلوان کی طرف بڑھے، یہاں ایرانیوں نے مسلمانوں سے مقابلہ کیا مگر وہ جم کر نہ لڑ سکے اور شکست کھا کر فرار ہو گئے۔ اس طرح حلوان بھی مسلمانوں نے فتح کر لیا۔

شام کی مہم

جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے منصبِ خلافت سنبھالا تو اس وقت مسلمانوں نے دِمشق کا محاصرہ کر رکھا تھا مگر چونکہ دمشق حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دورِ خلافت میں فتح ہوا اس لئے ضروری ہے کہ اس کا بیان یہاں پر کیا جائے، حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کئی ماہ سے دمشق کا محاصرہ کیا ہوا تھا۔ آخر ایک رات حکمتِ عملی سے کام لے کر شہر پناہ کی دیوار پر کمند ڈالی اور دیوار پر چڑھ گئے۔ حضرت خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسی کی بنی ہوئی سیڑھی کمند سے باندھ کر نیچے لٹکادی اس کے بعد اندر کی طرف اُترے اور دربانوں کو قتل کرتے ہوئے تالے توڑ کر دروازے کھول دیئے۔ اسلامی فوج اندر داخل ہو گئی۔ یہ دیکھ کر عیسائیوں نے خود ہی شہر پناہ کے تمام دروازے کھول دیئے اور صلح کی درخواست کی، حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کی یہ درخواست قبول کرلی جس پر حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عیسائیوں کو امان دے کر دمشق پر قبضہ کرلیا۔

اس کے بعد حضرت ابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت یزید بن ابی سفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دمشق میں مناسب جنگی لشکر کے ساتھ چھوڑا اور خود فحل کی طرف پیش قدمی کی۔ فحل کے مقام پر ہرقل کے مشہور سردار سقلار بن مخراق نے لاکھوں کے لشکر کے ساتھ مسلمانوں کا مقابلہ کیا۔ مسلمانوں کے ہاتھوں سے اسی ہزار رومی ہلاک ہوئے جبکہ رومی سردار سقلار بھی مارا گیا باقی فرار ہو گئے۔ مسلمانوں نے فحل فتح کرلیا۔

اس کے بعد حضرت ابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیسان کی طرف پیش قدمی کی۔ بیسان والوں نے خوب مقابلہ کیا مگر ان کی مسلمانوں کے آگے کوئی پیش قدمی نہ چلی اس پر انہوں نے صلح کی درخواست کی جو قبول کرلی گئی، چنانچہ ان پر جزیہ عائد کر کے ان کو امان دے دی گئی۔ اس طرح بیسان بھی مسلمانوں کے ہاتھوں فتح ہو گیا۔

حمص کی فتح

راستے کے دیگر چند مقامات کو فتح کرتے ہوئے حضرت ابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسلامی لشکر کی قیادت کرتے ہوئے حمص کی طرف پیش قدمی کی اور ذوا کلاع کے مقام پر پڑاؤ ڈالا۔ اس کی خبر جب قیصر ہرقل کو ہوئی تو اس نے توذر بطریق کو مسلمانوں پر حملہ کیلئے روانہ کیا جو حمص سے لشکر لے کر مقام مرج روم میں خیمہ زن ہوا۔ پھر قیصر نے ایک اور لشکر شمس بطریق کی سپہ سالاری میں روانہ کیا، دونوں رومی لشکروں نے اسلامی فوج سے مقابلہ کیا، حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھوں شمس بطریق قتل ہو گیا، رومی میدان چھوڑ کر بھاگ گئے اور حمص میں قیصر ہرقل کے پاس جا کر دم لیا، شکست کی خبر سن کر ہرقل حمص سے بھاگا، حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حمص کا محاصرہ کرلیا آخر مجبور ہو کر اہل حمص نے صلح کی درخواست کی جو منظور کرلی گئی، اس طرح مسلمانوں نے حمص فتح کرلیا، حمص کے بعد اسلامی فوج نے شہر حماۃ پر بھی اسی طرح قبضہ کرلیا اس کے بعد شیرز اور معرۃ بھی مسلمانوں نے فتح کرلئے، پھر لاذقیہ کی طرف پیش قدمی کی، عیسائیوں نے مقابلہ کیا اور ان کو شکست ہوئی۔ مسلمانوں نے لاذقیہ پر قبضہ کرلیا اور پھر اسی طرح سلمیہ کو بھی فتح کرلیا۔

معرکہ یرموک

مسلمانوں کی پے درپے فتوحات اور رومیوں کی متواتر شکست سے قیصر بہت غضبناک ہو گیا تھا اور اس نے مسلمانوں کے ساتھ فیصلہ کن اور زبردست جنگ کرنے کا ارادہ کرلیا۔ اس مقصد کیلئے اس نے اپنے تمام ذرائع استعمال کئے اور بہت بڑی تعداد میں فوجوں کو جمع کرلیا۔ ان حالات میں حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے تمام قریبی ساتھیوں اور اسلامی فوج کے افسروں سے مشورہ کیا اور تمام مفتوحہ ممالک کو خالی کر کے دمشق میں اپنی قوت جمع کرنے کا ارادہ کیا۔ اس حکمتِ عملی کے تحت ذمیوں سے جو جزیہ وصول کیا گیا تھا سب واپس کر دیا۔ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حکم سے ارد گرد کے مفتوحہ شہروں کے عاملوں نے بھی جزیہ واپس کر دیا۔ ذمیوں کو یہ باور کرایا گیا کہ چونکہ اب مسلمان ان کی حفاظت کرنے سے مجبور ہیں اس لئے ان سے وصول کردہ جزیہ واپس کیا جاتا ہے۔ ذمی جو کہ مسلمانوں کے حسنِ سلوک سے پہلے ہی متاثر تھے ان پر اس بات کا اس قدر اثر ہوا کہ تمام عیسائی اور یہودی روتے جاتے تھے اور جوش کے ساتھ کہتے تھے کہ اللہ تم کو جلد واپس لائے، یہودیوں نے کہا، تورات کی قسم! ہم جب تک زندہ ہیں قیصر حمص پر قبضہ نہیں کر سکتا۔

اس کام سے فارغ ہو کر حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ دمشق کی طرف روانہ ہو گئے۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اطلاع

حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تمام حالات وواقعات کی اطلاع فوری طور پر حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھجوادی، حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس اطلاع پر کہ مسلمانوں نے رومیوں کے ڈر سے مفتوحہ علاقوں کو چھوڑدیا ہے نہایت رنجیدہ ہوئے مگر جب یہ بتایا گیا کہ یہ کام تمام افسروں کے مشورہ سے کیا گیا ہے تو پوری طرح مطمئن ہوگئے اور فرمایا اللہ تعالیٰ کی مشیت و مصلحت اسی میں ہوگی کہ تمام مسلمان اس رائے پر متفق ہوگئے۔ اس کے بعد حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک خط قاصد کے ہاتھ بھیجا جس میں لکھا تھا کہ میں مدد کیلئے سعید بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایک ہزار کے لشکر کے ساتھ روانہ کر رہا ہوں لیکن فتح و شکست کا انحصار فوج کی قلت و کثرت پر نہیں ہے۔

رومیوں کی فوجیں مسلمانوں پر حملہ آور ہونے کی غرض سے روانہ ہوچکی تھیں اور انہوں نے یرموک سے تین چار منزل کے فاصلے پر پڑاؤ ڈال لیا تھا۔ رومیوں کی اس پیش قدمی کی خبروں سے مسلمانوں نے اپنے باہمی مشوروں کو مزید زیادہ کر دیا۔ ابھی تک حضرت سعید بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی امدادی لشکر لے کر نہ پہنچے تھے۔ حالات کی سنگینی کے پیش نظر حضرت ابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک اور قاصد امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں روانہ کر دیا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک خط قاصد کو دیا اور ہدایت کی کہ خود ایک ایک صف میں جا کر زبانی یہ پیغام پہنچادو۔ خط کی عبارت نہایت پُر اثر تھی:۔

الا عمر يقرئك السلام ويقول لكم با اهل السلام اصدقوا اللقاء و شدو عليهم شد الليوث وليكونوا اهون عليكم من الذر فانا قد علمنا انكم عليهم منصورون

(مسلمانو!) "عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے سلام کے بعد تمہیں یہ پیغام دیا ہے کہ پوری شدت کے ساتھ جنگ کرو اور دشمن پر شیروں کی طرح اس طرح حملہ آور ہو کہ وہ تمہیں چیونٹیوں سے زیادہ حقیر معلوم ہوں۔ مجھے کامل یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ کی مدد تمہارے ساتھ ہے اور آخری فتح تمہاری ہے۔

میدانِ جنگ

یرموک کا میدان جنگ کیلئے منتخب ہو چکا تھا۔ گھمسان کی لڑائی اسی میدان میں ہونا قرار پائی۔ رومیوں نے دو لاکھ کی تعداد میں اپنی فوج اس معرکہ کیلئے تیار کرلی ہوئی تھی جبکہ ان کے مقابلے کیلئے اسلامی فوجوں کی تعداد صرف تیس بتیس ہزار تھی۔ اسلامی فوج میں تقریباً ایک ہزار صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم تھے۔ تقریباً ایک سو صحابہ کرام وہ تھے جو غزوہ بدر میں داد شجاعت دے چکے تھے باقی مجاہدین بھی ایسے قبائل سے تعلق رکھتے تھے جو فنون سپہ گری میں ماہر تھے اور بہادری و دلیری میں مشہور تھے۔

جنگ کا آغاز

رومی فوج بڑے جوش کے ساتھ میدانِ جنگ میں صف آراء ہوئی۔ وہ مسلمانوں کے مقابلے پر اس بات کا تہیہ کر کے آئے تھے کہ فتح حاصل کر کے رہیں گے۔ اس مقصد کیلئے رومیوں کے تیس ہزار سپاہیوں نے اپنے پاؤں میں بیڑیاں پہن لی تھیں تاکہ میدانِ جنگ میں ثابت قدم رہ سکیں اور بھاگ نہ سکیں۔ ان کی دو لاکھ سے زیادہ فوج کی ۲۴ صفیں تھیں جن کے آگے آگے ہزاروں مذہبی رہنما اپنے ہاتھوں میں صلیبیں پکڑ کر فوج کو جوش دلاتے جاتے تھے۔ جب دونوں فوجیں ایک دوسرے کے مقابل صف آراء ہو گئیں تو رومیوں کی طرف سے حملے کا آغاز ہوا۔ شام تک لڑائی ہوتی رہی، رومیوں کو ہر محاذ پر شکست کا سامنا ہو رہا تھا مگر ابھی مکمل طور پر جنگ کا فیصلہ نہ ہو سکا تھا کہ شام کو لڑائی بند ہو گئی۔

فیصلہ کن معرکہ

پہلے دن کے معرکہ سے رومیوں نے اس بات کا اندازہ لگا لیا تھا کہ مسلمانوں پر غلبہ پانا ممکن نہیں ہے۔ چنانچہ انہوں نے سفارت کاری کی کوشش کی، مسلمانوں کی طرف سے حضرت خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ عیسائی فوج کی طرف گئے اور ان کے سردار باہان کو واضح طور پر کہا کہ اگر تم لوگ صلح اور امن کے خواہاں ہو تو پھر جزیہ ادا کرو یا جنگ کیلئے تیار ہو جاؤ۔ رومی سردار اپنی فوج کی کثرتِ تعداد کے گھمنڈ میں تھا، جزیہ دینے سے انکار کیا اور اس طرح رومیوں کی طرف سے صلح کی کوشش مسلمانوں نے بغیر جزیہ لئے منظور نہ کی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ دونوں فوجوں کے مابین ایک زبردست خونی اور فیصلہ کن معرکہ ہوا۔ مسلمان ثابت قدمی، بے جگری اور قوتِ اسلامی کے ساتھ جذبۂ جہاد سے سرشار ہو کر لڑے، رومیوں کے قدم جمے نہ رہ سکے، تقریباً ایک لاکھ عیسائی اس خونریز جنگ میں مارے گئے جبکہ مسلمان شہداء کی تعداد تقریباً تین ہزار تھی۔ قیصر روم انطاکیہ میں تھا اس کو جب رومیوں کی شکست کی خبر ملی تو حسرت و افسوس کی حالت میں شام کو چھوڑ کر قسطنطنیہ کی طرف روانہ ہو گیا۔

فتح کی خوشخبری

حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس عظیم الشان فتح کی خوشخبری لکھ کر حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں مدینہ منورہ بھیجی، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پہلے ہی یرموک کی جانب سے خبر کے منتظر تھے اس لئے جب فتح کی خوشخبری سنی تو بارگاہِ الٰہی میں سجدہ ریز ہو کر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔

یرموک کی فتح مسلمانوں کیلئے بہت بڑی فتح تھی اس کے بعد حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حکم سے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ قنسرین کی طرف بڑھے اور اس کو فتح کر لیا۔ قنسرین کے بعد حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حلب پر چڑھائی کی اور حلب کو فتح کر لیا۔ حلب کی فتح کے بعد حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ انطاکیہ پر حملہ آور ہوئے اور انطاکیہ کا محاصرہ کر لیا۔ شہر والوں نے محاصرہ سے مجبور ہو کر جزیہ کی ادائیگی پر صلح کر لی اور شہر مسلمانوں کے حوالے کر دیا اس طرح انطاکیہ بھی فتح ہو گیا، انطاکیہ کی فتح کے بعد حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسلامی لشکروں کو چاروں طرف مختلف مقامات کی طرف روانہ کر دیا اس طرح مسلمانوں نے جومہ، سرمین، قورس، توزی، تل، غرار، ولوک اور بنج وغیرہ بھی فتح کر لئے۔

بیت المقدس کی مہم

بیت المقدس کی مہم پر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دورِ خلافت میں حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھیجا جا چکا تھا مگر ابھی تک بیت المقدس فتح نہ ہوا تھا۔ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نابلس، لد، عمواس اور بیت جبرین وغیرہ فتح کر لئے تھے اور بیت المقدس کا محاصرہ کئے ہوئے تھے۔ اس دوران حضرت ابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی بیت المقدس کا رُخ کیا اور حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ محاصرے میں شامل ہو گئے، بیت المقدس کے عیسائیوں نے محاصرے سے تنگ آکر ہمت ہار دی اور صلح کی درخواست کی، چنانچہ دونوں طرف سے قاصدوں کی آمد و رفت کا آغاز ہوا۔ مسلمانوں نے صلح پر آمادگی کا اظہار کیا۔ عیسائی بھی رضامند تھے مگر انہوں نے اس بات کی خواہش کی کہ صلح میں یہ شرط لازمی ہو گی کہ امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ خود یہاں آکر اپنے ہاتھ سے معاہدہ تحریر فرمائیں چنانچہ اس صورتحال کی اطلاع ایک خط کے ذریعہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دی گئی۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جلیل القدر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے مشورہ کیا۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مشورہ دیتے ہوئے فرمایا کہ عیسائی اب مغلوب ہو چکے ہیں اور ان میں مقابلے اور مدافعت کی ہمت و طاقت نہیں رہی اس لئے آپ ان کی درخواست کو رد کر دیں تو ان کو اور بھی ذِلت ہو گی اور عیسائی یہ سمجھ کر مسلمان ان کو بالکل حقیر سمجھتے ہیں بغیر کسی شرط کے ہتھیار ڈال دیں گے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میرا مشورہ تو یہ ہے کہ آپ کو ضرور جانا چاہئے، چنانچہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مشورہ کو پسند فرمایا اور بیت المقدس کی طرف جانے کیلئے تیاری میں مصروف ہوئے۔

فتح بیت المقدس

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مدینہ منورہ میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنی جگہ پر مقرر فرمایا۔ طبری کی روایت کے مطابق حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنا نائب مقرر فرمایا اور بیت المقدس کے سفر پر نہایت سادگی کے ساتھ روانہ ہو گئے، مقام جابیہ میں اسلامی افواج کے سرداروں نے آپ کا استقبال کیا۔ حضرت یزید بن ابی سفیان، حضرت ابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پُر جوش استقبال کیا۔ آپ نے ان سپہ سالاروں کے جسم پر خوبصورت لباس دیکھے تو بہت غضبناک ہوئے اور فرمایا کہ تم لوگوں نے بہت جلدی عجمیوں کی ہیئت اختیار کر لی ہے۔ سپہ سالاروں نے عرض کیا کہ ہمارے ان لباسوں کے نیچے ہتھیار موجود ہیں اور ہم عربی اخلاق پر قائم ہیں۔ یہ سن کر آپ کو تسلی ہوئی اور فرمایا کہ پھر کوئی حرج نہیں۔ جابیہ میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دیر تک قیام فرمایا اور اسی مقام پر بیت المقدس کا معاہدہ صلح بھی ضبط تحریر میں لایا گیا۔ صلح نامہ پر حضرت خالد بن ولید، حضرت عمرو بن العاص، حضرت عبد الرحمٰن بن عوف اور حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے بطورِ گواہ دستخط ہوئے۔ اس طرح بیت المقدس بغیر کسی جنگ کے مسلمانوں نے فتح کر لیا۔

بیت المقدس میں قیام

معاہدہ کی تکمیل کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیت المقدس میں تشریف لے گئے۔ عیسائیوں کے چرچ کا دورہ کیا جب نماز کا وقت ہوا تو عیسائیوں نے اپنی خوشی سے بیت المقدس میں نماز پڑھنے کی اجازت دی مگر آپ نے اس خیال سے کہ کہیں بعد میں آنے والے لوگ عیسائی عبادت گاہوں میں دست اندازی کرنے کی غرض سے اس بات کو حجت قرار نہ دے دیں باہر نکل کر نماز ادا کی۔

چونکہ اس شہر میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قیام کو کافی دن ہو گئے تھے اور امیر المومنین کی وجہ سے اسلامی افواج کے اکثر افسران اور عمال بھی یہاں پر جمع ہو گئے تھے، ایک دن حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسلامی لشکروں میں موجود حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مخاطب ہو کر فرمایا، ہمارے سردار بلال (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)! آج مسلمانوں کے قبلہ اوّل پر اسلامی پرچم لہرایا ہے اگر اس پُر عظمت موقع پر آپ اذان دیں تو ہم آپ کے شکر گزار ہوں گے چونکہ وہاں پر موجود مسلمانوں کے دل میں بھی یہی خواہش مچل رہی تھی کہ اس موقع پر حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ اذان دیں اور حضور سرورِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دور کی یاد تازہ ہو جائے اس لئے ان سب کی نگاہیں حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف اُٹھ گئیں۔

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ بولے، امیر المومنین! میں نے عہد کیا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد کسی کیلئے اذان نہ دوں گا، مگر آج آپ کے ارشاد کی تعمیل کرتے ہوئے اذان دیتا ہوں، چنانچہ اذان کیلئے کھڑے ہو گئے، جب اللہ اکبر اللہ اکبر کی صدا فضا میں بلند ہوئی تو جو مسلمان وہاں پر موجود تھے ان کی حالت عجیب ہو گئی۔ انتہائی رِقت انگیز منظر پیدا ہو گیا تھا جوں جوں اذان کہتے جاتے تھے، سننے والے مسلمان زار و قطار روتے جاتے تھے۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو حضور سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دور مبارک کا سماں یاد آ گیا جب بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ "اشھد ان محمد رسول اللہ" پر پہنچے تو صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی ہچکیاں بندھ گئیں۔ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اذان مکمل کی اور بڑی مشکل سے عاشقانِ رسول کے دلوں کو قرار آیا۔ حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ روتے روتے بے تاب ہو گئے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حالت دیدنی تھی، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس قدر روئے کہ ہچکی بندھ گئی اور اذان ختم ہونے کے کافی دیر بعد تک مغموم رہے۔

طاعون کی وباء

یہ ۱۷ھ کے آخری دِنوں کا واقعہ ہے کہ عراق، شام اور مصر میں طاعون کی وباء پھوٹ پڑی اور پھر ۱۸ھ کے آغاز میں یہ مرض شدت اختیار کر گیا، اس کے ساتھ ہی سرزمین عرب میں قحط پڑ گیا، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جب طاعون پھیلنے کی خبر ملی تو آپ اس کی تدبیر اور انتظام کیلئے خود روانہ ہوئے۔ مقام سرغ میں حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دیگر سردارانِ لشکر کے ہمراہ استقبال کیا۔ یہاں پہنچ کر آپ کو بیماری کی شدت کے بارے میں علم ہوا۔ بعض صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے عرض کیا کہ آپ آگے طاعون زدہ علاقے میں تشریف نہ لے جائیں۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ میں نے حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، جس جگہ وباء پھیلی ہو وہاں پر نہ جاؤ اور اگر اتفاق سے اس مقام پر وبا پھیل جائے جہاں پر کہ تم موجود ہو تو وہاں سے نہ بھاگو۔ اس حدیثِ پاک کو سن کر حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ مدینہ طیبہ کی طرف واپس ہو گئے اور اسلامی لشکر کے سرداران کو اس بات کی ہدایت فرمائی کہ ہر ممکن طریقے سے اس وباء کے انسداد کی تدابیر اختیار کی جائیں۔

طاعون کی اس وباء کا تقریباً پچیس ہزار مسلمان شکار ہوئے، بہت سے جلیل القدر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اس مرض کے باعث انتقال کر گئے، حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے انتقال کے بعد حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ جانشین ہوئے، ان کے انتقال کے بعد حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ مقرر ہوئے، طاعون کے مرض کی وجہ سے انتقال کرنے والوں میں حضرت ابو عبیدہ اور معاذ بن جبل کے علاوہ حضرت یزید بن ابی سفیان، حضرت حارث بن ہشام، حضرت سہیل بن عمرو اور حضرت عتبہ بن سہیل رضی اللہ تعالیٰ عنہم شامل تھے، اس زبردست وباء کے باعث اسلامی فوج کی تعداد بہت کم ہو کر رہ گئی تھی، حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایسے حالات میں مدینہ منورہ سے شام کا رُخ کیا اور ایلہ کی طرف روانگی اختیار فرمائی۔ (طبری)

فتح قیساریہ

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے انتقال کے بعد حضرت یزید بن ابی سفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو قیساریہ کی مہم پر جانے کا حکم دیا چنانچہ وہ اپنے ساتھ سترہ ہزار اسلامی لشکر لے کر قیساریہ کی طرف روانہ ہوئے اور قیساریہ کا محاصرہ کر لیا۔ طاعون کے مرض کے باعث حضرت یزید بن ابی سفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیمار ہوئے تو اپنے بھائی امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنا قائم مقام مقرر کیا اور دِمشق چلے آئے۔ دمشق میں ان کا انتقال ہوا۔ چنانچہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس شہر کا محاصرہ کر لیا۔ کافی مدت تک شہر پر قبضہ نہ ہو سکا۔ آخر کار حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھوں قیساریہ فتح ہو گیا۔ (بلاذری)

جزیرہ کی فتح

جزیرہ کی مہم سر کرنے کیلئے حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسلامی فوج کے سرداروں کی تعیناتی خود فرمائی۔ اوّل حضرت عبد اللہ بن المعتم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قیادت میں پانچ ہزار کا لشکر تکریت کی طرف روانہ کیا، زبردست محاصرے اور تقریباً دو درجن حملوں کے بعد بھی شہر فتح نہ ہوا تو حضرت عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وہاں کے عربوں کو غیرت دلاتے ہوئے خفیہ طور پر پیغام بھیجا کہ تم لوگ عرب ہو کر عجم کی غلامی گوارا کر رہے ہو۔ اس پیغام کا یہ اثر ہوا کہ عربوں نے ان کا ساتھ دینے کا فیصلہ کر لیا چنانچہ جب حضرت عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حملہ کیا تو پیچھے سے عربوں نے عجمیوں پر حملہ کر دیا۔ اس طرح مسلمانوں کو فتح حاصل ہوئی۔ اس کے بعد ۱۷ھ میں حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حکم سے جزیرہ کی طرف مزید اسلامی لشکر کو روانہ کیا۔ اس مہم پر حضرت عیاض بن غنم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پانچ ہزار کی جمعیت سے مامور کیا۔

یہ جزیرہ کی طرف بڑھے۔ راستے میں شہر رہا کے نزدیک پڑاؤ ڈالا۔ یہاں کے حاکم نے جزیہ کی ادائیگی پر صلح کر لی۔ اس کے بعد رقہ، حران، نصیبین، سمساط، میافارقین، سروج، قرقیسا، زوزان اور عین الوردۃ کو فتح کرتے ہوئے تمام جزیرہ پر قبضہ کر لیا۔

اہواز کی فتح

جنگ قادسیہ میں ایرانیوں کی زبردست شکست کے باعث مشہور سردار ہرمزان میدان قادسیہ سے راہِ فرار اختیار کر کے صوبہ اہواز کے صدر مقام خوزستان میں آ کر اس صوبہ کے تمام شہروں پر قابض ہو کر مسلمانوں کے مقابلے کیلئے فوجیں اِکٹھی کرنے میں مصروف ہو گیا۔ اسلامی فوج نے اس پر چڑھائی کی اسے شکست سے دوچار کیا۔ ہرمزان نے جزیہ کی ادائیگی پر صلح کر لی۔ مگر تھوڑے ہی دِنوں کے بعد اس نے بغاوت اختیار کی۔ اسلامی فوجوں نے پھر اس کی سرکوبی کی اور اس نے مجبور ہو کر جزیہ کی ادائیگی پر صلح کر لی۔ اس کے باوجود ہرمزان کی طرف خطرہ موجود تھا کیونکہ وہ باز نہیں آ رہا تھا۔ آخرکار حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس خطرے کی بیخ کنی کرنے کے احکامات صادر فرمائے اور اس سلسلہ میں دربارِ خلافت سے ایک قاصد حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں پہنچا۔ دوسری طرف فارس کے شہنشاہ یزدگرد نے مسلمانوں پر چڑھائی کرنے کی غرض سے بہت سی فوجیں اِکٹھی کر لی تھیں اور ہرمزان مکمل طور پر یزدگرد کے عزائم کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کیلئے کوشاں ہو چکا تھا۔ ان حالات میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بصرہ کی افواج کا سردار بنا کر روانہ کیا۔ حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کمان میں اسلامی فوج نے تستر پر چڑھائی کی اور حرکت کے قریب پہنچ کر معرکوں کا آغاز ہوا۔ ہرمزان کے ساتھ بہت سے معرکے میدانِ جنگ میں ہوئے آخرکار مسلمانوں نے تستر فتح کر لیا۔ ہرمزان بھاگ کر تستر کے قلعہ میں پناہ گزین ہو گیا۔ مسلمانوں نے جب قلعہ پر چڑھائی کی تو ہرمزان کو اپنی جان کے

لالے پڑگئے اس نے قلعہ کے برج پر چڑھ کر کہا کہ میرے ترکش میں اب بھی سو تیر ہیں، جب تک اتنی لاشیں یہاں پر بچھانہ لوں گا ہر گز گرفتار نہ ہوں گا۔ مگر ایک شرط پر میں گرفتاری دینے کیلئے تیار ہوں کہ تم لوگ مجھے مدینہ منورہ پہنچادو اور امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو بھی فیصلہ فرمائیں۔ ہرمزان کی اس شرط کو حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے منظور کر لیا۔

ہرمزان کا قبولِ اسلام

اس کے بعد حضرت انس بن مالک اور حضرت احنف بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور چند دیگر افراد کے ہمراہ ہرمزان کو مدینہ منورہ بھیجا گیا۔ ہرمزان زرق برق لباس پہنے ہوئے اور بیش قیمت تاج سر پر سجائے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے پہنچا تو آپ نے ایسے بڑے سردار کو گرفتاری کی حالت میں دیکھ کر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا پھر ہرمزان سے فرمایا کہ تم نے کئی مرتبہ بدعہدی کی تم ہی بتاؤ کہ اس کی پاداش میں تمہارے ساتھ کس طرح کا سلوک کیا جائے اور کیا تم اپنی صفائی اور معذرت میں کچھ کہنا چاہتے ہو؟

ہرمزان نے کہا، عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)! جب تک خدا ہمارے ساتھ تھا تم ہمارے غلام تھے، اب خدا تمہارے ساتھ ہے اور ہم تمہارے غلام ہیں۔ یہ کہہ کر اس نے پینے کیلئے پانی مانگا، ہرمزان نے پانی کا پیالہ ہاتھ میں پکڑ کر کہا کہ مجھے ڈر ہے کہ کہیں تم مجھے پانی پینے کی حالت میں قتل نہ کردو۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا، تم بالکل فکر نہ کرو جب تک پانی نہ پی لوگے اس وقت تک تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچایا جائے گا۔ ہرمزان نے یہ سنتے ہی پیالہ ہاتھ سے رکھ دیا اور کہا کہ میں پانی نہیں پیتا اور اس شرط کی وجہ سے تم اب مجھے قتل نہیں کرسکتے کیونکہ تم نے مجھے امان دے دی ہے، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کی یہ بات سن کر فرمایا کہ تم جھوٹ بولتے ہو میں نے تجھے کوئی امان نہیں دی۔

اسی اثناء میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ بولے کہ امیر المومنین! ہرمزان درست کہتا ہے کیونکہ ابھی آپ نے یہ فرمایا ہے کہ جب تک پانی نہیں پی لوگے اس وقت تک تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچایا جائے گا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہرمزان کی حکمتِ عملی پر حیران رہ گئے اور ہرمزان کی طرف دیکھا، ہرمزان نے فوراً کلمہ توحید پڑھا اور کہا کہ میں پہلے ہی اسلام قبول کرچکا تھا مگر یہ تدبیر اس لئے کی کہ کہیں لوگ یہ نہ کہیں کہ میں نے تلوار کے ڈر سے اسلام قبول کیا۔ ہرمزان کے قبولِ اسلام سے حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ بہت خوش ہوئے اور اسے مدینہ طیبہ میں رہنے کی اجازت مرحمت فرمائی۔ اور اس کی دو ہزار سالانہ تنخواہ مقرر کردی۔ اکثر و بیشتر فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فارس کی مہمات میں ہرمزان سے مشورہ لیا کرتے تھے۔

مصر کی فتح

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب بیت المقدس تشریف لے گئے تھے تو حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ سے مصر پر لشکر کشی کرنے کی اجازت حاصل کرلی تھی اور چار ہزار فوج ان کی کمان میں دے دی اور حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے لشکر کی کمان کرتے ہوئے مصر کی طرف بڑھے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کی کمک کیلئے حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قیادت میں مزید دس ہزار فوج بھیجی۔ اس فوج کے ساتھ حضرت عبادہ بن صامت، حضرت مقداد بن عمرو، حضرت سلمہ بن مخلد رضی اللہ تعالیٰ عنہم بھی تھے۔ ان دِنوں مصر کا بادشاہ مقوقس تھا جو قیصر کا باجگزار تھا۔ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مصر کی طرف پیش قدمی کرتے ہوئے فسطاط کا محاصرہ کرلیا جہاں پر کہ مقوقس مقیم تھا۔ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ہدایت کے موافق ایک سفارت مصر کے بادشاہ کے پاس بھیجی تاکہ مقوقس تین شرائط یعنی اسلام، جزیہ یا جنگ ان تینوں میں سے جو بھی قبول کرے۔

جو وفد شاہ مصر مقوقس کے پاس گیا وفد کی قیادت حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کر رہے تھے۔ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی رنگت سیاہی مائل تھی، یہ اسلامی وفد جب مقوقس کے دربار میں پہنچا تو مقوقس جناب عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھ کر ڈر گیا اور کہنے لگا، کیا مسلمان اسی طرح کے ہوتے ہیں؟ یہ کیا ہمارے ساتھ لڑیں گے؟ مقوقس نے یہ بات انتہائی رعونت آمیز انداز میں کہی۔ مقوقس نے اور بھی اس طرح کی باتیں کیں جن سے وہ اپنا رعب قائم کرنا چاہتا تھا۔ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مقوقس کی باتیں سن کر فرمایا، اے شاہ مصر! تمہاری باتیں میں نے سن لی ہیں اب میری باتیں سنو۔ جن لوگوں کے پاس سے میں آیا ہوں ان میں میری طرح کے مزید ایک ہزار آدمی موجود ہیں بلکہ ان کی رنگت مجھ سے بھی زیادہ سیاہ ہے اور شکل مجھ سے زیادہ ہیبت ناک اور جلالی ہے۔ اگر تم ان کو دیکھ لو تو تمہاری کیا کیفیت ہو؟ میں تمہیں اپنی بات بتاتا ہوں اگرچہ میں بوڑھا ہوں اور میری جوانی رُخصت ہو چکی ہے لیکن اللہ کا شکر ہے کہ اس نے مجھ میں اتنی قوت بھر دی ہے کہ میں اکیلا سو آدمیوں پر بھاری ہوں۔ یہی حالت میرے تمام ساتھیوں کی ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ ہمارا اصل مقصد اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کرنا ہے اور یہ سب کچھ ہم رضائے الٰہی کی خاطر کرتے ہیں۔ ہم کسی دنیاوی لالچ یا ملک گیری کی ہوس کیلئے جہاد نہیں کرتے۔ اللہ تعالیٰ نے مالِ غنیمت کو ہمارے لئے حلال کر دیا ہے اس لئے ہمیں دنیاوی مال کی طمع نہیں ہے۔ ہمارے پاس ایک دِرہم ہو یا لاکھوں درہم، ہمیں کوئی فرق نہیں پڑتا۔ ہم دونوں صورتوں میں راضی رہتے ہیں۔ دنیا کی نعمتیں ہمارے لئے کچھ اہمیت نہیں رکھتیں۔ ہمارے لئے حقیقی نعمت آخرت کا آرام ہے، ہمارے پیارے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہم سے عہد لیا ہے کہ ہم دنیا کے مال سے صرف اتنا ہی لیں جس سے بھوک مٹ جائے اور ستر کو ڈھکا جا سکے۔

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تقریر سن کر مقوقس پر سکتہ طاری ہو گیا اس کے گمان میں بھی یہ بات نہ تھی کہ اس کی باتوں کا اس قدر جرأت مندانہ جواب دیا جائے گا لیکن چونکہ وہ ایک بادشاہ تھا اور اسے اپنی فوجوں اور طاقت کا پورا پورا گھمنڈ تھا اس لئے کہنے لگا جو کچھ تم نے اپنے اور اپنے ساتھیوں کے بارے میں کہا ہے میں نے سن لیا۔ یہ ٹھیک ہے کہ تم لوگ اپنی اپنی صلاحیتوں کی وجہ سے ہم پر غلبہ حاصل کرتے رہے ہو اور دنیا کی کوئی بھی قوم تم سے مقابلے کی تاب نہ لا سکی لیکن یاد رکھو! تم لوگوں کا مقابلہ اب مجھ سے ہے اور تم مجھ سے ہرگز مقابلہ نہیں کر سکتے، میں نے تمہارے مقابلے کیلئے ایک بہت بڑی فوج کو جمع کر رکھا ہے، تم اپنے مقصد میں ہرگز کامیاب نہیں ہو سکتے، اس لئے تمہاری بھلائی اسی میں ہے کہ میں تم میں سے ہر ایک آدمی کو دو دو دینار اور تمہارے خلیفہ کو ایک ہزار دینار دیتا ہوں اس کو قبول کرو اور اپنے ملک کی راہ لو۔

شاہ مصر مقوقس کی باتیں سن کر حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ جلال میں آگئے اور فرمایا اے بادشاہ! تم اور تمہارے ساتھی کسی غلط فہمی میں مبتلا نہ رہیں، تم ہمیں اپنی بہت بڑی فوج سے ڈراتے ہو۔ میں اللہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ ہمیں تم لوگوں کی ذرہ برابر بھی پرواہ نہیں ہے بلکہ تمہاری باتوں نے ہمارے جذبۂ جہاد کو مزید ابھار دیا ہے اب ہم ان دو نعمتوں میں سے ایک نعمت تو ضرور حاصل کر کے رہیں گے۔ اگر ہم نے تم پر فتح پالی تو ہمارے ہاتھ بے شمار مالِ غنیمت آئے گا اور اگر ہم تم پر غلبہ نہ حاصل کر سکے تو پھر شہادت کی نعمت سے بہرہ مند ہونگے، اس طرح ہمیں آخرت کی دولت ملے گی اور اے بادشاہ! یاد رکھو ہم میں سے کوئی مسلمان بھی ایسا نہیں ہے جو صبح و شام اللہ تعالیٰ سے اپنے شہید ہونے کی دعا نہ مانگتا ہو۔

مصر کا شاہ مقوقوس حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی باتیں سن کر ہکا بکا رہ گیا اسے یقین نہیں آرہا تھا کہ مسلمان اس قدر دلیر اور ارادے کے پکے ہیں۔ لیکن مقوقس کو اپنی فوجوں کی طاقت پر ناز تھا وہ سمجھتا تھا کہ مٹھی بھر مسلمانوں کو شکست دینا کوئی بڑی بات نہیں وہ اپنی عددی برتری کی بناء پر بڑے ہی زعم میں مبتلا تھا آخرکار مسلمانوں اور عیسائیوں کے مابین جنگ چھڑ گئی اور پھر دنیا نے دیکھا کہ مسلمانوں نے اپنی تعداد میں کمی کے باوجود شاہ مصر کی فوجوں کے چھکے چھڑا دیئے۔ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فرمائی ہوئی باتیں سچ ثابت ہوئیں۔ مسلمانوں نے جذبہ ایمانی سے سرشار ہو کر ایسی بے جگری سے جہاد میں حصہ لیا کہ شاہ مصر مقوقس کا غرور خاک میں مل گیا۔ مقوقس نے مسلمانوں کا غلبہ دیکھ کر صلح کی درخواست کی جو کہ منظور کر لی گئی اور مسلمان فتح یاب ہو گئے۔

اسکندریہ کی فتح

ہرقل کو جب مقوقس کی ہزیمت کی خبر ملی تو وہ بہت آگ بگولہ ہوا اور اس نے مقوقس کو لکھ کر بھیجا کہ اگر قبطیوں میں مسلمانوں کا مقابلہ کرنے کی ہمت نہیں تھی تو کیا رومیوں کی تعداد کم تھی، چنانچہ اس نے اسی وقت ایک بہت بڑی فوج مسلمانوں کے مقابلے کیلئے روانہ کردی جس نے اسکندریہ میں پڑاؤ ڈالا۔ اسلامی فوج بھی رومیوں پر چڑھائی کرنے کی غرض سے اسکندریہ کی طرف بڑھی، یہ دیکھ کر رومی قلعہ بند ہوگئے اور مسلمانوں نے قلعہ کا محاصرہ کرلیا، رومی کبھی کبھار قلعہ سے باہر نکل کر لڑتے تھے ایک دن زبردست معرکہ ہوا۔ مسلمانوں نے اس بے جگری سے حملہ کیا کہ رومیوں کو پسپا کرتے ہوئے قلعہ کے اندر گھس گئے۔ کافی دیر تک قلعہ کے صحن میں لڑائی ہوتی رہی، آخر رومیوں نے سنبھل کر پوری قوت سے حملہ کیا اور مسلمانوں کو باہر دھکیل دیا اور پھر قلعہ کے دروازے بند کردیئے۔ اتفاق سے حضرت عمرو بن العاص، حضرت مسلمہ بن مخلد اور حضرت عمرو بن العاص کے غلام حضرت وردان رضی اللہ تعالیٰ عنہم رومیوں کے نرغے میں پوری طرح گھر گئے اور قلعہ سے باہر نکلنے میں کامیاب نہ ہوسکے۔

ان تینوں شخصیات نے عام مسلمانوں جیسے کپڑے پہن رکھے تھے، سپہ سالار اور عام سپاہی والی کوئی امتیازی نشانی ان میں موجود نہیں تھی، رومیوں نے تینوں کو معمولی سپاہی سمجھ کر گرفتار کرلیا اور ان کو اپنے سپہ سالار کے پاس لے جاکر پیش کیا۔ رومی سپہ سالار نے ان کی طرف انتہائی حقارت بھری نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا، تم مفلوک الحال، بھوکے اور جاہل عربوں نے کیا فتنہ برپا کر رکھا ہے۔ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بڑی جرأت اور دلیری سے جواب دیا، ہم فتنہ برپا کرنے کیلئے نہیں آئے بلکہ ہم تو ان قوموں کو کفر کی پستیوں سے نکال کر اسلام کی بلند و بالا روشن منزل کی طرف لانے کیلئے آئے ہیں جو کفر و الحاد کے اندھیروں میں ڈوبی ہوئی ہیں۔ ہم تو اپنے ساتھ اسلام کی دولت لے کر آئے ہیں۔ جس کو ہم ہر ایک قوم کے سامنے پیش کرتے ہیں۔ اگر تم اس بابرکت دولت کو حاصل نہیں کرنا چاہتے اور ہماری دعوتِ اسلام کو قبول کرنے سے انکار کرتے ہو تو پھر تم جزیہ ادا کرو اس کے بعد ہم تم لوگوں کو اپنی پناہ میں لے کر اس ملک کو تمہارے لئے امن گاہ بنادیں گے۔

رومی سپہ سالار حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اس قدر جرأت مندانہ جواب سن کر بڑا حیران ہوا اور اپنے ساتھی رومی افسروں سے کہنے لگا، معلوم ہوتا ہے کہ یہ شخص مسلمانوں کا سپہ سالار ہے جو اس قدر دلیری سے بات کر رہا ہے۔ میرے خیال میں بہتر ہے کہ ہم اس کو قتل کردیں تاکہ اسلامی لشکر میں ہماری دہشت پھیل جائے۔ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا غلام وردان رومی زبان جانتا تھا وہ سمجھ گیا کہ اب ضرور رومی حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو قتل کردیں گے اس لئے حضرت وردان نے حکمتِ عملی سے کام لیتے ہوئے رومیوں کو غلط فہمی میں ڈالنے کی غرض سے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے منہ پر ایک زوردار تھپڑ مار دیا اور کہا، اے بے ادب! تیری یہ جرأت کہ تو اس قسم کی بات کرے؟ کس نے تجھ کو اس بات کا اختیار دیا ہے کہ مسلمانوں کی طرف سے ایسی باتیں افسروں اور سپہ سالار کے سامنے کہے، خاموش رہ اور ایسی باتیں کرنا تمہیں زیب نہیں دیتا۔

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت وردان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حکمتِ عملی کو سمجھ گئے اور خاموشی اختیار فرمائی۔ اس کے بعد حضرت مسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بات شروع کرتے ہوئے فرمایا، بے شک ہم کو اس طرح کی باتیں کرنے کا کوئی حق نہیں۔ اس کے ساتھ ہی حضرت مسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رومیوں سے فرمایا کہ اگر آپ لوگ مناسب خیال کریں تو اپنی طرف سے چند لوگوں کو اسلامی لشکر کی طرف بھیجیں، ہو سکتا ہے کہ کوئی ایسی صورت نکل آئے جس سے صلح ممکن ہو جائے اور ایسا صرف بات چیت کے ذریعے ہی ہو سکتا ہے، ہم یہ بات اچھی طرح جانتے ہیں کہ مسلمان سپہ سالار جنگ کی بجائے صلح کو زیادہ پسندیدگی کی نظر سے دیکھتے ہیں۔ رومی جو کہ مسلمانوں کے زبردست محاصرے سے اکتائے ہوئے تھے اس بات سے ان کو اُمید کی کوئی کرن نظر آئی اور انہوں نے اس معاملے پر غور کرتے ہوئے کہا کہ یہ بڑی مناسب بات ہے۔ ہم پھر یہ کرتے ہیں کہ تم کو چھوڑ دیتے ہیں تم تینوں جا کر اسلامی لشکر کے سپہ سالار سے بات کرو، اگر وہ صلح کرنا چاہتے ہیں تو ہم اس کیلئے خوشی سے تیار ہیں۔ حضرت مسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رومی سپہ سالار کا شکریہ ادا کیا، چنانچہ رومیوں نے تینوں شخصیات کو چھوڑ دیا۔ جب یہ تینوں قلعے سے باہر نکل کر اپنے لشکر کی طرف آئے تو دیکھا کہ مسلمان حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے ساتھیوں کے پکڑے جانے کی وجہ سے بڑی پریشانی کے عالم میں تھے، جیسے ہی مسلمانوں نے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو زندہ سلامت واپس تشریف لاتے دیکھا تو خوشی سے نعرہ تکبیر کی صدائیں بلند کرنے لگے۔ رومیوں نے قلعہ کے اندر سے جب مسلمانوں کے خوش کن نعروں کو سنا تو وہ ساری بات سمجھ گئے اور آپس میں کہنے لگے کہ مسلمان سپاہی اپنے جرنیل کو حکمتِ عملی سے کام لے کر ہم سے چھڑا کر لے گئے ہیں۔ (تاریخ اسلام، مقریزی)

ادھر امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اسکندریہ کے محاصرے کی طوالت سے بہت پریشانی لاحق ہوتی جارہی تھی چنانچہ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نام ایک خط تحریر فرمایا کہ شاید تم لوگ وہاں پر عیسائیوں کی طرح آرام طلب ہو گئے ہو، ورنہ فتح میں اتنی زیادہ دیر نہ ہوتی۔ میرا خط جس وقت پہنچے تمام فوج کو جمع کر کے جہاد کے موضوع پر خطبہ دو اور پھر اس طرح دشمن پر حملہ کرو کہ جن کو میں نے افسر مقرر کر کے روانہ کیا تھا فوج کے ہر اول دستے میں ہوں اور پوری فوج یک دم دشمن پر ٹوٹ پڑے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بھیجا ہوا خط ملتے ہی حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ساری فوج کو اِکٹھا کر کے جہاد کے موضوع پر نہایت پُر اثر خطاب کیا، جس سے فوج میں زبردست جوش و خروش ابھرا۔ اس کے بعد حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جو کہ برسوں رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صحبت میں رہنے کا شرف حاصل کر چکے تھے بلا کر فرمایا، اپنا نیزہ مجھے دیجئے۔ پھر سر سے عمامہ اُتارا اور نیزہ پر لگا کر ان کے سپرد کرتے ہوئے ارشاد فرمایا، یہ سپہ سالار کا علم ہے اور آج آپ سپہ سالار ہیں۔ اس کے ساتھ ہی حضرت زبیر بن العوام اور حضرت مسلمہ بن مخلد رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو فوج کے ہر اول دستہ پر تعینات کیا اور پھر مسلمانوں نے اس تیاری کے ساتھ قلعہ پر زبردست حملہ کیا کہ ایک ہی زبردست حملہ میں مسلمانوں نے شہر فتح کر لیا۔

فتح کی خوشخبری

اسکندریہ کی فتح کی خوشخبری امیر المومنین کو سنانے کی غرض سے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فوری طور پر معاویہ بن خدیج رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایک تیز رفتار اونٹنی پر سوار کر کے مدینہ منورہ کی طرف روانہ کیا، انہوں نے مدینہ منورہ پہنچ کر حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اسکندریہ کی فتح کی خوشخبری سنائی۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فتح کی خوشخبری سنتے ہی بارگاہِ الٰہی میں سجدہ ریز ہو کر پروردگارِ عالم کا شکر ادا کیا۔

غرض کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے تقریباً ساڑھے دس سالہ دورِ خلافت میں مسلمانوں نے ساڑھے بائیس لاکھ مربع میل رقبہ فتح کر لیا اور اپنے زمانے کی زبردست جنگجو سلطنتوں ایران و روم کو ان کی عددی و حربی برتری کے باوجود شکست سے دوچار کیا اور یہ سب کچھ قوتِ ایمانی کی مضبوطی، جذبۂ جہاد کی سرشاری اور اللہ تعالیٰ کی مدد کی بدولت مسلمانوں کو حاصل ہوا۔

(طبری، تاریخ الکامل، تاریخ اسلام، فتوح الشام، فتوح البلدان، مقریزی، طبقات ابن سعد)

دورِ خلافت کی نمایاں جھلکیاں

خلیفہ دوم امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے دورِ خلافت میں ملکی نظم و نسق کو نہایت خوبی اور احسن طریقہ سے چلایا۔ ملکی معاملات کو بہتر انداز سے چلانے کیلئے خصوصی توجہ سے کام لیا۔ آپ کا دورِ خلافت ایک مثالی دور ہے۔ ذیل میں آپ کے دورِ خلافت کی انتظامی اور دیگر ملکی معاملات کی چند نمایاں جھلکیاں پیش کی جاتی ہیں۔

عمال کی تقرری

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ عمال کی تقرری کے ضمن میں اپنی فطری جوہر شناسی سے کام لیا کرتے تھے۔ عرب میں جو لوگ کسی خصوصی خوبی میں شہرت رکھتے تھے۔ مثلاً حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہ سیاسی معاملات میں ماہر تھے یا حضرت عمرو معدی کرب رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے ان کو ملکی یا فوجی عہدوں کے دینے میں بہت زیادہ پرکھنے کی ضرورت نہ تھی۔ ان کی شہرت نے خود ان کو عہدوں کا حقدار بنا دیا تھا۔ علاوہ ازیں جن لوگوں میں بظاہر کوئی قابلیت دکھائی نہ دی ان کو بھی اپنی فطری جوہر شناسی سے کام لیتے ہوئے مناسب عہدوں پر تعینات فرمایا۔

عمال کا انتخاب

عمال کے انتخاب کے سلسلہ میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہر ممکن احتیاط و مشاورت سے کام لیا کرتے تھے۔ چنانچہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو جمع فرماتے اور ان سے اس معاملہ میں مدد کرنے کیلئے فرماتے۔ ایک مرتبہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو جمع کر کے فرمایا کہ اگر آپ لوگ میری مدد نہ کریں گے تو دوسرا کون کرے گا؟ تمام صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے خوشی کے ساتھ آمادگی ظاہر فرمائی اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسی وقت ابو ہریرہ کو بحرین اور ہجر کا کلکٹر مقرر کر کے روانہ فرما دیا۔

تنخواہ کا معاملہ

عمال چونکہ ملکی خدمات میں اپنا وقت صَرف کرتے تھے۔ اس لئے ضروری تھا کہ ان کی تنخواہ بھی مقرر کی جائے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دورِ خلافت میں حالات کے مطابق عمال کی مختلف تنخواہیں مقرر تھیں۔ مثلاً حضرت عیاض بن غنم رضی اللہ تعالیٰ عنہ حمص کے والی تھے اور ان کو روزانہ ایک اشرفی اور ایک بکری ملتی تھی، جبکہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی اسی عہدے پر متعین تھے اور ان کو اس خدمت کے عوض میں ایک ہزار دینار ماہوار تنخواہ ملتی تھی۔ اسی تفاوت کے باوجود جو بھی تنخواہ تھی وہ ہر ایک کیلئے کافی ہوتی تھی۔

عمال کی تنخواہ کے حوالے سے حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بعض اوقات یہ مشکل بھی پیش آجاتی تھی کہ اکثر عمال کی تنخواہ لینا زہد و تقویٰ کے خلاف سمجھتے تھے لیکن اگر اس ایثار پر سلطنت کے کاروبار کی بنیاد رکھی جاتی تو آئندہ چل کر مختلف دشواریاں پیش آتیں۔ اس لئے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس روش کو ہر طرح سے ختم کرنا چاہا۔ چنانچہ ایک مرتبہ حضرت عبداللہ بن سعدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو ان سے فرمایا کہ مجھے یہ اطلاع ملی ہے کہ تم بعض ملکی خدمات انجام دیتے ہو اور جب تمہیں اس کام کا معاوضہ دیا جاتا ہے تو ناپسند کرتے ہو۔ انہوں نے کہا، ہاں، میرے پاس گھوڑے ہیں اور میری حالت اچھی ہے اس لئے میں چاہتا ہوں کہ مسلمانوں کی ایسے ہی خدمت انجام دوں۔ آپ نے فرمایا، ہرگز ہرگز نہ کرو، میں نے بھی رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں ایسا کیا تھا مگر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس مال کو لے کر مالدار بنو اور صدقہ کرو، جو مال بغیر حرص و سوال کے مل جائے اس کو لے لو اور جو نہ ملے اس کے پیچھے نہ پڑو۔ (مسند ابن حنبل، ابوداؤد کتاب الخراج)

عمال کی تقرری میں احتیاط

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ عمال کے انتخاب و تقرری کے ضمن میں خصوصی احتیاط سے کام لیتے تھے اور اپنے قبیلے کے کسی شخص کو کوئی عہدہ نہیں دیتے تھے، اپنے خاندان میں صرف نعمان بن عدی کو میسان کا عامل مقرر فرمایا مگر ان کو بھی چند دِنوں کے بعد ایک بہانہ سے معزول فرمادیا۔ (اسد الغابہ)

ہمیشہ تندرست اور صحت مند اشخاص کو ملکی عہدوں پر تعینات فرماتے تھے۔ ایک مرتبہ حضرت سعید بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق پتا چلا کہ ان پر کبھی کبھار غشی طاری ہوجایا کرتی ہے تو ان کو طلب فرما کر دریافت فرمایا جب انہوں نے اس کی معقول وجہ بیان کردی تو ان کو ان کے عہدے پر قائم رکھا۔ (استیعاب)

عمال سے عہد

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ عادتِ مبارکہ تھی کہ جب بھی کسی شخص کو عامل مقرر فرماتے تو اس سے یہ عہد لیا کرتے تھے۔ وہ ترکی گھوڑے پر سوار نہ ہوگا، چھنا ہوا آٹا نہیں کھائے گا، باریک کپڑے نہیں پہنے گا، دروازے پر دربان نہیں رکھے گا اور اہلِ حاجت کیلئے اپنا دروازہ ہمیشہ کھلا رکھے گا۔ جو عمال ان شرائط کی خلاف ورزی کرتے تھے آپ ان کو فوری طور پر معزول فرمادیا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ کہیں تشریف لے جارہے تھے کہ اچانک لوگوں میں سے کسی نے آواز دی، اے عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)! کیا یہ معاہدے تمہیں نجات دلاسکتے ہیں حالانکہ تمہارا عامل عیاض بن غنم (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) باریک کپڑے پہنتا ہے اور دربان رکھتا ہے۔ یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے صورتحال کا جائزہ لینے کیلئے حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھیجا اور ساتھ ہی یہ تاکید بھی فرمائی کہ عامل کو جس حال میں بھی دیکھو اس کو پکڑ کر میرے پاس لے آؤ۔ چنانچہ حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب وہاں پر پہنچے تو دیکھا کہ واقعی دروازے پر دربان ہے۔ یہ اندر گھس گئے اور دیکھا کہ عیاض بن غنم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بدن پر باریک قمیض ہے۔ انہوں نے امیر المومنین کا پیغام دیا اور اپنے ساتھ ان کی خدمت میں چلنے کیلئے کہا۔ عیاض بن غنم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہنے لگے کہ ذرا ٹھہر جائیں میں اپنے بدن پر قبا ڈال لوں۔ فرمایا، اس کی اجازت نہیں ہے۔ چنانچہ اسی حالت میں ان کو امیر المومنین کی خدمت میں پیش کیا گیا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کے بدن سے وہ قمیض اتروائی اور ان کو کرتہ پہننے کیلئے دیا پھر ایک عصا اور بکریوں کا ایک ریوڑ منگا کر حضرت عیاض بن غنم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا، یہ عصا لو اور یہ بکریاں چراؤ۔ انہوں نے کہا، اس سے تو موت بہتر ہے۔ فرمایا گھبرانے کی بات نہیں، تمہارے باپ کا نام غنم اسی لئے رکھا گیا تھا کہ وہ بکریاں چرایا کرتا تھا۔ (عربی میں غنم بکری کو کہا جاتا ہے)۔ (مسند، جلد اوّل، کتاب الخراج)

عمال کا محاسبہ

آپ جب بھی کسی کو شہر یا صوبے کا حاکم مقرر فرماتے تو سب سے پہلے اس کی جائیداد اور دیگر مال و دولت کے بارے میں معلومات کر لیا کرتے تھے۔ اس کے ساتھ ہی جب وہ اپنے عہدہ سے الگ کیا جاتا تو اس کے بعد بھی معلومات کرتے کہ اس کے پاس مال و دولت کی فراوانی ہوئی ہے یا نہیں؟ اگر زیادتی ہوتی تو اس سے باز پرس کرتے تھے اور اگر دورانِ تقرری آپ کو معلوم ہو جاتا کہ حاکم کے پاس غیر معمولی طور پر مال جمع ہو گیا ہے تو آپ اس پر بھی باز پرس فرماتے اور محاسبہ کرتے ہوئے دریافت فرماتے کہ یہ دولت کہاں سے اور کس طرح سے آئی ہے اس محاسبہ کرنے میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کسی سے بھی رعایت نہ فرماتے تھے۔

آپ نے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مصر کا حاکم مقرر کیا ہوا تھا، آپ نے اپنے ذرائع سے معلوم کیا کہ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بہت سی دولت اِکٹھی کر لی ہے۔ آپ نے فوری طور پر حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خط لکھ کر ان کی جواب طلبی فرمائی۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لکھا کہ اے عمرو بن العاص (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)! مجھے اطلاع ملی ہے کہ اس وقت تمہارے پاس جو مال و دولت جمع ہے وہ تمہارے حاکم بننے سے پہلے تمہارے پاس موجود نہیں تھی اور نہ ہی وہ تمہارے وظیفہ کا مال ہے، بتاؤ کہ تمہارے پاس یہ سب کچھ کہاں سے آیا ہے؟ اے عمرو بن العاص! میرے پاس مہاجرین اولین میں سے تم سے بھی بہتر لوگ موجود تھے لیکن میں نے تم کو اس خیال سے مصر کا حاکم مقرر کیا تھا کہ تم مال و دولت سے بے نیاز ہو گے۔ تم مجھے فوراً جواب دو کہ تمہارے پاس یہ دولت کہاں سے آئی۔

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جب امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا خط ملا تو انہوں نے اس خط کے جواب میں لکھا، اے امیر المومنین! میں آپ کے خط کا مدعا سمجھ گیا ہوں اس سلسلہ میں عرض ہے کہ جس مال کا ذکر آپ نے فرمایا ہے وہ میرے پاس اس لئے جمع ہو گیا ہے کہ ہم ایک ایسی سرزمین میں رہتے ہیں جہاں پر چیزیں بہت ارزاں ہیں، دشمنوں سے لڑائیاں وغیرہ بھی کثرت سے ہوتی رہتی ہیں جس کی وجہ سے میرے پاس مال کی کثرت ہو گئی ہے۔ مجھے قسم ہے ربِ ذوالجلال کی! اگر آپ کی خیانت کرنا حلال بھی ہوتا تو میں پھر بھی آپ کی خیانت نہ کرتا۔ جبکہ آپ نے میرے ذمہ امانت لگائی ہے اور پھر ہمارا نسب ایسا ہے کہ جب ہم اس کی طرف خیال کرتے ہیں تو خیانت کا تصور بھی پیدا نہیں ہوتا۔ اے امیر المومنین! اگر آپ کے پاس ایسے لوگ موجود ہیں جو مجھ سے بہتر ہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ میں نے مصر کی حاکمیت کیلئے آپ کے دروازے پر دستک نہیں دی تھی۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جب حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جوابی خط ملا تو آپ نے اس کے جواب میں تحریر فرمایا، اے عمرو بن العاص (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)! جو خط میں نے تمہیں لکھا تھا اس میں جو بات میں نے کہی تھی اس کے پیش نظر میرا کوئی ذاتی مفاد نہ تھا۔ البتہ یہ بات ضرور ہے کہ تم امراء لوگوں کے اموال دبا کر بیٹھ گئے ہو اور اس معاملہ میں تمہارے پاس عذر پیش کرنے کی کوئی کمی بھی نہیں، میں سمجھتا ہوں کہ بلاشبہ اس طرح تم آگ کھاتے ہو اور غار کی طرف تیزی سے جا رہے ہو۔ میں تمہاری طرف محمد بن مسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو روانہ کر رہا ہوں تم اپنے مال کا آدھا حصہ اس کے حوالے کر دو۔ چنانچہ امیر المومنین کے حکم کے مطابق حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مصر پہنچے۔ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کیلئے کھانا تیار کروایا اور ان کو کھانے کی دعوت دی مگر محمد بن مسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس دعوت کو قبول نہ کیا اور کھانا کھانے سے صاف انکار کر دیا اور فرمایا یہ برائی کا آغاز ہے۔ اگر تم مہمان سمجھ کر میرے سامنے کھانا رکھتے تو میں ضرور اس کو کھا لیتا لیکن اب چونکہ میں امیر المومنین کے حکم کے مطابق اس لئے تمہارے پاس آیا ہوں کہ تمہارا محاسبہ کروں اس لئے اس کام میں کھانا کھانے کی ذرا بھی گنجائش نہیں ہے، اس لئے میرے سامنے سے کھانا ہٹا لو۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا محاسبہ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بحرین کے حاکم تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کو تھوڑے ہی عرصہ کے بعد اس عہدہ سے معزول کر دیا اور جواب طلبی کرتے ہوئے واپس بلا لیا۔ چنانچہ جب حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے حاضر ہوئے تو آپ نے ان سے فرمایا، اے ابو ہریرہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)! جب میں نے تم کو بحرین کا حاکم مقرر کیا تھا تو اس وقت تمہارے پاس جوتے بھی موجود نہیں تھے، لیکن اب مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم نے سولہ سو دینار کے گھوڑے خریدے ہیں۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب میں فرمایا کہ میرے پاس گھوڑے تھے جن کے بچے پیدا ہوئے۔ اس کے علاوہ مجھے عطیات بھی وصول ہوئے تھے۔ حضرت عمر نے فرمایا، میں نے تمہاری روزی کیلئے وظیفہ مقرر کر دیا ہے اور اس کے علاوہ جو کچھ تمہارے پاس ہے وہ فالتو ہے لہٰذا واپس کر دو۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا، اس پر آپ کا کوئی حق نہیں ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جلال میں آ گئے اور فرمایا، اللہ کی قسم! اس پر میرا حق ہے اور میں تمہاری پیٹھ پر درے لگاؤں گا۔ یہ فرماتے ہوئے آپ اُٹھے اور دُرہ ہاتھ میں پکڑ کر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس قدر پیٹا کہ وہ لہو لہان ہو گئے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا، میں یہ معاملہ اللہ تعالیٰ پر چھوڑتا ہوں۔ اس پر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمانے لگے، کاش کہ تم نے یہ جائز طریقے سے حاصل کیا ہوتا اور تم اسے اپنی مرضی سے راضی خوشی دے دیتے، اے ابو ہریرہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)! یہ بتاؤ کہ کیا بحرین کے اطراف سے لوگ تمہارے لئے محصول لے کر آتے تھے یا اللہ تعالیٰ اور مسلمانوں کیلئے؟ یہ سن کر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ خاموش ہو گئے۔

مجلسِ شوریٰ

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مہاجرین و انصار کے جلیل القدر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی مجلس شوریٰ قائم کر رکھی تھی۔ اس مجلس شوریٰ میں حضرت عثمان غنی، حضرت علی، حضرت عبد الرحمٰن بن عوف، حضرت معاذ بن جبل، حضرت ابی بن کعب اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہم شامل تھے۔

قاضیوں کو خصوصی ہدایات

آپ کے عہدِ خلافت میں قاضی حضرات کو دیگر ہدایات کے ساتھ ساتھ یہ خصوصی ہدایات بھی دی جاتی تھیں:۔

- سب لوگوں کے ساتھ قاضی کو یکساں سلوک کرنا چاہئے۔
- ثبوت کا فراہم کرنا صرف مدعی پر ہے۔
- اگر مدعا علیہ کے پاس کوئی ثبوت یا گواہی نہیں ہے تو اس سے قسم لی جائے گی۔
- اخلاق کا تقاضا یہ ہے کہ قاضی کو غصہ کرنا اور گھبرانا نہیں چاہئے۔
- ہر مسلمان گواہی دینے کے قابل ہے مگر جو سزا یافتہ ہو یا جس کی جھوٹی گواہی دینا ثابت ہو وہ گواہی دینے کے قابل نہیں۔
- مقدمہ کی پیشی کی ایک تاریخ مقرر ہونی چاہئے۔
- اگر مقررہ تاریخ پر مدعا علیہ حاضر نہ ہو تو مقدمہ اس کے خلاف فیصل کیا جائے گا۔
- فریقین ہر حالت میں صلح کر سکتے ہیں مگر جو امر خلاف قانون ہے اس میں صلح نہیں ہو سکتی۔
- قاضی خود اپنی مرضی سے مقدمہ کے فیصل کرنے کے بعد اس پر نظر ثانی کر سکتا ہے۔

عدالتوں میں رِشوت کا خاتمہ

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عدالتوں کے باقاعدہ قیام کے بعد انسدادِ رِشوت ستانی کے ضمن میں خصوصی توجہ فرمائی اور تمام حکام کے نام یہ تحریر فرمایا:۔

اجعلو الناس عندکم فی الحق سواء قریبھم کبعیدھم وبعیدھم کقریبھم وایاکم والرشی (کنزالعمال)

سب لوگوں کو انصاف میں برابر سمجھو، نزدیک و دور میں فرق و امتیاز نہ کرو اور رِشوت سے بچو۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رِشوت کی روک تھام کی غرض سے قاضیوں کی بہت زیادہ تنخواہیں مقرر فرمائیں اور ان کے ساتھ یہ اصول مقرر فرمایا کہ جو شخص معزز اور مالدار نہ ہو اس کو قاضی مقرر نہ کیا جائے اس کی وجہ یہ لکھی کہ مالدار رِشوت کی طرف راغب نہ ہوگا اور معزز آدمی پر فیصلہ کرنے میں کسی کے رعب و ادب کا اثر نہ پڑے گا۔ اس کے علاوہ آپ نے ہر طرح کی اعلانیہ اور مخفی رشوت کے طریقوں کو بھی بند کرنے کیلئے پیش رفت کی۔ مثلاً حکام کو اگر تجارت کی اجازت دی جائے تو وہ اس کے ذریعے سے بہت کچھ ذاتی فوائد حاصل کر سکتے ہیں۔ ہدیہ بھی رشوت خوری کا ایک ذریعہ ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان تمام طریقوں کا سدِّباب کیا چنانچہ قاضی شریح کو جب عہدہ قضاۃ پر مامور کیا تو ارشاد فرمایا:۔

لا تشتر ولا تبع ولا ترتش

نہ کچھ خریدو، نہ کچھ بیچو اور نہ رِشوت لو۔

آپ کی توجہ ایک واقعہ کی وجہ سے ہدیہ کی طرف اس طرح مبذول ہوئی کہ ایک شخص ہر سال آپ کی خدمت میں اونٹ کی ایک ران ہدیہ کے طور پر بھیجا کرتا تھا۔ ایک مرتبہ وہ کسی مقدمہ میں فریق بن کر دربارِ خلافت میں حاضر ہوا تو کہا، امیر المومنین! ہمارے مقدمہ کا ایسا دوٹوک فیصلہ فرمایئے کہ جس طرح اونٹ کے ران کی بوٹیاں ایک دوسرے سے الگ ہو جاتی ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس ناجائز اشارے کو سمجھ گئے اور اسی وقت تمام عمال کو لکھ بھیجا کہ ہدیہ قبول نہ کرو کیونکہ وہ رشوت ہے۔
(کنزالعمال)

تعزیر و حدود

تعزیر و حدود کے ضمن میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے دورِ خلافت میں بہت سے اقدامات کئے۔ مجرموں کو دی گئی سزاؤں پر عمل درآمد کے سلسلہ میں جو مشکلات پیش آتی تھیں ان کو دور کرنے کیلئے خصوصی اقدامات کئے۔

جیلوں کی تعمیر

حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور تک جیل کی کوئی عمارت تعمیر نہ ہوئی تھی مگر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جیلوں کی تعمیر کروائی ہے سب سے پہلے مکہ مکرمہ میں حضرت صفوان بن امیہ کا مکان چار ہزار درہم میں خرید کر اس کو جیل خانہ بنوایا پھر دیگر اضلاع میں بھی جیلیں بنوائیں، چنانچہ کوفہ کا جیل خانہ بھی تعمیر کروایا۔ (مقریزی، جلد دوم۔ فتوح البلدان)

شرابی کی سزا

آپ نے بعض سزاؤں کو سخت کر دیا، مثلاً حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دورِ خلافت میں شراب نوشی کی سزا چالیس دُرے تھی آپ کے زمانہ خلافت میں شراب نوشی کی کثرت ہوئی تو صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے مشورے سے اسّی درے کر دیئے۔ (مسلم کتاب الحدود، باب الخمر)

اشتہاریوں کی گرفتاری

اشتہاری مجرموں کو پکڑنے کیلئے اعلان و اشتہار دیئے چنانچہ جن غلاموں نے حضرت ام ورقہ بنت نوافل کو شہید کیا تھا ان کی گرفتاری اعلان و اشتہار کے ذریعہ ہی عمل میں آئی تھی۔

پھانسی کی سزا

حضور سرورِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور تک کسی کو سولی کی سزا نہیں دی گئی تھی۔ مگر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بعض مجرموں کو سولی کی سزا دی، چنانچہ اُم ورقہ بن نوافل کے غلاموں نے ان کو شہید کر دیا تو آپ نے ان کو سولی کا حکم دیا اور یہ پہلی سولی تھی جو مدینہ منورہ میں دی گئی۔ اسی طرح ایک ذِمی نے زبردستی ایک مسلمان عورت کی آبروریزی کی تو اس کو بھی سولی کی سزا دی اور فرمایا کہ ہم نے اس بات پر (ان لوگوں سے) کوئی معاہدہ نہیں کیا ہے۔ (ابو داؤد۔ کتاب الخراج)

جلا وطنی کی سزا

اگر اسلام میں جلاوطنی کی سزا کوئی نئی سزا نہیں تھی لیکن اس کا تذکرہ اس لئے ضروری ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے دورِ خلافت میں اس پر کثرت سے عمل کروایا اور گویا یہ سزا کثرت کی وجہ سے ان کی اوّلیات میں قرار پائی۔ جب ایک مرتبہ آپ نے ایک شخص کو جلا وطن کر دیا تو اس نے شام میں جا کر عیسائی مذہب اختیار کر لیا، چنانچہ اس وقت سے جلا وطنی کی سزا موقوف کر دی۔

فوجی انتظامات

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے دورِ خلافت میں فوجی معاملات پر خصوصی توجہ مبذول فرمائی۔ فوج کے انتظام و انصرام اور فوجیوں کو سہولیات کی فراہمی کی غرض سے بعض اقدامات کئے جن کا اسلامی فوج کو بہت فائدہ ہوا۔

مستقل محکمہ

آپ نے فوج کو ایک مستقل محکمہ کی شکل دی، تمام لوگوں کے نام رجسٹر میں درج کروائے اور ان کی تنخواہوں کو مقرر کیا۔

چھاؤنیوں کا قیام

ملک کے مختلف حصوں میں چھاؤنیاں قائم کیں، خاص طور پر سرحدی اور ساحلی مقامات کو نہایت مستحکم اور مضبوط کیا۔ فوجیوں کیلئے بارکوں اور چھاؤنیوں کے بنانے میں ہمیشہ اچھی آب وہوا کا خیال رکھا کرتے تھے۔

فوجیوں کی سہولت

فوج کی آسانی کیلئے بہت سے انتظامات تھے، مثلاً کوچ کی حالت میں فوج کو حکم تھا کہ جمعہ کے دن شب و روز قیام کر کے دم لے لیں اور ہر روز اس قدر مسافت طے کی جائے کہ تھکاوٹ نہ ہونے پائے اور پڑاؤ اس مقام پر ڈالا جائے کہ جہاں پر ضروریاتِ زندگی کی تمام اشیاء مل سکیں۔ فوج کو دوسرے علاقوں میں بھجوانے کیلئے اس بات کا لحاظ رکھتے کہ جو سرد علاقے ہوتے تھے وہاں گرمیوں میں اور گرم علاقوں میں سردیوں کے موسم میں فوجیں روانہ کی جاتیں۔ موسم بہار میں عام طور پر ان مقامات میں فوجیں روانہ کرتے تھے جن کی آب وہوا خوشگوار اور وہ مقامات سرسبز وشاداب ہوں۔ (تاریخ طبری)

افسران کی تقرری

آپ نے فوج کے ساتھ قاضی، افسر خزانہ، محاسب، طبیب، جراح اور مترجم مقرر کئے جو مالِ غنیمت حاصل ہوتا تھا پہلے اس کی تفصیل لکھی جاتی تھی اور محاسب اس کو تقسیم کرتا تھا۔ (طبری)

نادار فوجیوں کی امداد

فوجیوں کو بھتہ دینے کا بھی انتظام تھا جو فوجی نادار و مفلس ہوتا اس کو سواری بھی ملتی تھی۔

چھٹیاں

فوج کے محکمہ میں رُخصت کا باقاعدہ انتظام تھا جو فوجیں دور دراز مقامات پر رہتی تھیں ان کو سال میں ایک مرتبہ ورنہ دو مرتبہ رُخصت ملتی تھی، چنانچہ ایک مرتبہ اس میں تاخیر ہوئی تو فوج خود واپس چلی آئی۔ (ابوداؤد۔ کتاب الخراج)

فوجی اصطبل

فوجی تیاریوں کے ضمن میں ہر جگہ بڑے بڑے اصطبل تعمیر کروائے جن میں چار چار ہزار گھوڑے ہر وقت تیار رہتے تھے تاکہ بوقتِ ضرورت کوئی مشکل پیش نہ آئے۔ کوفہ میں اس کا اہتمام سلمان بن ربیعہ باہلی کے ذمہ تھا اور اس وجہ سے ان کا لقب سلمان الخیل پڑ گیا تھا۔ گھوڑیوں اور اونٹوں کی پرورش کیلئے بہت سی چراگاہیں قائم کرائی گئی تھیں جن کو حمیٰ کہتے ہیں۔ (اسد الغابہ)

اخلاقی قانون

فوج کیلئے ضابطہ اخلاق کی پابندی کرنا ضروری قرار دیا اور اس بات کی ہدایت فرمائی کہ

"اگر وہ تم سے لڑیں تو بد عہدی نہ کرو، خیانت نہ کرو، مقتولین کے اعضاء نہ کاٹو اور بچوں کو قتل نہ کرو۔"

ایک مرتبہ آپ کو معلوم ہوا کہ بعض فوجی امان دے کر بد عہدی کرتے ہیں تو فوج کے سپہ سالار کو لکھا کہ

"مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم لوگ کفار کا تعاقب کرتے ہو اور جب وہ پہاڑ پر چڑھ جاتے ہیں تو ان سے کہتے ہو کہ نہ ڈرو۔ لیکن جب ان پر قابو پا جاتے ہو تو ان کو قتل کر دیتے ہو، اگر اب کوئی شخص اس بد عہدی کا مرتکب ہوا تو اللہ کی قسم! اس کی گردن اڑا دوں گا۔"

(کتاب الخراج۔ مؤطا امام مالک)

تعمیرات

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے عہدِ خلافت میں بہت سی تعمیرات کروائیں جن سے عوام کو فائدہ حاصل ہوا۔ بہت سے نئے شہر بسائے اور عوام کی فلاح و بہبود کے بے شمار کام کئے۔

مہمان خانے

آپ نے شروع شروع میں مسافروں کیلئے کوفہ میں ایک مہمان خانہ قائم کیا اور حکم دیا کہ جو لوگ اطراف ملک سے مسافروں کی حیثیت سے آتے ہیں ان کیلئے ایک مہمان خانہ قائم کیا جائے، چنانچہ جو بھی مسافر باہر سے آتے تھے وہ اسی مہمان خانے میں قیام کرتے تھے۔ (فتوح البلدان)

غلہ کے گودام

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سرکاری غلے کو محفوظ رکھنے کی غرض سے مدینہ منورہ میں دو بڑے بڑے گودام تعمیر کروائے تھے۔ (تاریخ یعقوبی)

شہروں کی تعمیر

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے دورِ خلافت میں بہت سی نہریں بھی تعمیر کروائیں۔ تاریخ کی کتب میں مذکور ہے کہ اہل بصرہ کو شیریں پانی کی بہت تنگی تھی۔ ایک مرتبہ ان کا ایک وفد حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور وفد کے ایک رُکن حنیف بن قیس نے اپنی پُر اثر تقریر میں امیر المومنین کی توجہ اس جانب مرکوز کروائی۔ چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسی وقت حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نام ایک تحریری حکم بھیجا کہ اہل بصرہ کیلئے نہر کھدوائی جائے۔ اس حکم کے موافق ایک نہر کو دجلہ سے نکال کر نہر ابلہ سے ملا دیا گیا۔ (فتوح البلدان)

آپ کے عہدِ خلافت میں ۱۸ھ میں عرب میں قحط پڑ گیا تو آپ نے تمام صوبوں سے غلہ منگوایا مگر شام و مصر سے چونکہ خشکی کا راستہ بہت دور تھا اس لئے غلہ کی روانگی میں کسی قدر دیر ہوئی تو آپ نے ان مشکلات کی بناء پر حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو طلب کیا اور فرمایا کہ اگر دریائے نیل سمندر سے ملا دیا جائے تو عرب میں قحط و گرانی کا کبھی اندیشہ نہ ہو، ورنہ خشکی کے راستے سے غلہ کا آنا مشکلات سے خالی نہیں۔ اس پر حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خلیفہ کے حکم کے موافق فوراً کام شروع کروادیا اور ایک سال میں "نہر امیر المومنین" بن کر تیار ہو گئی۔ (حسن المحاضرہ)

اس نہر کی تعمیر کے بارے میں ایک تفصیل یوں ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب غلہ کیلئے تمام امراء و عمال کے نام فرمان جاری فرمائے تو حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب میں لکھا کہ پہلے بحر شام بحر عرب میں گرتا ہے مگر رومیوں اور قبطیوں نے اس کو بند کر دیا، اگر آپ چاہتے ہیں کہ مصر کی طرح مدینہ منورہ میں بھی غلہ کی قیمت سستی ہو جائے تو میں اس غرض سے نہر تیار کرا کر اس پر پل بنادوں۔ مصریوں نے اگرچہ اپنی ذاتی مصالح کی بناء پر کچھ احتجاج کیا مگر حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس معاملے میں کسی کی نہ سنی چنانچہ جب نہر تیار ہو گئی تو عرب قحط کی مصیبت سے ہمیشہ کیلئے نجات پا گیا۔

اس کے علاوہ بھی حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دورِ خلافت میں بہت سی نہریں بنائی گئیں مثلاً انباء میں "نہر سعد" آپ کے عہد میں بنائی گئی۔ (فتوح البلدان)

ایک اور نہر جو کہ "نہر معقل" کے نام سے مشہور ہوئی آپ ہی کے دورِ خلافت میں اور آپ کے حکم سے بصرہ میں کھدوائی گئی۔ (فتوح البلدان)

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے زرعی ترقی کیلئے آبپاشی کا بہترین نظام قائم کیا، اس مقصد کیلئے نہریں کھدوائیں چنانچہ خاص مصر میں ایک لاکھ بیس ہزار مزدور سال بھر اس کام میں لگے رہتے تھے اور ان کے تمام اخراجات کی ادائیگی بیت المال سے کی جاتی تھی۔ (حسن المحاضرہ)

بند کی تعمیر

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سیلاب کو روکنے کی غرض سے بند تعمیر کروائے۔ مکہ مکرمہ میں جو چار مشہور سیلاب مختلف اَدوار میں آئے ان میں ایک سیلاب جوام نہشل کے نام سے مشہور ہے آپ ہی کے دورِ خلافت میں آیا اور مسجد حرام تک پہنچ گیا تھا۔ آپ نے نیچے اوپر دو بند تعمیر کروائے جس سے مسجد حرام سیلاب کی زد سے محفوظ ہو گئی۔ (فتوح البلدان)

نئے شہر بسانا

بہت سے نئے شہر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دورِ خلافت میں بسائے گئے ان کا مختصر طور پر تذکرہ کیا جاتا ہے:۔

بصرہ حضرت عتبہ بن غزوان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک غیر آباد مقام خریبہ میں پڑاؤ ڈالا تو اس مقام کو فوجی لحاظ سے نہایت موزوں خیال کیا اور اس کی اطلاع امیر المومنین کو دی چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حکم سے ۱۴ھ میں حضرت عتبہ بن غزوان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بصرہ شہر کو بسایا اور آٹھ سو افراد کے ساتھ یہاں پر سکونت اختیار کی۔

کوفہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دورِ خلافت میں جب مدائن فتح ہوا تو آپ نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کوفہ شہر کے بسانے کا حکم دیا چنانچہ کوفہ کی سرزمین شہر بسانے کیلئے منتخب کی گئی اور اس جگہ پر چالیس ہزار اشخاص کی رہائش کیلئے مکانات تعمیر کروائے گئے۔ جامع مسجد اس قدر وسیع و عریض بنائی گئی تھی کہ اس میں چالیس ہزار افراد آسانی سے نماز پڑھ سکتے تھے۔ (معجم البلدان)

فسطاط اسکندریہ کی فتح کے بعد جب حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ وہاں سے روانہ ہونے لگے تو اتفاق سے ایک کبوتر نے خیمہ میں گھونسلا بنالیا۔ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس خیمہ کو خالی چھوڑ گئے جو کہ اسی طرح کھڑا رہا۔ مصر کو فتح کرنے کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حکم سے اسی میدان میں ایک شہر آباد کیا جس کا نام فسطاط مشہور ہوا۔ فسطاط کے معنی خیمے کے ہیں۔ (معجم البلدان)

موصل موصل کے مقام پر پہلے سے ایک قصبہ موجود تھا مگر حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد میں حضرت ہرثمہ بن عرفجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وہاں ایک قلعہ، چند گرجے اور ان گرجوں کے متصل چند مکانات اور یہودیوں کے ایک محلّہ کو ملا کر ایک مستقل شہر کی بنیاد رکھی اور وہاں پر ایک جامع مسجد بھی تعمیر کروائی۔ (فتوح البلدان)

جیزہ اسکندریہ کی فتح کے بعد حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس خیال سے کہیں دشمن دریا کی طرف سے چڑھائی نہ کردیں اس مقام پر تھوڑی سی فوج متعین کردی جب امن و امان قائم ہوگیا اور ان لوگوں کو وہاں سے واپس آنے کیلئے کہا گیا تو انہوں نے اس مقام کو اپنے رہنے کیلئے پسند کرلیا اور درخواست کی کہ ان کو اسی جگہ پر ہی رہنے دیا جائے اس پر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حکم سے ان لوگوں کی درخواست کو منظور کرلیا گیا اور ان کیلئے وہاں پر سہولیت فراہم کردی گئیں اس طرح یہاں پر ایک مختصر سا شہر آباد ہوگیا جو جیزہ کے نام سے مشہور ہوا۔ (مقریزی)

ذمیوں سے سلوک

آپ کے دورِ خلافت کی ایک اہم خوبی یہ بھی ہے کہ آپ نے اسلام کے زریں اصولوں کے مطابق ذمیوں کے ساتھ حسنِ سلوک اور معاہدوں کی پاسداری کا اسی طرح خیال رکھا جس طرح کہ خلیفہ اوّل حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد میں رکھا جاتا تھا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور میں بکثرت معاہدے ہوئے چنانچہ آپ کے دورِ خلافت میں حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے شام کے عیسائیوں کے ساتھ جو معاہدہ کیا ان میں یہ الفاظ شامل تھے کہ

"ان کے گرجوں سے کچھ تعرض نہ کریں گے بشرطیکہ نئے گرجوں کی تعمیر نہ کی جائے گی، بھولے بھٹکے مسلمانوں کو راستہ دکھائیں، اپنے مال سے نہروں پر پل باندھیں، جو مسلمان ان کے پاس سے ہو کر گزریں۔ تین دن تک ان کی مہمانی کریں، کسی مسلمان کو گالی نہ دیں، نہ ماریں، نہ مسلمان کی مجلس میں صلیب نہ مسلمان کے احاطے میں سور نکالیں۔ مجاہدین کیلئے راستوں میں آگ جلائیں۔ مسلمانوں کی جاسوسی نہ کریں۔ اذان سے قبل اور اذان کے اوقات میں ناقوس نہ بجائیں، اپنے تہواروں کے دن جھنڈے نہ نکالیں، ہتھیار نہ لگائیں اور اس کو اپنے گھروں میں بھی نہ رکھیں۔"

عیسائیوں نے معاہدے کی ان شرائط کو منظور کرلیا اور صرف یہ درخواست کی کہ سال میں ایک مرتبہ بغیر جھنڈوں کے صلیب نکالنے کی اجازت دی جائے، حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کی اس درخواست کو منظور کرلیا۔ (کتاب الخراج)

خیال رہے کہ ان شرائط میں خود عیسائیوں کو اپنی آبادی میں گرجے تعمیر کرنے کی ممانعت نہیں تھی صرف مسلمانوں کی آبادی والے علاقوں مین نئے گرجے بنانے کی ممانعت تھی۔

جلا وطن ذمیوں کے ساتھ سلوک

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نجران کے عیسائیوں کو جلاوطن کیا تو یہ حکم دیا کہ جو لوگ جلاوطن کئے جائیں ان کی زمین کی پیمائش کرلی جائے تاکہ اسی کے مثل ان کو معاوضہ دیا جائے اور ان کو اختیار دیا جائے کہ جہاں چاہیں چلے جائیں۔ چنانچہ جب یہ لوگ جلاوطن ہوکر عراق عرب کو چلے گئے تو ان کو جو پروانہ تحریر فرمایا اس میں یہ الفاظ بھی شامل تھے:۔

"یہ لوگ شام یا عراق کے جس رئیس کے پاس جائیں گے اس کا فرض ہوگا کہ وہ ان کو زراعت کیلئے زمین دے، اس کے علاوہ ہر مسلمان کو چاہئے کہ اگر کوئی ان پر ظلم کرے تو وہ ان کی مدد کرے۔"

(عامل کو حکم دیا جاتا ہے کہ) چوبیس مہینوں تک ان کا جزیہ معاف کردیں۔ (فتوح البلدان، کتاب الخراج)

ذمیوں کی دیت

ذمیوں کی دیت مسلمانوں کے برابر مقرر کی گئی تھی۔ چنانچہ دار قطنی میں ہے کہ:

"حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہودی اور عیسائی کی دیت آزاد مسلمان کے برابر قرار دیتے تھے۔"

معلوم ہوا کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ذمیوں کی جان کو بھی عزیز جانتے تھے اور ان کی جان کا احترام کرتے تھے۔

لا وارث بچوں کی نگہداشت

لاوارث بچوں کی پرورش و نگہداشت کے بارے میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ حکم دیا کہ جو لاوارث بچے کسی شاہراہ وغیرہ پر پڑے ہوئے ملیں ان کے دودھ پلانے اور دیگر اخراجات کا انتظام بیت المال سے کیا جائے، چنانچہ یہ وظیفہ ایک سو درہم سے شروع ہوتا اور پھر ہر سال اس میں اضافہ ہوتا جاتا تھا۔ (موطا امام مالک)

مسجد نبوی و مسجد حرام کی توسیع و تجدید

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے دورِ خلافت میں بکثرت مساجد تعمیر کروائیں اس کے علاوہ مسجدِ نبوی اور مسجدِ حرام کی بھی تجدید و توسیع کروائی۔ ازواجِ مطہرات کے حجروں کے علاوہ مسجدِ نبوی کے اردگرد کے تمام مکانات گراں قیمت پر خریدے۔ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ شروع شروع میں اپنا مکان نہیں دینا چاہتے تھے لیکن آخرکار انہوں نے بھی اس کو وَقف کر دیا۔ چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مسجدِ نبوی کی نئے سرے سے اینٹوں سے تعمیر کروائی۔ پہلے ستون کھجور کے تھے، آپ نے لکڑی کے ستون لگوائے۔ مسجد کی لمبائی پہلے ایک سو گز تھی، آپ نے ایک سو چالیس گز کر دی۔ اس طرح چوڑائی میں بھی بیس گز کا اضافہ کیا۔ (ابوداؤد شریف)

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حرم پاک کو بھی وسعت دی۔ جن لوگوں نے بیت اللہ کے متصل مکانات تعمیر کر لئے ہوئے تھے آپ نے ان سے فرمایا کہ کعبہ اللہ کا گھر ہے اور گھر کیلئے صحن چاہئے مگر تم لوگوں نے اُلٹے کعبہ کو ہی دبا لیا ہے اس نے تم کو نہیں دبایا ہے چنانچہ حرم پاک کی توسیع کی غرض سے تمام مکانات منہدم کروادیئے۔ پہلے بیت اللہ کے اردگرد کوئی دیوار نہ تھی۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کے گرد چار دیواری تعمیر کروائی اور اس پر چراغ جلوائے۔ (بخاری شریف، معجم البلدان)

صوبوں کی تقسیم

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ملکی نظام کو احسن طریقہ سے چلانے کیلئے ملک کو صوبوں اور ضلعوں کی شکل میں تقسیم کیا اور تمام ممالک مفتوحہ کو آٹھ صوبوں پر تقسیم کیا مثلاً آپ نے مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ، شام، جزیرہ، بصرہ، کوفہ، مصر اور فلسطین کو صوبے قرار دیا جبکہ ان صوبوں کے علاوہ تین مزید صوبے خراسان، آذربائیجان اور فارس بھی تھے۔ (طبری)

عہدیداروں کی تعیناتی

صوبوں میں تمام بڑے بڑے عہدیداروں کو تعینات کیا یعنی صوبے کا حاکم والی کہلاتا تھا، کاتب یعنی میر منشی کاتب دیوان یعنی فوجی محکمہ کا میر منشی، صاحب الخراج یعنی کلکٹر، صاحب احداث یعنی سربراہ پولیس، بیت المال یعنی چیئرمین بیت المال، قاضی یعنی جج، یہ تمام عہدیدار ہر صوبے میں تعینات ہوتے تھے۔ (طبری)

بیت المال کی عمارت

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے عہدِ خلافت میں بیت المال کیلئے ایک مکان کو مخصوص کر رکھا تھا مگر وہ ہمیشہ بند پڑا رہتا تھا اور اس میں کچھ داخل کرنے کی نوبت ہی نہیں آتی تھی چنانچہ ان کے وصال کے وقت بیت المال میں صرف ایک دِرہم تھا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے دورِ خلافت میں مختلف شہروں میں بیت المال کی عمارات تعمیر کروائیں اس مقصد کیلئے مجلسِ شوریٰ سے باقاعدہ منظوری لی گئی اور مدینہ طیبہ میں بہت بڑا خزانہ قائم کیا گیا۔ دار الخلافہ کے علاوہ صوبوں اور تمام اضلاع میں بھی اس کے صوبائی اور ضلعی دفاتر قائم کئے گئے اور ہر جگہ پر اس محکمہ کے الگ افسروں کی تعیناتی کی گئی مثلاً حضرت خالد بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اصفہان میں اور حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کوفہ میں افسر خزانہ مقرر کیا گیا۔ صوبائی اور ضلعی بیت المال میں مختلف آمدنیوں سے حاصل کردہ جو رقوم آتی تھیں وہ وہاں کے سالانہ مصارف کے بعد سال کے اختتام پر مرکزی بیت المال یعنی مدینہ طیبہ کے بیت المال میں منتقل کردی جاتی تھیں اور مرکزی بیت المال کی وسعت کا اندازہ اس سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے کہ دار الخلافہ کے باشندوں کو جو تنخواہیں اور وظائف مقرر تھے صرف ان کی تعداد تین کروڑ دِرہم تھی۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیت المال کے حسابات کو درج کرنے کیلئے مختلف رجسٹر بنوائے جن میں تمام آمدنی واخراجات کو دستاویزات کی شکل دی جاتی تھی۔

ہجری سنہ کا آغاز

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے عہد میں ہجری سال کو قائم کیا اس کو مقرر کرنے کیلئے خوب سوچ بچار سے کام لیا گیا۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مشورہ دیا کہ ہجرت نبوی سے آغاز کیا جائے ان کے مشورے پر سب نے اتفاق کرلیا کیونکہ اس سے قبل یہ بحث چل نکلی تھی کہ سنہ کا آغاز کب سے کیا جائے۔ چونکہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ربیع الاوّل میں ہجرت فرمائی تھی یعنی سال میں دو مہینے آٹھ دن گزر چکے تھے۔ اس اعتبار سے سال کا آغاز ربیع الاوّل سے ہونا چاہئے تھا مگر عرب میں سال محرم سے شروع ہوتا ہے، اس لئے دو مہینے آٹھ دن پیچھے ہٹ کر آغاز سال سے سنہ قائم کیا۔ (مقریزی، جلد اوّل)

اشاعتِ اسلام

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دینِ اسلام کی خدمت کے ضمن میں اسلام کی اشاعت میں بڑھ چڑھ کر کام کیا۔ آپ نے اسلام کی دعوت تلوار کے زور پر نہیں بلکہ اخلاق و کردار کی بلندی کے ذریعے دی۔ یہی وجہ ہے کہ جب اپنے غلام کو دعوتِ اسلام دی تو اس نے اسلام قبول کرنے سے انکار کر دیا، آپ نے فرمایا، دین میں زبردستی نہیں۔ (کنزالعمال)

آپ کے عہدِ خلافت میں فتوحات کے ساتھ ساتھ اسلام کی بھی خوب اشاعت ہوئی، چنانچہ جب جنگ قادسیہ میں رستم مارا گیا تو اس کے ساتھ ویلم کی جو چار ہزار بہترین فوج تھی اور یہ فوج شہنشاہ ایران کے محافظوں پر مشتمل تھی تمام کی تمام مسلمان ہو گئی اور اسلام قبول کرنے کے بعد انہوں نے مدائن اور جلولا کے معرکوں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ (فتوح البلدان، طبری)

اسی طرح لاتعداد لوگوں نے آپ کے عہد میں اسلام کی حقانیت سے متاثر ہو کر اسلام قبول کیا اور دینِ اسلام کی خوب اشاعت ہوئی۔

اولیات کا مختصر جائزہ

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے دورِ خلافت میں خصوصی طور پر جو کارہائے نمایاں انجام دیئے اور بہتری و بھلائی کیلئے جن نئے کاموں کا آغاز فرمایا تاریخ میں ان کو اولیات سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ آپ کی اولیات درج ذیل ہیں:۔

- باقاعدہ طور پر بیت المال کا محکمہ قائم کیا۔
- تاریخ وسال ہجری قائم کیا۔
- پولیس کا محکمہ قائم کیا۔
- انتظامی اُمور کیلئے دفاتر قائم کئے اور وزارتیں متعین و مقرر فرمائیں۔
- اسلامی اُمور میں صدقہ کا مال خرچ کرنے سے منع فرمادیا۔
- رمضان المبارک میں نمازِ تراویح باجماعت قائم فرمائی۔
- نمازِ جنازہ میں چار تکبیریں پڑھنے کا حکم فرمایا۔
- رعایا کے حالات معلوم کرنے کیلئے راتوں کو آبادی میں گشت کیا۔
- شراب نوشی کرنے والے پر اسی کوڑے لگوائے۔
- تجارت کے گھوڑوں پر زکوۃ وصول کی۔
- سب سے پہلے آپ ہی نے دُرہ ایجاد کیا اور آپ کا درہ ایجاد ہونے کے بعد یہ بات ضرب المثل بن گئی کہ "عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کا درہ تمہاری تلواروں سے زیادہ ہیبت ناک ہے"۔
- ہجو اور مذمت کرنے والوں پر حد (یعنی سزا) جاری فرمائی۔
- سب سے زیادہ فتوحات حاصل کیں۔
- متعہ کی حرمت کو عام کیا اور اسے کسی بھی شخص کیلئے جائز قرار نہ دیا۔
- ترکہ اور ورثے کے مقررہ حصوں کی تقسیم کو نافذ فرمایا۔
- مصر سے بحر ایلہ کے راستے مدینہ طیبہ میں غلہ پہنچانے کیلئے انتظامات کئے۔
- جن لونڈیوں کے بطن سے اولاد ہو جائے ان کی خرید و فروخت کو ممنوع قرار دے دیا۔

- نئے شہر آباد کئے، مثلاً کوفہ، بصرہ، جزیرہ، موصل، فسطاط۔
- شہروں میں قاضی مقرر فرمائے۔
- جیل خانہ قائم کیا۔
- مردم شماری کرائی۔
- مساجد میں راتوں کو روشنی کا انتظام فرمایا۔
- غزلیہ اشعار میں عورتوں کا نام لینا ممنوع قرار دیا۔ حالانکہ غزل میں عورتوں کے ناموں کا استعمال عرب میں مدتوں سے جاری تھا۔
- مساجد میں وعظ کہنے کا طریقہ قائم فرمایا اور آپ کی اجازت سے حضرت تمیم داری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مسجد میں وعظ فرمایا اور یہ اسلام میں پہلا وعظ تھا۔
- قیاس کا اصول قائم فرمایا۔
- ضروری مقامات پر فوجی چھاؤنیاں قائم فرمائیں۔
- ایک ساتھ دی جانے والی تین طلاقوں کو طلاق بائن قرار دیا۔
- مختلف شہروں میں مہمان خانے تعمیر کروائے۔
- فرائض میں عدل کا مسئلہ ایجاد فرمایا۔
- وَقف کا طریقہ ایجاد فرمایا۔
- مدرسے قائم فرمائے۔
- پرچہ نویس مقرر فرمائے۔
- نہریں کھدوائیں۔
- باقاعدہ طور پر عدالتیں قائم فرمائیں۔
- مقبوضہ ممالک کو صوبوں میں تقسیم فرمایا۔
- اماموں اور مؤذنوں کی تنخواہیں مقرر فرمائیں۔
- فجر کی اذان میں "الصلوٰۃ خیر من النوم" کا اضافہ کیا۔

- حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو قرآن حکیم کی ترتیب و جمع پر اصرار کے ساتھ آمادہ کیا اور اپنے اہتمام سے اس کام کو پورا فرمایا۔
- غریب و تنگدست عیسائیوں اور یہودیوں کے روزینے مقرر فرمائے۔
- لاوارث بچوں کی پرورش و پرداخت کیلئے روزینے مقرر فرمائے۔
- مکہ مکرمہ سے مدینہ طیبہ تک مسافروں کے آرام کی غرض سے مکانات تعمیر کرائے۔
- معلمین اور مدرسوں کے مشاہرے مقرر فرمائے۔
- یہ قاعدہ قرار فرمادیا کہ اہلِ عرب (اگرچہ کافر ہوں) غلام نہیں بنائے جاسکتے۔
- گھوڑوں کی نسل میں اصیل اور مجنس کا امتیاز قائم کیا جو کہ اس وقت تک عرب میں نہ تھا۔
- حربی تاجروں کو ملک میں آنے اور تجارت کرنے کی اجازت دی۔
- زمینوں کی پیمائش کرائی۔
- فوجی دفتر ترتیب دیا۔
- دریائی پیداوار مثلاً عنبر وغیرہ پر محصول لگایا اور محصل مقرر فرمائے۔
- جلاوطنی کی سزا ایجاد فرمائی۔ (تاریخ طبری، الاوائل لابی ہلال العسکری، تاریخ الخلفاء)

امیر المومنین کا لقب

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کیلئے امیر المومنین کا لقب اختیار کرنے کی ابتداء اس طرح سے ہوئی کہ آپ نے ایک مرتبہ عراق کے گورنر کو لکھا کہ میرے پاس دو بہادر اور ہوشیار عراقیوں کو بھیج دو تاکہ ان سے عراق اور اہلِ عراق کے بارے میں معلومات حاصل کی جاسکیں۔ چنانچہ لبید بن ربیعہ اور عدی بن حاتم کو بھیج دیا گیا۔ جب یہ دونوں مدینہ منورہ پہنچے تو چونکہ عراق میں حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو لوگوں نے امیر المومنین کہنا شروع کیا ہوا تھا۔ اس لئے کوفہ میں رہ کر ان کی زبان پر بھی امیر المومنین کا لفظ چڑھا ہوا تھا۔ مسجدِ نبوی میں پہنچ کر ان دونوں کی ملاقات حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہوئی تو ان سے کہا کہ ہم حاضر ہو گئے ہیں، ہمیں امیر المومنین کی خدمت میں لے جائیں۔ یہ سن کر حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا، واللہ! تم نے ان کو بہت ہی اچھا لقب دیا۔ اس کے بعد حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا "السلام علیکم یا امیر المومنین"۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس خطاب کی وجہ دریافت فرمائی تو انہوں نے تمام واقعہ بیان کر دیا۔ آپ نے اس لقب کو بہت پسند فرمایا اور اس دن سے اس لقب کی شہرت عام ہو گئی اور خلافت کے تمام کاغذات میں یہی لقب لکھا جانے لگا۔ (الادب المفرد، مقدمہ ابن خلدون، تاریخ الخلفاء)

عدل و انصاف کی حکمرانی

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا عدل و انصاف آج تک مشہور ہے اور قیامت تک آنے والے مسلمان حکمرانوں کیلئے مشعلِ راہ کی حیثیت رکھتا ہے دنیا جانتی ہے کہ آپ انصاف کے معاملہ میں کسی سے بھی رعایت نہ فرماتے تھے۔ آپ کا عدل و انصاف امیر و غریب اور والی و رعیت میں قطعی طور پر کوئی تمیز روا نہ رکھتا تھا۔

درست فیصلہ

حضور سرورِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانہ اقدس میں ایک یہودی اور ایک منافق کے مابین کسی بات پر تنازعہ پیدا ہو گیا۔ دونوں آپس میں جھگڑنے کے بعد انصاف حاصل کرنے کی غرض سے رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہِ اقدس میں حاضر ہوئے، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دونوں کی گفتگو سن کر یہودی کے حق میں فیصلہ دے دیا۔ جس شخص کے خلاف فیصلہ ہوا اس نے کہا کہ حضرت عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے پاس چلتے ہیں اور ان سے فیصلہ کرواتے ہیں۔ یہودی نے کہا کہ اب عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے پاس جانے کی کیا ضرورت ہے فیصلہ تو ہو چکا ہے۔ وہ شخص نہ مانا اور پھر دونوں حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس پہنچے اور آپ سے فیصلہ طلب کرنے کا وہ شخص خواہاں ہوا۔ یہودی نے مداخلت کرتے ہوئے کہا کہ اس سے قبل اس بات کا فیصلہ محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) فرما چکے ہیں اور انہوں نے یہ فیصلہ میرے حق میں کر دیا ہے مگر یہ میرا ساتھی اس فیصلے سے مطمئن نہیں ہے اس لئے مجھے لے کر آپ کے پاس آیا ہے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ بات سنی تو فرمایا، اچھا ٹھہرو، میں ابھی آیا اور ابھی یہ فیصلہ کرتا ہوں یہ فرما کر آپ گھر کے اندر تشریف لے گئے اور ایک تلوار ہاتھ میں پکڑے باہر آئے اور اس منافق کی گردن پر یہ کہتے ہوئے ماری کہ جو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فیصلہ نہ مانے اس کا فیصلہ یہ ہے۔

حضور سرورِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اس واقعہ کی اطلاع ہوئی تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، عمر کی تلوار کسی مومن پر نہیں اُٹھتی اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے بھی یہ آیت مبارکہ نازل فرمائی:۔

فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا
فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا (پ۵۔ سورۃ النساء: ۶۵)

تو اے محبوب تمہارے ربّ کی قسم وہ مسلمان نہ ہوں گے جب تک اپنے آپس کے جھگڑے میں تمہیں حاکم نہ بنائیں
پھر جو کچھ تم حکم فرما دو اپنے دلوں میں اس سے رکاوٹ نہ پائیں اور جی سے مان لیں۔

(تاریخ الخلفاء)

بڑوں کی اولاد

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دورِ خلافت میں حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ مصر کے گورنر تھے ایک مرتبہ ان کے بیٹے محمد بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک مصری شخص کے ساتھ دوڑ کا مقابلہ کیا جس میں مصری جیت گیا، بیٹے کو غصہ آیا اور وہ اس مصری کو تازیانے مارنا شروع ہوگئے وہ تازیانے مارتے جاتے تھے اور ساتھ ساتھ کہتے تھے "لے میں بڑوں کی اولاد ہوں" حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب اپنے بیٹے کا یہ فعل دیکھا تو اس مصری کو قید میں ڈال دیا کہ مبادہ وہ امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ان کے بیٹے کی شکایت نہ کردے۔

وہ شخص جب قید سے رہا ہوا تو سیدھا مدینہ طیبہ پہنچا اور اپنے ساتھ ہونے والی زیادتی کی شکایت حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کی۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مصری کو تو اپنے ہاں ٹھہرا لیا اور حضرت ابن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے بیٹے کو مصر سے بلا کر طلب فرمالیا، جب دونوں باپ بیٹا حاضر ہوگئے تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بلند آواز سے فرمایا، مصری کہاں ہے؟ جب مصری آیا ت تو آپ نے فرمایا، لے یہ دُرہ پکڑ اور بڑوں کی اولاد کو مار۔

اس مصری شخص نے دُرہ اپنے ہاتھ میں لیا اور حضرت محمد بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دُرے مارنے شروع کردیئے اور اس قدر مارے کہ وہ بے دم ہوگئے۔ مصری ان کو مارتا جاتا تھا اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے جاتے تھے "بڑوں کی اولاد کو مار" جب وہ مصری دل بھر کر ان کو مار چکا اور وہ امیر المومنین کو واپس کرنے لگا تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس سے فرمایا حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سر پر بھی مار، اللہ کی قسم! بیٹا تجھے ہرگز نہ مارتا اگر اسے اپنے اقتدار کا گھمنڈ نہ ہوتا۔ حضرت ابن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا، امیر المومنین! آپ بھرپور سزا دے چکے ہیں اس پر مصری شخص بھی بولا کہ اے امیر المومنین! جس نے مجھے مارا تھا میں نے اس سے بدلہ لے لیا ہے یہ سن کر حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا، اللہ کی قسم! اگر تو ابن العاص کو مارتا تو میں اس وقت تک درمیان میں نہ آتا جب تک کہ تو خود ہی اپنا ہاتھ روک نہ لیتا، اس کے بعد حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف مخاطب ہو کر غضبناک انداز میں فرمایا، اے عمرو بن العاص (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)! تم نے کب سے لوگوں کو غلام بنایا، حالانکہ ان کی ماؤں نے تو انہیں آزاد جنا تھا۔ (الامن والعلی)

عدلِ فاروقی

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عدل و انصاف کا واقعہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ایک دن آپ کے صاحبزادے حضرت عبدالرحمٰن بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ابو سروعہ کے ساتھ مل کر نبیذ پی لی اور ان پر نشہ طاری ہو گیا وہ دونوں میرے پاس آئے تاکہ میں ان پر حد جاری کر دوں۔ میں نے ان کو جھڑک کر نکال دینا چاہا لیکن حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہنے لگے کہ اگر آپ نے حد جاری نہ فرمائی تو جب میں اپنے والد محترم کے پاس جاؤں گا تو یہ بات ان سے کہوں گا۔

حضرت ابن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں جانتا تھا کہ اگر میں نے ان دونوں پر حد جاری نہ کی تو امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ناراض ہوں گے اور مجھے اس عہدہ سے معزول کر دیں گے اس لئے میں انہیں گھر کے صحن میں لایا اور ان پر حد لگائی۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ گھر کی کوٹھڑی میں گھس گئے اور اپنا سر مونڈھ لیا۔ اللہ کی قسم! میں نے اس واقعہ کے بارے میں امیر المومنین کو ایک حرف بھی نہیں لکھا لیکن چند دِنوں کے بعد مجھے حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا خط ملا جس میں لکھا ہوا تھا، اللہ کے بندے امیر المومنین عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی طرف سے، اے ابن العاص (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)! تمہاری جرأت اور بد عہدی پر میں حیران ہوں اور میں تمہیں معزول کر کے چھوڑوں گا، تم نے عبدالرحمٰن کو اپنے گھر میں تازیانے لگائے اور وہیں اس کا سر مونڈا حالانکہ تم جانتے تھے کہ یہ کام میری مرضی کے خلاف کر رہے ہو۔ اے ابن العاص (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)! عبدالرحمٰن تمہاری رعایا کا ایک فرد ہے تمہیں اس کے ساتھ بھی وہی سلوک کرنا چاہئے تھا جو تم دوسرے مسلمانوں کے ساتھ کرتے ہو لیکن تم نے یہ خیال کیا کہ وہ امیر المومنین کا صاحبزادہ ہے۔ حالانکہ تمہیں اچھی طرح معلوم ہے کہ میرے نزدیک کسی شخص سے حق وصول کرنے میں نرمی و رعایت کا کوئی سوال پیدا نہیں ہوتا۔ جس وقت میرا یہ خط تمہارے پاس پہنچے اسی وقت عبدالرحمٰن کو ایک اونی عبا پہناؤ اور کاٹھی پر بٹھا کر فوراً میرے پاس بھیج دو تاکہ وہ اپنی بد کرداری کی حقیقت سے آگاہ ہو جائے۔

حضرت ابن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حکم کے مطابق حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ان کے پاس بھیج دیا اور ساتھ ہی ایک معذرت نامہ بھی لکھ دیا کہ میں نے عبدالرحمٰن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو گھر کے صحن میں حد لگائی اور اللہ کی قسم! جس سے بڑی کوئی قسم نہیں میں ہر ذمی اور ہر مسلمان کو اپنے گھر ہی میں حد لگاتا ہوں۔ یہ خط میں نے حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ روانہ کر دیا جو وہ اپنے والد محترم کے پاس لے گئے، جب وہ امیر المومنین کے پاس پہنچے تو اونی عبا ان کے بدن پر تھا اور سواری کی تکلیف سے وہ چل بھی نہ سکتے تھے، ان کے والد محترم حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پوچھا، اے عبدالرحمٰن! تم نے یہ حرکت کی ہے؟ اس موقع پر حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کی سفارش کرتے ہوئے درمیان میں دخل دیا اور فرمایا، اے امیر المومنین! ان پر حد لگائی جا چکی ہے۔ لیکن حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کی بات کی طرف توجہ نہ فرمائی۔ اس پر عبدالرحمٰن بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ چلانے لگے کہ میں بیمار ہوں، آپ مجھے قتل کر رہے ہیں۔ روایات میں آتا ہے کہ اس کے باوجود حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر دوبارہ حد لگائی اور ان کو قید میں ڈال دیا، پہلے وہ بیمار ہوئے اور پھر انتقال فرما گئے۔

قصاص کا فیصلہ

ایک مرتبہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دربار عدل و انصاف میں دو نوجوان ایک نوجوان کو پکڑ کر حاضر ہوئے، دونوں نوجوانوں نے پکڑے ہوئے نوجوان پر فرد جرم عائد کی کہ اس نے ہمارے باپ کو ہلاک کر دیا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس نوجوان کی طرف دیکھا اور اس سے پوچھا کہ اے نوجوان! تم اس بارے میں کیا کہتے ہو؟ کیا واقعی تم نے ان دونوں کے والد کو قتل کیا ہے۔

نوجوان نے عرض کیا، اے امیر المومنین! بلاشبہ مجھ سے یہ قصور سرزد ہوا ہے اور میں نے غصہ کی حالت میں ایک پتھر اٹھا کر ان کے والد کو مارا جس کے لگنے سے وہ ہلاک ہو گیا، لیکن اللہ جانتا ہے کہ میرا ارادہ اسے قتل کرنے کا ہرگز نہیں تھا۔ آپ نے اس کی بات سن کر فرمایا، اے نوجوان! اب چونکہ تو نے اپنے جرم کا اقرار کر لیا ہے اس لئے اسلامی اصولوں کے مطابق ضروری ہے کہ تجھ سے قصاص لیا جائے۔ اس نوجوان نے خاموشی سے سر جھکا دیا۔ اب ان دونوں نوجوانوں سے دریافت کیا گیا کہ وہ اپنے والد کے بدلے میں کیا چاہتے ہیں۔ انہوں نے کہا ہم جان کے بدلے جان لیں گے۔ چنانچہ فیصلہ ہو گیا کہ وہ نوجوان جان کے بدلے میں اپنی جان پیش کرے۔

اس نوجوان نے فیصلہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے عرض کیا، یا امیر المومنین! میں قصاص کیلئے حاضر ہوں لیکن ایک گزارش کرنے کی اجازت چاہتا ہوں۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسے اپنی بات کہنے کی اجازت فرمائی۔ اس پر اس نوجوان نے کہا، میرا ایک چھوٹا بھائی ہے جو کہ ابھی نابالغ ہے، میرے مرحوم والد نے مرنے سے پہلے کچھ سونا میرے سپرد کیا تھا اور مجھے وصیت کی تھی کہ جب وہ بالغ ہو جائے تو میں اس کے سپرد کر دوں۔ میں نے اس سونے کو ایک مقام پر دفن کیا ہوا ہے جس کا علم میرے سوا اور کسی کو بھی نہیں ہے اگر وہ سونا اس کو نہ ملا تو میں سمجھتا ہوں کہ روزِ قیامت اس کی ذمہ داری مجھ پر ہو گی۔ اس لئے مجھے کم از کم اتنی مہلت دے دی جائے تاکہ میں امانت اس کے حقدار تک پہنچا آؤں۔ اس مقصد کیلئے مجھے تین دن کیلئے ضمانت پر رہا کر دیا جائے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس نوجوان کو فرمایا کہ میں تمہاری درخواست قبول کرتا ہوں لیکن تمہاری ضمانت کون دے گا کہ تم تین دن کے بعد قصاص کیلئے حاضر ہو جاؤ گے۔ اس وقت دربارِ فاروقی میں بے شمار لوگ اس منظر کو دیکھ رہے تھے۔ بڑے بڑے جید صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم بھی تشریف فرما تھے۔ اس نوجوان نے دربار میں کھڑے سب لوگوں کی طرف نظر دوڑائی کہ شاید کوئی اس کا جاننے والا ہو جو اس کی ضمانت دے دے۔ اچانک اس کی نظر حضرت ابو ذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر ٹھہر گئی اور اس نے حضرت ابو ذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف اشارہ کر کے کہا، یہ میری ضمانت دے دیں گے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دریافت فرمایا، اے ابو ذر غفاری (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)! کیا تم اس نوجوان کی ضمانت دیتے ہو؟ انہوں نے فرمایا، بلاشبہ میں اس نوجوان کی ضمانت دیتا ہوں کہ یہ تین دن کے بعد حاضر ہو جائے گا۔

دونوں مدعی نوجوانوں نے حضرت ابو ذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ضمانت پر اپنی رضامندی کا اظہار کر دیا۔ چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تین دن کیلئے نوجوان کو رہا کر دیا۔ جب تیسرا دن آیا تو دونوں مدعی پھر حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دربار میں پیش ہو گئے، حضرت ابو ذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی موجود تھے۔ دربار میں پہلے سے زیادہ لوگوں کا ہجوم تھا۔ بڑے بڑے جلیل القدر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم بھی آ موجود ہوئے تھے۔ لوگوں میں یہ چہ میگوئیاں ہو رہی تھیں کہ وہ نوجوان اپنی جان بچانے کیلئے چکر دے گیا ہے۔ کون بے وقوف ہو گا جو اس طرح بچ جانے کے بعد خود ہی اپنی جان دینے کیلئے آ جائے گا۔ جوں جوں وعدہ ختم ہونے کا وقت قریب آتا جا رہا تھا، تشویش بڑھتی جا رہی تھی، مجرم کا دور دور تک کوئی پتا نہ تھا۔

دونوں مدعی نوجوانوں کو اس بات پر سخت غصہ چڑھا ہوا تھا کہ حضرت ابو ذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ضمانت دے کر ان کے باپ کے قاتل کو بھگا دیا ہے۔ جب ان کے صبر کا پیمانہ لبریز ہو گیا تو انہوں نے آگے بڑھ کر کہا، اے ابو ذر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)! ہمارا مجرم کہاں ہے؟ حضرت ابو ذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بڑے ہی حوصلے اور پُر سکون لہجے میں فرمایا، اگر تیسرے دن کا مقررہ وقت گزر گیا اور وہ نوجوان حاضر نہ ہوا تو اللہ کی قسم! میں اپنی ضمانت پوری کروں گا۔ دربارِ فاروقی میں سناٹا چھایا ہوا تھا اور مقررہ وقت کے پورا ہونے کا انتظار ہو رہا تھا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی یہ فیصلہ سنا دیا تھا کہ اگر مجرم نہ آیا تو حضرت ابو ذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ وہی سلوک کیا جائے گا جو اسلامی شرع کے مطابق ضامن کے ساتھ کیا جاتا ہے۔

اس فیصلے کو سن کر جید صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم بھی پریشان ہو گئے اور دوسرے سب مسلمان بھی تشویش میں مبتلا ہو گئے۔ بعض لوگوں کی آنکھوں میں آنسو آگئے کہ اگر وہ نوجوان نہ آیا تو حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے قصاص طلب کر لیا جائے گا۔ چنانچہ لوگوں نے مقررہ وقت گزرنے سے پہلے دونوں مدعی نوجوانوں کو اس بات پر راضی کرنے کی کوشش شروع کر دی کہ وہ کسی طرح خون بہا قبول کرنے پر رضامند ہو جائیں۔ لیکن انہوں نے خون بہا لینے سے صاف انکار کر دیا اور کہا کہ ہم خون کے بدلے میں خون ہی چاہتے ہیں۔

اسی اثناء میں ایک طرف سے شور اُٹھا لوگوں نے دیکھا کہ وہ مجرم بھاگتا ہوا چلا آرہا ہے۔ وہ پسینے میں شرابور دوڑتا ہوا حاضر ہو گیا آتے ہی سب کو سلام کیا اور عرض کیا، اے امیر المومنین! میں اپنے چھوٹے بھائی کو اس کے ماموں کے حوالے کر آیا ہوں اور اس کی امانت بھی ان کو بتا دی ہے اب آپ اللہ تعالیٰ اور رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فرمان پورا کریں، میں حاضر ہوں، تمام مجمع پر سکتہ طاری ہو گیا تھا۔ اچانک لوگوں کے درمیان میں سے نکل کر حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ آگے بڑھے اور فرمایا، اے امیر المومنین! اللہ کی قسم! میں جانتا بھی نہ تھا کہ یہ نوجوان کون ہے اور کس جگہ کا رہنے والا ہے؟ اور نہ ہی میں نے اس دن سے پہلے اس کو کبھی دیکھا تھا لیکن جب اس نے سب لوگوں کو چھوڑ کر مجھے اپنا ضامن بنایا تو مجھے یہ اچھا معلوم نہ ہوا کہ میں اس کا دل توڑوں اور پھر مجھے اس کی شکل وصورت نے اس بات کا یقین دلا دیا تھا کہ یہ نوجوان اپنے وعدہ کی ضرور پاسداری کرے گا، اس لئے میں نے اس کی ضمانت دے دی۔

نوجوان کے حاضر ہو جانے پر دربارِ فاروقی میں موجود لوگوں کے چہروں پر رونق کے آثار نمودار ہو گئے تھے اور سب لوگ نوجوان کے وعدے کی پاسداری پر عش عش کر رہے تھے۔ وہ دونوں مدعی نوجوان بھی اس نوجوان کے اس فعل سے متاثر ہو گئے تھے چنانچہ انہوں نے باآوازِ بلند عرض کیا اے امیر المومنین! ہم اپنے باپ کا خون معاف کرتے ہیں۔ یہ آواز سن کر سب لوگوں میں خوشی کی لہر دوڑ گئی۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی یہ منظر دیکھ کر بہت خوش ہوئے اور فرمایا، اے نوجوانو! تمہارے باپ کا خون بہا میں بیت المال سے ادا کروں گا۔ نوجوانوں نے جواب دیا، ہم نے صرف اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کی خاطر اپنے باپ کا خون معاف کیا ہے، اس لئے اب ہم کچھ بھی لینے کا حق نہیں رکھتے اور نہ ہی لیں گے۔ اس واقعہ سے سب لوگ متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے اور ہنسی خوشی اپنے اپنے گھروں کو روانہ ہو گئے۔ (مغنی الواعظین)

اختیار کی طاقت

ایک مرتبہ حاطب بن ابی بتعہ کے غلاموں نے مزینہ کے ایک شخص کا اونٹ چوری کرلیا، جب یہ غلام پکڑے گئے تو ان کو امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بارگاہ میں پیش کیا گیا، جب مجرموں نے اقرارِ جرم کرلیا تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کثیر بن صلت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حکم دیا کہ ان کے ہاتھ کاٹ دیئے جائیں۔ لیکن ابھی کثیر بن صلت اس حکم کی تعمیل میں آگے بڑھے ہی تھے کہ آپ نے ان کو واپس بلالیااور فرمایا اللہ کی قسم! اگر میں یہ نہ جانتا ہوتا کہ تم لوگ غلاموں سے کام لیتے ہو اور پھر ان کو اس حد تک بھوکا مارتے ہو کہ اللہ کی حرام کی ہوئی چیزیں ان کیلئے حلال ہوجاتی ہیں تو میں ضرور ان کے ہاتھ کٹوادیتا۔ اس کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنا چہرہ مبارک عبدالرحمٰن بن حاطب بن ابی بتعہ کی طرف کیا اور فرمایا، اللہ کی قسم! اگر میں نے ان کے ہاتھ نہیں کٹوائے تو میں تم پر ایسا تاوان ضرور ڈالوں گا جس سے تمہیں تکلیف ہوگی۔

اس کے بعد آپ نے مزینہ کے اس شخص سے پوچھا جس کا اونٹ چوری کیا گیا تھا کہ اے مزنی! تمہارا اونٹ کتنی قیمت میں تم سے خریدا جاسکتا تھا؟ اس نے جواب دیا، امیر المومنین! چار سو دِرہم میں۔ حضرت عمر نے عبدالرحمٰن حاطب سے فرمایا کہ جاؤ اور اس شخص کو آٹھ سو دِرہم ادا کردو۔ اس کے ساتھ ہی آپ نے چوری کرنے والے غلاموں پر حد معاف فرمادی اس لئے کہ حاطب نے ان کو بھوکا مار کر چوری کرنے پر مجبور کردیا تھا۔ اس واقعہ سے یہ سبق بھی ملتا ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیارے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کس قدر بااختیار تھے اور اصولوں پر فیصلے صادر فرمایا کرتے تھے۔

عدل کی برکت

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا عدل بہت شہرت رکھتا ہے۔ ایک مرتبہ آپ نے مدائن کسریٰ کی طرف ایک اسلامی لشکر روانہ کیا۔ جب اسلامی لشکر دریائے دجلہ کے کنارے پر پہنچا تو دریا کو عبور کرنے کیلئے کوئی جہاز یا کشتی وغیرہ نہ تھی۔ اس لشکر کے جرنیل حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔ یہ صورتحال دیکھ کر حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ لشکر سے نکل کر دریا کے کنارے آگے کی طرف بڑھے اور فرمایا، اے دریا! اگر تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے بہتا ہے تو ہم تجھے خدمتِ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور عدلِ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا واسطہ دیتے ہیں کہ تو ہمیں راستہ دے دے تاکہ ہم آسانی سے دریا پار کرلیں۔ یہ بات دریا سے کہنے کے بعد دونوں دلیر اور بہادر سپہ سالاروں نے اپنے گھوڑے دریا میں ڈال دیئے، اس کے ساتھ ہی جب اسلامی لشکر نے اپنے سپہ سالاروں کو دریا میں گھوڑے ڈالتے ہوئے دیکھا تو انہوں نے بھی ان کی پیروی کرتے ہوئے اپنے گھوڑے دریا میں ڈال دیئے اور پھر دریا نے اللہ کے ان برگزیدہ بندوں کو رستہ دے دیا، گھوڑوں کے سم تک پانی سے گیلے نہ ہوئے اور سارا اسلامی لشکر صحیح سلامت دریا کے پار ہوگیا۔ (نزہۃ المجالس)

انصاف کا دور

بلاشبہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دورِ خلافت عدل و انصاف کی حکمرانی کا بے مثال دور تھا۔ یہ آپ ہی کے دورِ خلافت کا واقعہ ہے کہ اس وقت مسجدِ نبوی کے صحن مبارک میں ہی دربار لگا کر تمام مملکت کے اُمور نمٹائے جاتے تھے۔ مسجدِ نبوی میں ہر وقت لوگوں کا آنا جانا لگا رہتا تھا۔ مسجد نبوی کے ساتھ ہی حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے چچا حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مکان تھا۔ اس مکان کا پرنالہ مسجد کی طرف گرتا تھا جس کی وجہ سے جب کبھی اس میں سے (بارش کا یا ویسا ہی) پانی آتا تو گزرنے والوں کو تنگی ہوتی تھی۔ جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دورِ خلافت آیا تو آپ نے مسجد نبوی کے احترام اور گزرنے والوں کی تکلیف کو مدِ نظر رکھتے ہوئے اس پرنالے کو وہاں سے اُتار دیا۔ اس وقت جبکہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پرنالے کو اُتروا دیا حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہیں گئے ہوئے تھے۔ انہوں نے واپس آ کر جب یہ دیکھا کہ پرنالہ اپنی جگہ پر موجود نہیں ہے تو پتا چلنے پر بہت غصہ میں آئے اور اسی وقت مدینہ منورہ کے مفتی حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عدالت میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر دعویٰ دائر کر دیا۔

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی اسی وقت دنیائے اسلام کے جلیل القدر حکمران کے نام فرمان جاری کر دیا کہ آپ کے خلاف حضرت عباس بن عبد المطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دعویٰ دائر کیا ہے اور مجھ سے انصاف کے خواستگار ہوئے ہیں، لہٰذا آپ حاضر ہو کر اس بارے میں جواب پیش کریں۔

اگر آج کا کوئی معمولی اثر و رسوخ والا حاکم ہوتا تو عدالت کی طرف سے ملنے والے اس طرح کے نوٹس پر آگ بگولا ہو جاتا لیکن فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی جبین مبارک پر شکن تک نہ ڈالی اور مقررہ تاریخ کو حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مکان پر حاضر ہو گئے، دروازہ کھٹکھٹایا بڑی دیر تک کھڑے رہنے کے بعد حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اندر داخل ہونے کی اجازت دی اس کی وجہ یہ تھی کہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کسی کام میں مصروف تھے، اتنی دیر شان و شوکت اور رعب و دبدبہ والے عظیم خلیفہ امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ دروازہ کھلنے کا کھڑے ہو کر انتظار کرتے رہے، نہ کوئی پہرے دار، نہ کوئی باڈی گارڈ، خوشامدیوں کی فوج اور نہ کوئی اہلکاروں کا ہجوم، کچھ بھی تو آپ کے ساتھ نہ تھا اور نہ ہی آپ کو ان چیزوں کی ضرورت تھی۔ کفار کے دل جس کے نام سے دہل جاتے تھے۔ وہ عظیم المرتبت حکمران اپنی ہی حکومت کے دور میں اپنے خلاف ہونے والے دعویٰ کے سلسلہ میں جواب دینے کیلئے پیش ہوا تھا۔

جب مقدمہ کی کارروائی کا آغاز ہوا تو پہلے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے گفتگو کا آغاز کرنا چاہا لیکن حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ کو کوئی بات پہلے کرنے سے روک دیا اور فرمایا، یہ حق مدعی کا ہے کہ وہ پہلے اپنا دعویٰ پیش کرے اس لئے آپ براہِ مہربانی خاموشی اختیار فرمائیں۔ یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ خاموش ہو گئے، اس کے بعد حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنا بیان پیش فرمایا کہ میرے مکان کا پرنالہ بڑی مدت سے مسجدِ نبوی کی جانب تھا۔ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانہ اقدس میں بھی اس کا رخ اسی طرف تھا اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دورِ خلافت میں بھی اسی جگہ پر لگا ہوا تھا لیکن اب امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس پرنالے کو اُتروا دیا ہے جس کی وجہ سے مجھے تکلیف ہوئی ہے اور میرا پرنالے کا نقصان بھی ہوا ہے۔ مجھے صرف یہ کہنا ہے کہ میرے ساتھ انصاف کیا جائے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان جب ختم ہوا تو حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا، بے شک آپ کو انصاف ملے گا۔ اس کے بعد فرمایا، اے امیر المومنین! آپ نے اپنے اوپر لگایا جانے والا الزام سن لیا، اب آپ فرمائیں کہ آپ اس بارے میں کیا کہنا چاہتے ہیں؟ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب دیا، یہ دُرست ہے کہ میں نے پرنالہ اُتروا دیا ہے میں اس کی ذمہ داری قبول کرتا ہوں۔ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا، کیا آپ یہ بتانا پسند فرمائیں گے کہ آپ نے بغیر اجازت دوسرے کے مکان میں اس طرح کی مداخلت کیوں کی؟

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا، اس کی وجہ یہ تھی کہ پرنالے میں سے کبھی کبھار پانی آجاتا تھا جس کی چھینٹیں نمازیوں پر پڑتی تھیں، میں نے لوگوں کی تکلیف کو دور کرنے کی غرض سے پرنالے کو اُتروا دیا اور میں نے اپنی دانست میں کوئی غیر مناسب کام نہیں کیا۔

اب حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا، اے ابو الفضل! آپ نے امیر المومنین کا جواب سن لیا اب آپ مزید کیا کہنا چاہتے ہیں؟ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ جب میں نے مکان تعمیر کرنے کا ارادہ فرمایا تو حضور سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف لائے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے میرے لئے خود اپنی چھڑی مبارک سے زمین پر نشان لگائے اور میں نے اسی نقشے کے مطابق مکان کی تعمیر شروع کی، جب مکان کی تعمیر ہو چکی تو یہ پرنالہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے حکم مبارک سے اس جگہ پر لگوایا۔ اس وقت حضور سرورِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کہ میرے کندھوں پر کھڑے ہو کر پرنالہ اس جگہ پر لگا دیں، میں نے ادب اور احترام کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے اس بات کا انکار کیا لیکن جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بہت زیادہ اصرار فرمایا تو پھر میں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مبارک کندھوں پر کھڑے ہو کر یہ پرنالہ لگا دیا تھا اب اس پرنالے کو امیر المومنین نے اُتروا دیا ہے۔

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دریافت فرمایا کہ آپ اس واقعہ کے بارے میں کوئی گواہی پیش کر سکتے ہیں؟ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب دیا کہ ایک گواہی کیا میں کئی گواہ پیش کر سکتا ہوں۔ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عباس کو گواہ حاضر کرنے کیلئے فرمایا، چنانچہ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ باہر نکلے اور تھوڑی دیر کے بعد چند انصاریوں کو لے کر آئے انہوں نے اس بات کی گواہی دی کہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہمارے سامنے حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنے مبارک کندھوں پر چڑھا کر پرنالہ لگانے کا حکم فرمایا تھا۔

گواہیاں پیش ہو رہی تھیں اور وقت کا عظیم حکمران خاموشی اور سکون کے ساتھ اپنے خلاف ہونے والی گواہیوں کے منظر کو دیکھ رہا تھا، دل میں کوئی ملال نہیں تھا، کوئی بے چینی اور پریشانی چہرہ مبارک پر نظر نہیں آ رہی تھی۔ مسلمان حکمرانوں کے مقابلے میں تاریخ اس قسم کی مثالیں پیش کرنے سے قاصر ہے۔ وہ منظر کیا منظر ہو گا جب عدل و انصاف کی حکمرانی قائم رکھنے والا دنیا کا عظیم حکمران انصاف کے تقاضوں کو پورا کرنے کی خاطر بذاتِ خود عدالت میں کھڑا ہو کر اپنے خلاف قائم ہونے والے مقدمہ کی کارروائی کو خاموشی اور تحمل سے سن رہا تھا اور پھر جب گواہوں کے بیانات مکمل ہو گئے تو فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ آگے بڑھے اور حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا، اے ابو الفضل! اللہ کیلئے میری غلطی کو معاف فرما دیں، میں ہرگز یہ نہ جانتا تھا کہ پرنالہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بذاتِ خود یہاں پر نصب کروایا تھا ورنہ بھولے سے بھی میں یہ کام نہ کرتا، میری یہ جرأت کہاں کہ حضور سرورِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لگوائے ہوئے پرنالے کو اُترواتا۔ یہ واقعہ جو ہوا ہے لاعلمی کی وجہ سے ہوا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس کی تلافی اسی طرح ممکن ہو سکتی ہے کہ آپ میرے کندھوں پر کھڑے ہوں اور پرنالے کو دوبارہ اپنی جگہ پر لگا دیں۔

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی اس بات سے اتفاق فرمایا اور ارشاد فرمایا، اے امیر المومنین! انصاف کا تقاضا یہی ہے بے شک آپ کو اسی طرح ہی کرنا چاہئے۔ چنانچہ تاریخ کے صفحات میں وہ منظر ابھی تک رقم ہے جب چند لمحوں کے بعد لوگوں نے دیکھا کہ کفر کے ایوانوں میں زلزلہ مچا دینے والا عظیم جرنیل جس کی ہیبت سے وقت کے بادشاہ کانپ اُٹھتے تھے آج اپنے آپ کو خود ہی مجرم ثابت کر کے مسجدِ نبوی کی دیوار کے ساتھ لگ کر کھڑا تھا اور پھر دنیا یہ منظر دیکھ رہی تھی کہ خلیفہ وقت حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کندھوں پر کھڑے ہو کر حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسی جگہ پر نالے کو نصب فرما رہے تھے۔

اب اس واقعہ کا دوسرا رخ بھی ملاحظہ فرمائیں کہ جب پرنالہ مقررہ جگہ پر لگ گیا تو اس حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا، امیر المومنین! یہ ٹھیک ہے کہ اس مقدمے کا فیصلہ میرے حق میں ہوا اور میں اس بات کا حقدار بھی تھا لیکن یہ صرف اسی وجہ سے ممکن ہوا کہ آپ انصاف کی حکمرانی کو قائم فرماتے ہیں اب جبکہ مجھے میرا حق مل گیا ہے۔ میں اپنی مرضی سے برضا و رغبت اپنے سارے مکان کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں وَقف کرتا ہوں۔ اب آپ کو اختیار ہے کہ مکان گرا کر مسجدِ نبوی کی توسیع فرمالیں۔

انصاف کی حکمرانی

یہ ان دِنوں کا واقعہ ہے جب حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ بصرہ کے گورنر تھے، امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دو صاحبزادے حضرت عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عبید اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کسی مہم کے سلسلے میں عراق تشریف لے گئے جب اپنے کام سے فارغ ہوئے تو واپسی پر بصرہ میں آئے اور حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس پہنچے، انہوں نے دونوں حضرات کا بڑی خوشدلی کے ساتھ استقبال کیا اور ان کی خوب خاطر تواضع کی پھر جب وہ مدینہ منورہ روانہ ہونے لگے تو حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان سے فرمایا کہ اے بھتیجو! میرے پاس صدقہ کا کچھ مال ہے جس کو امیر المومنین کی خدمت میں بھیجنا مقصود ہے۔ آپ ایسا کریں کہ یہ مال مجھ سے لے لیں اور اس سے تجارت کا مال خرید کر لے جائیں۔ مدینہ منورہ پہنچ کر سامان کو فروخت کر دیں اور اس سے جو منافع بھی حاصل ہو وہ آپ رکھ لیں اور جو اصل مال ہے وہ امیر المومنین کی خدمت میں پہنچا دیں۔ حضرت عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عبید اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ کہیں یہ نہ ہو کہ اس بات سے امیر المومنین ہم سے ناراض ہو جائیں۔

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا، آپ فکر نہ کریں میں اس کے بارے میں امیر المومنین کو اطلاع بھجوا دیتا ہوں چنانچہ دونوں صاحبزادگان نے وہ مال لے کر اس سے تجارت کا سامان خریدا اور مدینہ منورہ میں لا کر فروخت کر دیا اس طرح سے بہت زیادہ منافع حاصل ہوا۔ اس کے بعد وہ گورنر بصرہ کی طرف سے بھیجا جانے والا اصل مال لے کر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سارا واقعہ آپ کے گوش گزار کیا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا، مجھے صرف یہ بتاؤ کہ گورنر بصرہ نے تمام فوج کے ساتھ یہی معاملہ کیا ہے؟ بیٹوں نے عرض کیا، ابا جان! سب کے ساتھ تو یہ معاملہ نہیں کیا۔ یہ سن کر آپ نے فرمایا کہ اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ گورنر بصرہ نے میرے بیٹے سمجھ کر تمہارے ساتھ یہ رعایت برتی ہے۔ صاحبزادگان نے عرض کیا، یہی بات ہے۔ چنانچہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حکم فرمایا کہ اصل رقم اور منافع دونوں بیت المال میں جمع کروا دو، چنانچہ ایسا ہی کیا گیا تا کہ انصاف کی حکمرانی میں ذرہ برابر بھی فرق نہ آنے پائے۔

فوقیت کا معاملہ

فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لوگوں کی تنخواہیں مقرر فرمائیں تو حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو کہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیارے آزاد کردہ غلام تھے کے صاحبزادے حضرت اُسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تنخواہ اپنے بیٹے حضرت عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے زیادہ مقرر فرمائی۔ حضرت عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے شکوہ کیا کہ واللہ! اُسامہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کسی بات میں ہم سے فوقیت نہیں رکھتے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا، ہاں مگر رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اُسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تجھ سے زیادہ عزیز رکھتے تھے۔ (مستدرک حاکم)

ذمیوں سے انصاف

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ عدل و انصاف کے معاملے میں ہر ایک سے یکساں سلوک روا رکھتے تھے، ایک مرتبہ ایک بوڑھے شخص کو بھیک مانگتے ہوئے دیکھا تو دریافت فرمایا کہ تم بھیک کیوں مانگتے ہو؟ اس نے عرض کیا کہ مجھ پر جزیہ لگایا گیا ہے جبکہ میں بالکل غریب اور تنگدست ہوں (کمانے کی سکت نہیں رکھتا) حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس ذمی شخص کو اپنے گھر لے آئے اور اس کو کچھ نقد رقم دے کر بیت المال کے چیئرمین کو لکھا کہ اس طرح کے ذمی مساکین کیلئے بھی وظیفہ مقرر کر دیا جائے۔ واللہ! یہ انصاف نہیں ہے کہ ان کی جوانی سے ہم فائدہ حاصل کریں اور بڑھاپے میں ان کی خبر گیری نہ کریں۔ (کتاب الخراج)

عدل کی برکت

یہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دورِ خلافت کا واقعہ ہے کہ روم کے بادشاہ نے اپنا ایک قاصد امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں روانہ کیا جب وہ قاصد راستے کی منازل طے کرتا ہوا مدینہ منورہ میں داخل ہوا تو مسلمانوں سے پوچھنے لگا کہ تمہارے خلیفہ کا محل کس طرف ہے اس قاصد کی بات جو کوئی مسلمان بھی سنتا وہ ہنس دیتا اور اسے جواب دیتا کہ ہمارے خلیفہ کا تو کوئی محل نہیں ہے۔ ہمارا خلیفہ عام مسلمانوں کی طرح رہتا ہے۔ یہ سن کر رومی قاصد بڑا حیران ہوا اور سوچنے لگا کہ اس قدر رعب و دبدبہ رکھنے والا حکمران کہ جس کے نام کی ہیبت سے دنیا کے بادشاہوں پر لرزہ طاری ہو جاتا ہے اس قدر سادہ زندگی بسر کرتا ہے کہ اسے دنیاوی ٹھاٹھ باٹھ اور عیش و عشرت کی کوئی پرواہ نہیں ہے۔

اس قاصد کی حیرانی میں مزید اضافہ ہوتا جا رہا تھا جب وہ ہر ایک سے یہ سنتا کہ مسلمانوں کا خلیفہ عام مسلمانوں جیسی زندگی بسر کرتا ہے نہ اس نے اپنے کوئی محافظ رکھے ہوئے ہیں نہ اپنی رہائش کیلئے کوئی محل تعمیر کروایا ہوا ہے۔ اس قاصد کے شوق میں اور بھی اضافہ ہوا کہ ایسی عظیم المرتبت شان والے خلیفہ کو ضرور دیکھنا چاہیے۔ آخرکار اسے معلوم ہوا کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کھجور کے ایک درخت کے نیچے آرام فرما ہیں وہ قاصد اس کھجور کے درخت کے پاس پہنچا تو اس نے دیکھا کہ زبردست ہیبت و جلال کا مالک جس کا نام سن کر قیصر و کسریٰ بھی کانپ اُٹھتے ہیں۔ بڑے ہی مزے اور آرام سے کھجور کے درخت کے سائے میں زمین پر سو رہا ہے۔ قاصد نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو آرام کرتے ہوئے دیکھا تو اس کے دل پر فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا رعب طاری ہو گیا وہ کانپنے لگا، وہ قاصد بڑا جہاندیدہ شخص تھا بے شمار بادشاہوں کے پاس وہ گیا تھا کسی کے سامنے بھی وہ مرعوب نہ ہوا تھا۔ لیکن آج حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے رعب سے اس پر لرزہ طاری تھا۔ کہنے لگا، اے مسلمانوں کے امیر ! آپ نے عدل کیا اس وجہ سے بے کھٹکے سوئے اور ہمارا بادشاہ ظلم کرتا ہے تو ہراساں رہتا ہے۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ کا دین سچا ہے۔ (کیمیائے سعادت)

رعایا کی خبر گیری

جب سے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خلافت کی ذمہ داریاں سنبھالی تھیں رعایا کی فکر میں لگے رہتے تھے کہ کہیں کسی پر زیادتی نہ ہو رہی ہو یا کوئی پریشان نہ ہو۔ ایک مرتبہ آپ حسبِ معمول رات کو گشت فرما رہے تھے کہ آپ کا گزر ایک عورت کے پاس سے ہوا دیکھا کہ چولہے پر برتن رکھا ہے اور اس کے گرد بچے بیٹھ کر رو رہے ہیں۔ آپ نے عورت سے پوچھا کہ یہ بچے کیوں رو رہے ہیں؟ اس نے کہا کہ کئی وقتوں سے بچوں کو کھانا نہیں ملا ہے۔ برتن میں پانی ڈال کر چولہے پر چڑھا رکھا ہے اور بچوں کو بہلا رہی ہوں کہ سو جائیں۔ اللہ تعالیٰ ہی ہمارے اور عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے مابین انصاف کرے گا۔

اس عورت نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شناخت نہ کیا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ سن کر اسی وقت واپس ہوئے اور بیت المال سے آٹا، گھی لے کر اپنی کمر پر لادا اور دوبارہ اس عورت کے پاس پہنچے سب سے پہلے برتن میں آٹا اور پھر گھی ڈالا اور آگ کو سلگایا، جب حلوہ تیار ہو گیا تو برتن سے نکال کر بچوں کے سامنے رکھ دیا۔ بچوں نے خوب جی بھر کر کھایا اور آرام سے سو گئے۔ اس کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس عورت سے رُخصت ہونے لگے تو عورت نے کہا، اللہ تعالیٰ تمہیں جزائے خیر دے۔ سچ یہ ہے کہ امیر المومنین ہونے کے قابل تم ہو نہ کہ عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ چلتے جاتے تھے اور فرماتے جاتے تھے کہ "بھوک ہی انہیں جگا اور رُلا رہی تھی"۔ (کنز العمال)

نیکی

ایک رات آپ اپنے غلام اسلم کے ساتھ مدینہ منورہ سے باہر کی طرف نکلے رات کی تاریکی میں دور ایک خیمہ لگا ہوا دکھائی دیا جس کے باہر ایک بدو زمین پر بیٹھا ہوا تھا اس کے پاس جا کر بیٹھے اور اِدھر اُدھر کی باتیں شروع کیں، اندر سے عورت کے کراہنے کی آواز آ رہی تھی، معلوم ہوا کہ اس بدو کی بیوی دردِ زہ کی شدت سے کراہ رہی ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ معلوم ہونے پر تھوڑی دیر کیلئے بھی وہاں نہ ٹھہرے اور فوری طور پر تیز تیز قدم اُٹھاتے ہوئے اپنے گھر تشریف لائے اور اپنی زوجہ محترمہ حضرت اُمّ کلثوم بن علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے پاس ایک نیکی بھیجی ہے۔ کیا تم اسے حاصل کرو گی؟ اس کے ساتھ ہی آپ نے تمام واقعہ ان کے گوش گزار کیا کہ مدینہ منورہ سے باہر ایک عورت اپنے خیمہ میں دردِ زہ میں مبتلا ہے اور اس کی مدد کیلئے کوئی عورت نہیں ہے۔

حضرت اُمّ کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا یہ سن کر فوراً تیار ہو گئیں اور کہنے لگیں کہ میں یہ نیکی ضرور حاصل کروں گی۔ اس پر حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آٹا، گھی وغیرہ اپنی کمر پر لادا اور حضرت اُمّ کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو ساتھ لے کر رات کی تاریکی میں اس خیمہ کی طرف روانہ ہو گئے۔ بدو سے اجازت لے کر اُمّ کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو خیمہ میں بھیج دیا اور آپ خود خیمے کے باہر اس عورت کے خاوند کے پاس بیٹھ کر باتیں کرنے لگے جو آپ کو بالکل نہیں پہچانتا تھا۔ اُدھر خیمے میں عورت کے ہاں بچے کی ولادت ہوئی تو حضرت اُمّ کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے پکار کر آواز دی کہ اے امیر المومنین! اپنے دوست کو لڑکے کی خوشخبری سنا دیجئے۔ اس شخص نے جب یہ آواز سنی تو وہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ہمدردی و اعانت پر حیران و ششدر ہو گیا اور معذرت کا انداز اختیار کرنے لگا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا، نہیں کوئی بات نہیں۔ اس کے بعد آپ نے ان میاں بیوی کو کھانے پینے کا سامان دیا اور وہاں سے رُخصت ہو کر واپس مدینہ منورہ چلے آئے۔ (اشہر المشاہیر حکایات الصحابہ)

شیر خوار بچہ

ایک مرتبہ ایک قافلہ مدینہ طیبہ میں آیا اور شہر کے باہر پڑاؤ ڈالا، حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس کی حفاظت و خبر گیری کیلئے خود تشریف لے گئے، پہرہ دیتے ہوئے کسی شیر خوار بچے کے رونے کی آواز سنی۔ فوری طور پر وہاں پہنچے اور اس بچے کی ماں سے فرمایا، اللہ تعالیٰ سے ڈر اور بچے کو نہ رُلا۔ یہ فرما کر آپ آگے بڑھ گئے لیکن جب تھوڑی دیر کے بعد پھر گزر ہوا تو دیکھا کہ بچہ بدستور رو رہا ہے۔ چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ دوبارہ اس بچے کی ماں کے پاس گئے اور اس کو پھر وہی بات کہی۔

رات کا آخری پہر تھا کہ بچے کے رونے کی پھر آواز آئی۔ اب تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بہت غصہ آیا اور انتہائی جلال میں آکر اس بچے کی ماں سے فرمایا، اللہ تمہیں پوچھے، تو کتنی بے رحم ماں ہے، آخر کیا بات ہے، تیرا بچہ چپ کیوں نہیں ہوتا؟ بچے کی ماں نے جواب دیا، اے اللہ کے بندے! میں اسے دودھ نہیں پلاتی اس لئے یہ ضد کر کے رو رہا ہے۔ آپ نے اس سے پوچھا کہ تم اپنے بچے کو دودھ کیوں نہیں پلاتی؟ وہ عورت کہنے لگی، امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حکم دیا ہے کہ جب تک بچے دودھ نہ چھوڑیں بیت المال سے ان کا وظیفہ مقرر نہ کیا جائے۔ اس غرض سے میں اس کا دودھ چھڑاتی ہوں اور یہ اس وجہ سے روتا ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس سے پوچھا کہ اس بچے کی عمر کتنی ہے اس نے جواب دیا کہ اتنے ماہ کا ہے یہ سن کر حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا، اللہ تمہیں سمجھے اس کے دودھ چھڑانے میں اتنی جلدی نہ کر۔ آپ یہ فرما کر واپس ہو گئے۔ اس عورت نے نہ پہچانا کہ آپ ہی امیر المومنین ہیں۔

فجر کی نماز کے بعد آپ نے لوگوں کے سامنے وعظ فرمایا اس حالت میں کہ آپ کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے، ارشاد فرمایا اے لوگو! افسوس ہے عمر پر نہ جانے کتنے بچوں کا خون اس کی گردن پر ہے۔ اس کے بعد یہ اعلان فرما دیا کہ اپنے بچوں کا دودھ چھڑانے میں جلدی نہ کرو، میں ہر مسلمان بچے کا وظیفہ مقرر کرتا ہوں۔ اس کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ہر نومولود کا وظیفہ سو دِرہم مقرر کر دیا اور جب اس میں ذرا شعور پیدا ہو جاتا تھا تو دو سو دِرہم کر دیتے تھے اور اس کی بلوغت کے بعد اس میں مزید اضافہ ہو جاتا تھا جب کوئی لاوارث بچہ لایا جاتا تھا تو اس کا وظیفہ سو دِرہم مقرر کیا جاتا تھا اور اس کے سرپرست کو حسبِ ضرورت ماہانہ رقم الگ دی جاتی تھی۔ بچے کی رضاعت اور نفقے کا بیت المال کفیل ہوتا تھا اور اس کے بعد سال کے سال دوسرے بچوں کی طرح اس وظیفے میں بھی اضافہ ہوتا رہتا تھا۔

حسن و جمال

اسی طرح رات کے وقت حسبِ معمول گشت فرمارہے تھے کہ مدینہ منورہ کی گلیوں سے گزرتے ہوئے ایک ایسی جگہ پر پہنچے کہ ایک عورت کے شعر گانے کی آواز آرہی تھی وہ شعر یہ تھا کہ جو عورت اونچی آواز سے گارہی تھی:۔

"ہے کوئی سبیل میری بادہ نوشی کی، ہے کوئی صورت کہ میں نصر بن حجاج کے پاس پہنچ سکوں؟"

جب صبح ہوئی تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لوگوں سے پوچھا کہ نصر بن حجاج کون ہے؟ لوگوں نے جب اس کے بارے میں بتایا تو آپ نے اسے بلانے کیلئے ایک آدمی کو روانہ کیا۔ جب نصر بن حجاج کو آپ کے سامنے پیش کیا گیا تو آپ نے دیکھا کہ وہ بلاشبہ ایک انتہائی خوبصورت نوجوان ہے۔ اس کی شکل بھی حسین اور بال بھی پیارے ہیں۔ آپ نے حکم فرمایا کہ نصر بن حجاج کے بال کاٹ دیئے جائیں۔ جب اس کے بال کاٹ دیئے گئے تو پھر بھی اس کی خوبصورتی میں کوئی فرق نہ پڑسکا اس کا حسن دب نہ سکا بلکہ اس کی پیشانی مزید نمایاں ہوگئی جس کی وجہ سے اس کا حسن مزید نکھر گیا۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حکم دیا کہ اس کا منہ کالا کر دیا جائے چنانچہ ایسا ہی کیا گیا مگر اس سے بھی اس کی خوبصورتی ماند نہ پڑی، اس پر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا، نہیں، قسم ہے اس ذات پاک کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے، اے نصر! تو اس جگہ نہیں رہ سکتا، جہاں پر میں رہتا ہوں۔ چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حکم دیا کہ اس کو بصرہ بھیج دیا جائے، اگرچہ نصر بن حجاج کا اپنی خوبصورت شکل ہونے میں کوئی گناہ نہیں تھا لیکن پھر بھی حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کو مدینہ منورہ سے نکال دیا، اس سے غالباً آپ کا مقصد یہ تھا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے شہر مدینہ منورہ کی عورتیں اس کی خوبصورتی کے فتنے سے محفوظ ہو جائیں۔

اس واقعہ کے بعد کا ذکر ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ حسبِ معمول رات کے وقت مدینہ طیبہ کی گلیوں میں گشت فرمارہے تھے کہ ایک محلہ میں عورتوں کو آپس میں یہ بات کہتے ہوئے سنی کہ مدینہ منورہ کا سب سے زیادہ خوبصورت شخص کون ہے؟ ان میں سے ایک عورت نے کہا کہ مدینہ منورہ کا سب سے زیادہ خوبصورت شخص ابو ذئب ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے صبح کے وقت ایک آدمی کو بھیج کر ابو ذئب کو اپنے پاس بلالیا جب وہ آیا تو آپ نے دیکھا کہ یہ شخص مردانہ حسن کا ایک بہترین شاہکار ہے۔ آپ نے اس کو دیکھ کر فرمایا، اللہ کی قسم! تو عورتوں کا بھیڑیا ہے۔

اس کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا، قسم ہے اس ذات پاک کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے تو اس سرزمین میں نہیں رہ سکتا جہاں میں رہتا ہوں۔ ابو ذئب نے یہ سن کر کہا، اگر میرا یہاں سے جانا ہی لازمی ہے تو پھر آپ مجھے وہاں پر ہی بھیج دیں جہاں آپ نے میرے چچازاد بھائی کو بھیجا ہے۔ اس کی مراد نصر بن حجاج سے تھی چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کو بصرہ بھیج دیا۔

بڑھیا کی داد رسی

رعایا کی خبر گیری رکھنے اور ان کی مشکلات کے حل کے سلسلہ میں آپ نے شام کا دورہ کیا۔ شام کے دورے سے واپسی کے سفر میں اثنائے راہ ایک خیمہ دیکھا، سواری سے اتر کر خیمہ کے نزدیک گئے۔ ایک بوڑھی عورت نظر آئی اس سے حال احوال دریافت فرمایا، بڑھیا نہیں جانتی تھی کہ آپ امیر المومنین ہیں۔ بڑھیا نے آپ سے پوچھا کہ حضرت عمر کا کیا حال ہے؟ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ وہ تو ابھی ابھی شام کے دورے سے واپس آئے ہیں۔ بڑھیا شکوے کے انداز میں کہنے لگی، اللہ تعالیٰ ان کو میری طرف سے جزائے خیر دے۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پوچھا، کیوں کیا بات ہوگئی آخر اس کا سبب کیا ہے؟ بڑھیا نے کہا، جب سے عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) خلیفہ ہوئے ہیں مجھے آج تک بیت المال سے کچھ بھی نہیں ملا۔ آپ نے اس سے فرمایا، عمر کو اتنی دور کا حال کیونکر معلوم ہو سکتا ہے؟ بڑھیا کہنے لگی، سبحان اللہ! یہ آپ نے کیا بات کہہ دی جو شخص خلیفہ ہو اور پھر اس کو اس بات کی بھی خبر نہ ہو کہ مشرق و مغرب کے درمیان کیا ہو رہا ہے؟ میری سمجھ میں تو یہ بات نہیں آسکتی اگر اس کو رعایا کا حال معلوم نہیں تو خلافت کیوں کرتا ہے۔

بڑھیا کی یہ بات سن کر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آنکھوں میں آنسو آگئے اور اپنے آپ سے فرمایا، اے عمر! افسوس ہے تجھ پر، تیری رعایا تجھ سے کیسے جھگڑا کرتی ہے۔ ہر شخص تجھ سے زیادہ معاملہ فہم ہے۔ پھر آپ نے بڑھیا سے فرمایا کہ تم اپنی داد خواہی کتنی قیمت پر بیچ کر اپنے دعویٰ سے دستبردار ہو سکتی ہو؟ میں عمر کو اس بات پر رضامند کر لوں گا۔ بڑھیا کہنے لگی اے شخص! اللہ تعالیٰ تم پر رحم کرے میرے ساتھ مذاق نہ کرو۔ آپ نے فرمایا، میں تم سے مذاق نہیں کرتا۔ آخر کار بیس دِرہم پر بڑھیا راضی ہوگئی اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیس دِرہم ادا کر کے اس کو راضی کر لیا۔ ابھی اس معاملے سے فارغ ہوئے ہی تھے کہ حضرت علی اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما آگئے اور آتے ہی کہنے لگے، یا امیر المومنین! السلام علیکم۔

بڑھیا نے جب امیر المومنین کا لفظ سنا تو حیران و پریشان ہوگئی اور اس بات پر افسوس کرنے لگی کہ میں نے امیر المومنین کے سامنے ہی ان کو برا بھلا کہہ دیا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بڑھیا کی یہ کیفیت دیکھی تو اس سے فرمایا کہ اے بڑھیا! تم افسوس نہ کرو تم نے جو کچھ کہا ہے بالکل ٹھیک کہا ہے اور کوئی غلط بات نہیں کی ہے۔ اس کے بعد حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پوستین کے ایک ٹکڑے پر یہ تحریر لکھی:۔

"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ یہ عبارت اس بات کے بارے میں ہے کہ عمر نے فلاں بڑھیا سے اپنی خلافت کے ابتدائی دور سے لے کر اب تک اس کی داد خواہی بیس دِرہم میں خرید لی ہے اب اگر قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے سامنے دعویٰ کرے تو میں اس سے بری ہوں، علی اور عبداللہ بن مسعود (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) اس معاملے پر گواہ ہیں۔" (حیوٰۃ الحیوان)

بیوہ کی مدد

رعایا کے حالات جاننے کی غرض سے ایک مرتبہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ مدینہ منورہ کے بازار میں گشت فرما رہے تھے کہ اثنائے راہ میں آپ کو ایک نوجوان عورت ملی جس نے آپ سے کہا کہ اے امیر المومنین! میرا شوہر انتقال کر چکا ہے میرے چھوٹے چھوٹے بچے ہیں ان کا کوئی سہارا نہیں ہے، ان بچوں کے پاس نہ تو کوئی زمین ہے کہ اس کی آمدنی سے گزارا کر سکیں نہ ہی کوئی ایسا جانور ہے کہ جس کا دودھ پی کر اپنا پیٹ بھر سکیں نہ ہی ہمارے پاس کوئی بکری ہے کہ جس کا گوشت ہمارے پیٹ کی ضرورت کو پورا کرے۔ مجھے خطرہ ہے کہ کہیں میرے بچے بھوک و افلاس کی وجہ سے ہلاک نہ ہو جائیں۔ اے امیر المومنین! میں خفاف بن ایمن غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیٹی ہوں، میرا والد صلح حدیبیہ کے موقع پر رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ شریک تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس عورت کی بات انتہائی توجہ سے سنی جب اس نے اپنی بات ختم کر لی تو آپ اس کو تسلی و تشفی دے کر اپنے گھر واپس آ گئے، گھر میں ایک اونٹ بندھا ہوا تھا آپ نے اس کو کھولا اور اس پر دو بوریاں اجناس اور دیگر کھانے پینے کی چیزیں لادیں اور اس اونٹ کو لے کر اس عورت کے پاس آئے۔ اونٹ کی مہار عورت کے ہاتھ میں دے کر فرمایا، اس کو لے جاؤ یہ تمہارے لئے کافی ہے جب تک کہ تمہارے پاس کوئی مال آ جائے۔

قافلے کی رکھوالی

ایک مرتبہ رات کے وقت گشت فرما رہے تھے کہ آپ کو معلوم ہوا کہ ایک قافلے نے شہر سے باہر پڑاؤ ڈالا ہے، آپ کو فکر لاحق ہوئی کہ کہیں کوئی ان کا سامان چوری کر کے نہ لے جائے، اسی خطرے کے پیش نظر آپ قافلے کی سمت تشریف لے جا رہے تھے کہ حضرت عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملاقات ہوئی انہوں نے پوچھا، امیر المومنین! آپ اس وقت کدھر تشریف لے جا رہے ہیں؟ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا، ایک قافلے نے یہاں پر پڑاؤ کیا ہے مجھے خطرہ ہے کہ کہیں کوئی چور ان کے سامان کو اٹھا کر نہ لے جائے، آؤ چل کر قافلے کی رکھوالی کریں۔ چنانچہ حضرت عمر اور حضرت عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہما قافلے کے نزدیک جا کر بیٹھ گئے اور تمام رات قافلے کی نگہبانی فرماتے رہے حتیٰ کہ فجر کی نماز کا وقت ہو گیا۔ اب حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آواز دی، اے قافلہ والو! اٹھو نماز کا وقت ہو گیا ہے۔ جب قافلے والے نیند سے بیدار ہوئے تو حضرت عمر اور حضرت عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہما واپس چلے آئے۔

چار مہینے کی مدت

اپنے معمول کے مطابق حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ مدینہ منورہ کی آبادی میں گشت فرمارہے تھے کہ ایک عورت اپنا دروازہ بند کئے ہوئے فراقیہ اشعار پڑھ رہی تھی۔ اس عورت کا خاوند جہاد پر گیا ہوا تھا اور اس کے فراق میں یہ دردانگیز اشعار پڑھ رہی تھی۔ یہ اشعار سن کر آپ نے اس عورت سے دریافت فرمایا کہ تم کس وجہ سے یہ اشعار پڑھ رہی ہو؟ اس نے کہا کہ میرا خاوند کئی مہینوں سے جہاد کرنے کیلئے گیا ہوا ہے۔ اس کے فراق میں یہ اشعار پڑھ رہی ہوں۔ یہ سن کر آپ نے اس سے دریافت فرمایا، تم نے اپنے نفس کو برائی کی طرف راغب تو نہیں کیا؟ اس نے کہا، معاذاللہ (ایسا نہیں ہوا ہے)۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس سے کہا کہ تم اپنے نفس کو قابو میں رکھو، میں صبح ہی تمہارے خاوند کو بلاتا ہوں، چنانچہ آپ نے صبح ہوتے ہی اس عورت کے خاوند کو بلانے کی غرض سے ایک قاصد کو بھیج دیا۔ اس کے بعد اپنی صاحبزادی اُم المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس تشریف لائے اور پوچھا، مجھے ایک مشکل کا سامنا لاحق ہو گیا ہے تم اس کو حل کردو۔ یہ بتاؤ کہ عورت کتنے دن خاوند کے بغیر بسر کرسکتی ہے؟ یہ سن کر حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے شرم سے اپنا سر اقدس جھکا لیا اور خاموشی اختیار کی۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا، اللہ تعالیٰ حق بات میں شرم نہیں کرتا۔ اس پر حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے زبان سے کہنے کی بجائے ہاتھ کے اشارہ سے بتایا کہ تین یا زیادہ سے زیادہ چار ماہ تک۔ چنانچہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ہر جگہ حکم بھیج دیا کہ کوئی مجاہد چار مہینے سے زیادہ باہر نہ رہنے پائے اور اس کو میدانِ جنگ میں چار مہینہ سے زیادہ نہ رکھا جائے۔ (تاریخ الخلفاء)

کھلی کچہری

رعایا کی خبر گیری کرنے کی اس قدر فکر تھی کہ اس معاملے میں رات دن کوشش کرتے۔ رعایا کی فلاح و بہبود اور ان کے مسائل و مشکلات کے حل کیلئے ہر وقت کوشاں رہتے۔ یہ معمول بنا رکھا تھا کہ ہر نماز کے بعد مسجد کے صحن میں تشریف فرما ہو جاتے۔ جس کو کوئی مسئلہ درپیش ہوتا کوئی شکایت لاحق ہوتی وہ آپ کے گوش گزار کرتا اور آپ اس پر مناسب احکامات صادر فرماتے مسائل کو حل کرنے کی کوشش فرماتے۔ اگر کوئی سائل نہ آتا تو پھر بھی اپنے معمول میں تبدیلی نہ کرتے اور تھوڑی دیر تک انتظار کرنے کے بعد اُٹھ جاتے۔ راتوں کو گشت کے دوران رعایا کے احوال معلوم کرتے، دورانِ سفر راستے میں ملنے والوں سے رعایا کے حالات کی خبر گیری کرتے، دوسرے شہروں سے جو سرکاری اہلکار آتے ان سے مل کر بذاتِ خود حالات دریافت کرتے اور ان سے ہر طرح کی بازپرس کرتے تھے۔ (کنز العمال)

بوڑھے کی داد رسی

آپ رعایا کی خبر گیری رکھنے میں اس حد تک مستعد تھے کہ کسی بھی حال میں اس سے غافل نہ ہوتے تھے۔ یہی وجہ تھی رعایا کا ہر فرد اپنے مسائل کے سلسلہ میں بلا دھڑک آپ سے بات کر لیا کرتا تھا، چنانچہ ایک مرتبہ ایک قافلہ کے ہمراہ حج کے سفر پر تشریف لے جا رہے تھے کہ اثنائے راہ میں ایک بوڑھے شخص نے قافلہ روک کر پوچھا کہ تم میں حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں؟ جب اسے بتایا گیا کہ حضور سرورِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وصال فرما چکے ہیں تو وہ زور زور سے رونے لگا، تھوڑی دیر کے بعد اس نے پوچھا رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد کون خلیفہ ہوا؟ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسے بتایا کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ اس بوڑھے شخص نے پوچھا کہ کیا وہ تم میں موجود ہیں؟ جب اسے بتایا گیا کہ وہ بھی انتقال فرما چکے ہیں تو یہ سن کر وہ پھر رونے لگا، پھر جب ذرا چپ ہوا تو کہنے لگا، ان کے بعد خلافت کی باگ ڈور کن کے ہاتھ میں آئی؟ فرمایا، عمر بن خطاب کے ہاتھ میں۔ اس نے پوچھا کہ کیا وہ تم میں موجود ہیں؟ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ وہی تمہارے سامنے گفتگو کر رہے ہیں۔

بوڑھے شخص نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا، اگر آپ امیر المومنین ہیں تو پھر میری داد رسی کیجئے مجھے کوئی نہیں ملتا جو میری داد رسی کرے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا، تم کون ہو؟ تمہاری فریاد سنی جائے گی۔ وہ بوڑھا شخص کہنے لگا، میرا نام ابو عقیل ہے حضور سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھے دعوتِ اسلام دی، میں آپ پر ایمان لایا، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھے ستو پلائے، جس کی سیری و سیرابی کو میں اب تک محسوس کرتا ہوں۔ میں نے بکریوں کا ایک ریوڑ خریدا اور اب تک ان کو چراتا ہوں، نماز پڑھتا ہوں اور روزے رکھتا ہوں لیکن اس سال بد قسمتی سے میرا سارا ریوڑ ختم ہو گیا اور صرف ایک بکری باقی بچی، اس کو بھی بھیڑیا اٹھا کر لے گیا، اب آپ میری داد رسی فرمائیں۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس سے فرمایا کہ تم مجھ سے چشمہ کے مقام پر ملاقات کرو۔ چنانچہ جب منزل پر پہنچے تو اونٹنی کی لگام تھام کر اس بوڑھے صحابی کا انتظار کرتے رہے جب سب لوگ پہنچ گئے تو ایک شخص کی ڈیوٹی لگائی کہ فلاں بوڑھا آدمی آئے گا تو اس کو اور اس کے اہل و عیال کو کھلاتے پلاتے رہنا۔ یہاں تک کہ میں حج سے واپس آجاؤں۔ جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ حج سے واپس آئے تو اس شخص سے بوڑھے صحابی کے بارے میں دریافت فرمایا، اس نے کہا کہ وہ تو جب آیا تھا اسے شدید بخار چڑھا ہوا تھا، تین دن کے بعد وہ انتقال کر گیا، میں نے اس کو دفن کر دیا ہے اور یہ اس کی قبر ہے۔ یہ سن کر حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آنکھوں میں آنسو آگئے اور اس بوڑھے صحابی کے اہل و عیال کو اپنے ساتھ لے گئے اور ان کے معاش کا انتظام فرما دیا۔

شہادت

امیر المومنین خلیفۃ المسلمین فاروقِ اعظم حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک رات خواب میں دیکھا کہ ایک سرخ رنگ کے مرغ نے آپ کے بدن مبارک میں دو تین ٹھونگیں ماری ہیں، آپ نے اپنا یہ خواب جمعہ کے خطبہ کے دوران بیان فرمایا تو اس خواب کی یہ تعبیر کی گئی کہ کوئی کافر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شہید کردے گا، آپ نے یہ خواب جمعہ کے دن بیان فرمایا اور بدھ کے دن فجر کی نماز کے وقت آپ کو زخمی کیا گیا۔ (نزہۃ المجالس)

روایات میں آتا ہے کہ مدینہ منورہ میں مغیرہ بن شعبہ کا ایک نصرانی غلام فیروز ابو لولو رہتا تھا۔ ایک دن حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اپنے آقا کی شکایت کرتے ہوئے کہنے لگا کہ میرا آقا مجھ سے زیادہ محصول وصول کرتا ہے آپ کم کروادیں۔ آپ نے اس سے دریافت کیا کہ وہ کتنا محصول وصول کرتا ہے؟ فیروز نے کہا، دو دِرہم (سات آنے) روزانہ۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دریافت فرمایا کہ تم کیا کام کرتے ہو؟ فیروز نے کہا کہ آہنگری، نقاشی اور نجاری۔ آپ نے فرمایا کہ ان ہنروں کے مقابلے میں یہ رقم کوئی زیادہ نہیں ہے۔ یہ سن کر فیروز اپنے دل میں بہت زیادہ ناراض ہوا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس سے فرمایا کہ میں نے سنا ہے کہ تم ایک ایسی چکی بنانا جانتے ہو کہ جو ہوا کے زور سے چلتی ہے تم مجھے بھی اسطرح کی ایک چکی بنادو۔ فیروز نے کہا، بہت اچھا، میں ایسی چکی بناؤں گا کہ جس کی آواز اہلِ مغرب و مشرق بھی سنیں گے۔ (تاریخ اسلام)

نمازِ فجر کے وقت مسلمان مسجدِ نبوی میں جمع ہوئے اور فیروز بھی ایک خنجر لئے ہوئے مسجدِ نبوی میں داخل ہوگیا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا معمول تھا کہ آپ نماز کے وقت تکبیر سے پہلے فرمایا کرتے تھے کہ صفیں سیدھی کرلو یہ سن کر نمازی اپنی صفیں دُرست کرلیا کرتے تھے حسبِ معمول آپ نے نماز سے قبل صفیں درست کرائیں اور پھر آگے بڑھ کر امامت کیلئے کھڑے ہوگئے نماز پڑھانا شروع کی، فیروز جو مسلمانوں کے ساتھ پہلی صف میں کھڑا تھا نکل کر اس نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر خنجر کے چھ وار کئے جن میں ایک وار ناف سے نیچے پڑا، آپ نے فوراً حضرت عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کھینچ کر اپنی جگہ پر امامت کیلئے کھڑا کردیا اور خود زخموں کے صدمے سے بے ہوش ہو کر گر پڑے، حضرت عبد الرحمٰن بن عوف نے دو بہت ہی چھوٹی چھوٹی سورتوں کے ساتھ نماز پڑھائی۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر حملہ کرنے کے بعد فیروز نے اور نمازیوں پر بھی حملہ کیا جنھوں نے اس کو بھاگتے ہوئے پکڑنے کی کوشش کی اس نے تیرہ افراد کو زخمی کیا جن میں سے چھ حضرات بعد میں انتقال فرماگئے۔ جس وقت فیروز لوگوں کو زخمی کرکے بھاگنے کی کوشش کر رہا تھا ایک انصاری مسلمان نے اس پر کمبل ڈال دیا اور وہ اس کمبل میں اُلجھ گیا اس پر اس نے اپنے ہی خنجر سے خود کشی کرلی۔ (سیرۃ الصالحین)

نماز کی ادائیگی کے بعد لوگ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اُٹھا کر گھر لائے تو ہوش میں آتے ہی سب سے پہلے یہ پوچھا کہ میرا قاتل کون تھا؟ لوگوں نے بتایا کہ فیروز مجوسی۔ یہ سن کر فرمایا، اللہ کا شکر ہے کہ میری موت کسی مسلمان کے ہاتھ سے نہیں ہوئی۔ فوری طور پر طبیب کو بلایا گیا طبیب نے آپ کو دودھ اور نبیذ پلایا تو وہ زخم کے راستے سے باہر نکل آیا۔ (سیرۃ الصالحین)

یہ حالت دیکھ کر مسلمانوں کو بڑی تشویش ہوئی اور یقین ہو گیا کہ شہادت یقینی ہے۔

دفن کی اجازت

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے صاحبزادے حضرت عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پاس ہی موجود تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان سے فرمایا کہ بتاؤ ہم کتنے مقروض ہیں؟ انہوں نے حساب کر کے بتایا کہ تقریباً چھیاسی ہزار روپیہ قرض ہے۔ آپ نے فرمایا یہ رقم میرے مال سے ادا کر دینا اور اگر اس سے پورا قرض ادا نہ ہو سکے تو پھر بنی عدی سے مانگنا اور اگر پھر بھی پورا نہ ہو تو قریش سے لے لینا۔ پھر ارشاد فرمایا کہ جاؤ اُمّ المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے جا کر کہو کہ عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) یہ اجازت چاہتا ہے کہ وہ اپنے دونوں دوستوں کے پاس دفن ہو۔ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس گئے تو حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا، یہ جگہ تو میں نے اپنے لئے محفوظ رکھی تھی مگر آج میں اپنی ذات پر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ترجیح دیتی ہوں۔ حضرت عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آکر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے عرض کیا کہ اُمّ المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اجازت مرحمت فرما دی ہے۔ یہ سن کر آپ نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔ (تاریخ الخلفاء)

اس کے بعد اپنے بیٹے سے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے اجازت تو مل گئی لیکن اے عبد اللہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)! تم ایک کام کرنا جس وقت میں مر جاؤں میرے جنازہ کو تیار کر کے پھر حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس لے جا کر رکھنا اور یہ کہنا کہ اس وقت عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کا جنازہ حاضر ہے اور آپ سے اجازت چاہتا ہے، اگر اس وقت بھی اجازت فرمائیں تو اندر دفن کر دینا، مجھے اندیشہ ہے کہ شاید کچھ میرے لحاظ سے اجازت دی ہو۔ اس لئے بعدِ وصال پھر اجازت لے لینا اور پھر فرمایا، بیٹا میرا سر تکیہ سے ہٹا کر زمین پر ڈال دے تا کہ میں اپنا سر اللہ تعالیٰ کے سامنے زمین پر ڈال کر رگڑوں اور میرا پروردگار مجھ پر رحم فرمائے۔ (سیرۃ الصالحین)

کفن کی وصیت

اس کے بعد حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا، اے بیٹا! میں مر جاؤں تو میری آنکھیں بند کر دینا اور میرے کفن میں میانہ روی کرنا، اسراف نہ کرنا، کیونکہ اگر میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک کچھ اچھا ٹھہروں گا تو مجھے دنیا کے کفن سے بہتر کفن مل جائے گا اور اگر میں بُرا قرار دیا گیا تو یہ بھی میرے پاس نہ رہے گا چھن جائے گا۔ بیٹا اگر سارے جہاں کی دولت اور سامان اس وقت میرے پاس ہوتا تو میں اس قیامت کے دن کی گھبراہٹ سے نجات پانے کیلئے خیرات کر دیتا۔ یہ سن کر حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ اللہ کی قسم! میں تو آپ کے متعلق یہ یقین رکھتا ہوں کہ آپ تو برائے نام ہی قیامت کی ہولناک چیزیں دیکھیں گے کیونکہ آپ امیر المومنین ہیں، امین المومنین ہیں، سیّد المومنین ہیں۔ آپ کتاب اللہ سے اور انصاف سے فیصلہ کرنے والے ہیں۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ بات بہت پسند آئی اور سخت تکلیف کے باوجود جوش وشوق میں اُٹھ کر بیٹھ گئے اور فرمایا، اے ابن عباس (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)! کیا تم ان باتوں کی گواہی قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے سامنے دو گے؟ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا، ہاں دوں گا۔ یہ سن کر آپ نے بہت سی مزید نصیحتیں فرمائیں پھر قبر کے بارے میں وصیت کرتے ہوئے اپنے بیٹے سے فرمایا، میری قبر لمبی چوڑی نہ کھدوانا، اگر میں اللہ کے نزدیک بہتر ہوں تو وہ میری قبر کو حدِ نگاہ تک وسیع کر دے گا، ورنہ خواہ کتنی ہی وسیع قبر ہو وہ تنگ کی جائے گی یہاں تک کہ پسلیاں ٹوٹ جائیں گی۔

وصال مبارک

امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ بروز بدھ ۲۷/ذی الحجہ ۲۳ھ کو زخمی ہوئے اور یکم محرم ۲۴ھ بروز ہفتہ وصال فرماگئے، پھر آپ کے جنازہ کو تیار کر کے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حجرہ اقدس کے سامنے لا کر رکھا گیا اور باآواز بلند عرض کیا کہ اے اُمّ المومنین! یہ جنازہ عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کا حاضر ہے اور اب پھر آپ سے اجازت مانگتا ہے کہ اگر حکم ہو تو حجرہ انور میں دفن کیا جائے۔ اُمّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا روتی تھیں اور فرماتی تھیں کہ میں خوشی سے آج پھر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اجازت دیتی ہوں۔ چنانچہ آپ کو حجرہ انور میں حضور سرورِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قدموں میں دفن کیا گیا، آپ کے جنازہ کی نماز حضرت صہیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پڑھائی۔ حضرت عثمان غنی، حضرت علی، حضرت زبیر، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے قبر میں اُتارا۔ (تاریخ اسلام، سیرۃ الصالحین)

حلیہ مبارک

حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا حلیہ مبارک یہ تھا کہ آپ کی رنگت سفیدی مائل سرخ تھی، قد مبارک قدرے دراز تھا، پیدل چلتے تو معلوم ہوتا تھا کہ کسی جانور پر سوار ہیں، رخساروں پر گوشت کم تھا، داڑھی گھنی تھی، مونچھیں لمبی تھیں، سر کے بال جھڑے ہوئے تھے اور سامنے سے زیادہ جھڑ گئے تھے۔ ابن عساکر کی روایت میں ہے کہ حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قد مبارک اور جسم فربہ اندام تھا۔ سفید رنگ پر سرخی غالب تھی، رخساروں پر گوشت کم تھا جبکہ مونچھیں کافی لمبی تھیں اور ان کے اطراف میں بھی سرخی موجود تھی۔

اولاد و ازدواج

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی حیاتِ طیبہ میں متعدد نکاح کئے، پہلا نکاح زمانہ جاہلیت میں حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ہمشیرہ حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ہوا تھا جن کے بطن سے حضرت عبد اللہ، حضرت عبد الرحمٰن اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی ولادت ہوئی۔ آپ کی زوجہ محترمہ حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے مکہ مکرمہ میں اسلام قبول کر لیا تھا اور وہیں پر ان کا انتقال ہوا۔

آپ کا دوسرا نکاح زمانہ جاہلیت میں ہی ملیکہ بنت جرول سے ہوا جن کے بطن سے حضرت عبید اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ولادت ہوئی۔ چونکہ ملیکہ نے اسلام قبول کرنے سے انکار کر دیا تھا اس لئے آپ نے ۶ ھ میں ملیکہ کو طلاق دے دی تھی۔ جاہلیت کے زمانہ میں ہی آپ کا تیسرا نکاح قریبہ بنت ابی امیہ مخزومی سے ہوا۔ قریبہ نے بھی اسلام قبول کرنے سے انکار کر دیا، چنانچہ آپ نے صلح حدیبیہ کے بعد ۶ ھ میں قریبہ کو طلاق دے دی تھی۔ آپ نے چوتھا نکاح زمانہ اسلام میں اُم حکیم بنت الحرث بن ہشام مخزومی سے کیا جن کے بطن سے فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی ولادت ہوئی۔

مدینہ منورہ میں آنے کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ۷ ھ میں پانچواں نکاح جمیلہ بنت عاصم بن ثابت بن ابی اوسی انصاری سے کیا ان کے بطن سے آپ کے فرزند حضرت عاصم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ولادت ہوئی۔ حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت عاصم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نواسے تھے۔ فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کسی وجہ سے جمیلہ کو بھی طلاق دے دی تھی۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ۱۷ ھ میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صاحبزادی حضرت اُمّ کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نکاح کیا، جن کے بطن سے حضرت رُقیہ اور حضرت زید کی ولادت ہوئی۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عاتکہ بنت زید عمرو بن نفیل سے بھی نکاح کیا تھا جو کہ آپ کی چچازاد تھیں ان کا نکاح پہلے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے صاحبزادے حضرت عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہوا تھا۔ حضرت عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی غزوہ طائف میں شہادت کے بعد آپ نے ۱۲ ھ میں ان سے نکاح کیا تھا۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی دعوتِ ولیمہ میں شریک ہوئے تھے۔

آپ نے فکیہ یمینیہ سے بھی نکاح کیا تھا ان کے بطن سے حضرت عبد الرحمٰن اوسط کی ولادت ہوئی تھی۔ (طبقات ابن سعد، تاریخ اسلام، اسد الغابہ، کامل ابن اثیر)

خصوصی فضائل و مناقب

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فضائل و مناقب بے شمار ہیں ان کو بیان کرنے کیلئے ہزاروں صفحات بھی کم ہیں جبکہ میں نے آپ کے فضائل و مناقب کا مختصر طور پر احاطہ کرنے کی سعادت حاصل کی ہے۔

جنت میں محل

ایک دن حضور سرورِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں نے خواب کی حالت میں جنت کا مشاہدہ کیا اور اس میں دیکھا کہ ایک عورت ایک محل کے پہلو میں بیٹھی ہوئی وضو کر رہی ہے، میں نے پوچھا کہ یہ محل کس کا ہے؟ معلوم ہوا کہ عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کا ہے۔ پھر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ مجھ کو تمہاری غیرت یاد آگئی اور میں وہیں سے لوٹ آیا۔ یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ رو پڑے اور فرمایا، یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! میں اور آپ سے غیرت کروں۔ (تاریخ الخلفاء، تاریخ اسلام)

محدث

حضور سرورِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بے حد محبت کرتے تھے۔ طبرانی نے اوسط میں حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حوالہ سے بیان کیا ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس نے عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے بغض رکھا اس نے مجھ سے بغض رکھا اور جس نے عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی، اللہ تعالیٰ نے اہل عرفہ پر عموماً اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر خصوصاً فخر و مباہات کی ہے، جتنے انبیاء علیہم السلام مبعوث ہوئے ہیں ہر ایک کی اُمت میں ایک محدث ضرور ہوا ہے، اگر میری اُمت کا کوئی محدث ہے تو وہ عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) ہیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے یہ سن کر عرض کیا، یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! محدث کون ہوتا ہے؟ ارشاد فرمایا، جس کی زبان سے ملائکہ گفتگو کریں۔ (تاریخ الخلفاء)

جھوٹ و سچ میں تمیز

ایک مرتبہ ایک شخص حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ سے کوئی جھوٹی بات کہی، آپ نے اس سے فرمایا کہ خاموش رہ۔ اس شخص نے پھر وہی بات کہی، آپ نے پھر فرمایا، خاموش رہ۔ اس پر اس شخص نے کہا کہ میں آپ سے جو بات کہتا ہوں وہ سچ ہوتی ہے مگر جس بات پر آپ نے مجھے خاموش رہنے کا حکم دیا وہ واقعی جھوٹ تھا۔ امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ جھوٹی بات کو پہچان لیا کرتے تھے اور یہ بات آپ کیلئے مخصوص تھی۔ (تاریخ الخلفاء)

شیطان کا ڈرنا

بلا شبہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فضائل میں یہ بات شامل ہے کہ شیطان لعین بھی آپ سے ڈرتا تھا، چنانچہ ایک مرتبہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کسی غزوہ سے واپس تشریف لائے تو ایک عورت حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئی اور اس نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! میں نے نذر مانی تھی کہ جب آپ میدانِ جنگ سے خیر وعافیت کے ساتھ واپس تشریف لائیں گے تو میں آپ کے روبرو دَف بجا کر اور گا کر اپنی خوشی اظہار کروں گی۔ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، اگر تم نے نذر مانی تھی تو پھر اجازت ہے ورنہ یہ ٹھیک نہیں۔ اس عورت نے جواب دیا، یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! بلاشبہ میں نے نذر مانی تھی۔ چنانچہ اجازت ملنے پر اس عورت نے دف بجانا شروع کر دی۔ اسی اثناء میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ تشریف لائے وہ عورت بدستور دف بجاتی رہی۔ تھوڑی دیر کے بعد حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تشریف لائے لیکن وہ عورت پھر بھی دف بجاتی رہی اچانک حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی تشریف لے آئے اس عورت نے فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھا تو فوری طور پر دف اپنی رانوں کے نیچے چھپا کر اس پر خود بیٹھ گئی۔ یہ دیکھ کر حضور سرورِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، اے عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)! میری موجودگی میں تو یہ عورت دف بجاتی رہی مگر تمہیں دیکھ کر اس نے دف بجانا چھوڑ دیا۔ اے عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)! بے شک شیطان تم سے ڈرتا ہے۔ (مشکوٰۃ شریف)

ایک مرتبہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا کہ واللہ! جس راستے سے تم جاؤ گے اس راستے پر شیطان کبھی نہ چلنے پائے گا بلکہ وہ دوسرا راستہ اختیار کرے گا۔ ایک اور مقام پر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، آسمان کا ہر فرشتہ عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کا وقار کرتا ہے اور زمین کا ہر شیطان اس سے ڈرتا ہے۔ (تاریخ الخلفاء)

اس ضمن میں مجاہد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ ہم اکثر یہ ذکر کیا کرتے تھے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کے دور میں شیطان قید میں رہے اور آپ کے انتقال کے بعد آزاد ہو گئے۔ (تاریخ الخلفاء)

علم و دین میں بلند مرتبہ

امام بخاری و امام مسلم رحمہم اللہ تعالیٰ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ میں نے دودھ پیا ہے اور اس کی تازگی میرے ناخنوں تک پہنچ گئی ہے پھر میں نے وہ بچا ہوا دودھ عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو دے دیا۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے پوچھا، یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! اس کی تعبیر کیا ہے؟ ارشاد فرمایا کہ دودھ سے مراد علم ہے۔ (تاریخ الخلفاء)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حوالہ سے بیان کیا جاتا ہے کہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ لوگوں کو میرے سامنے پیش کیا جارہا ہے اور وہ قمیض پہنے ہوئے ہیں، بعض کے قمیض سینے تک ہیں اور بعض کے اس سے کچھ زیادہ نیچے ہیں، مگر عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی قمیض زمین پر گھسٹتی جاتی تھی۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے پوچھا کہ یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! قمیض سے کیا مراد ہے؟ ارشاد فرمایا، دین۔ (تاریخ الخلفاء)

فضیلت و بزرگی

فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فضائل کے ضمن میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فضیلت و بزرگی ان چار باتوں سے ظاہر ہے:۔

اوّل:۔ جنگِ بدر کے قیدیوں کے سلسلہ میں قتل کا حکم دیا گیا اور آیت مبارکہ "لَوْلَا كِتٰبٌ مِّنَ اللّٰهِ سَبَقَ" نازل ہوئی (جس سے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی رائے کی تائید ہوتی ہے)۔

دوم:۔ ازواجِ مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن کے پردے کے بارے میں آپ نے فرمایا تو حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا، اے عمر بن خطاب (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)! تم ہم پر اپنا حکم نافذ دیکھنا چاہتے ہو، حالانکہ وحی تو ہمارے ہی گھر میں اترتی ہے۔ چنانچہ اُمہات المومنین کے پردے کے متعلق آیت مبارکہ "وَاِذَا سَاَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعًا" نازل ہوئی۔

سوم:۔ حضور سرکارِ دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے آپ کیلئے دعا فرمائی کہ یااللہ! عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو مسلمان بنا کر اسلام کو غلبہ عطا فرما۔

چہارم:۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سب سے پہلے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بیعتِ خلافت کرنا۔ (تاریخ الخلفاء)

آیاتِ قرآنی کا نزول

مشہور منافق عبداللہ بن ابی جب بیمار ہوا تو حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس کی عیادت کیلئے گاہے بگاہے تشریف لے جایا کرتے تھے، یہاں تک کہ آخری دن نزع کے وقت اس کے سرہانے بیٹھے اور فرمایا، میں تجھے یہودی کی دوستی سے منع کرتا تھا تو نے میری بات نہ سنی۔ ابن ابی نے کہا، یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! یہ سرزنش کا وقت نہیں ہے آپ کے مکارم اخلاق سے درخواست ہے کہ میرے جنازہ کے ساتھ موجود ہوں گے اور اپنے پیراہن کو عنایت فرما کر اس سے میرا کفن بنائیں گے اور ایک درخواست یہ ہے کہ جب میرے جنازہ پر نماز ادا فرمائیں تو میرے لئے بخشش طلب کریں تاکہ اللہ تعالیٰ میرے گناہوں کو معاف فرمائے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کی ان درخواستوں کو قبول فرمالیا۔ (معارج النبوۃ)

اس ضمن میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ جب عبداللہ بن ابی کی وفات ہوئی تو اس کی نمازِ جنازہ پڑھانے کیلئے حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بلایا گیا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نمازِ جنازہ پڑھانے کی غرض سے تشریف لے آئے اور جنازے پر کھڑے ہو کر نماز پڑھانے کا ارادہ فرمایا تو میں پھر گیا اور جنازہ کے بالمقابل کھڑے ہو کر عرض کیا، یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! کیا آپ دشمنِ خدا عبداللہ بن ابی کی نمازِ جنازہ پڑھا رہے ہیں؟ جس نے فلاں فلاں موقع پر یہ بات کہی تھی اور فلاں موقع پر یہ بات کہی تھی۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں عبداللہ بن ابی کے ایک ایک دن کی حرکت گن رہا تھا اور حضور سرورِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مسکرا رہے تھے۔ حتی کہ جب میں نے بہت زیادہ اصرار کیا تو فرمایا، عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) میرے پاس سے ہٹ کر پیچھے کھڑے ہو جاؤ مجھے نماز پڑھانے اور نہ پڑھانے دونوں کا اختیار دیا گیا ہے۔ میں نے نماز پڑھانے کو پسند کیا۔ مجھ سے کہا گیا ہے کہ چاہیں تو اس کیلئے معافی کی درخواست کریں اور چاہیں تو نہ کریں۔ اگر اس کیلئے ستر مرتبہ بھی معافی کی درخواست کی تو اللہ تعالیٰ اس کو کسی طرح بھی معاف کرنے والا نہیں، اگر میں جانتا کہ ستر سے زیادہ مرتبہ دعائے مغفرت کروں تو اسے معاف کر دیا جائے گا تو میں ستر سے بھی زیادہ مرتبہ اس کیلئے دعائے مغفرت کرتا۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ مزید فرماتے ہیں کہ پھر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نمازِ جنازہ پڑھا دی اور جنازے کے ساتھ تشریف بھی لے گئے اور قبر پر اس وقت تک کھڑے رہے جب تک کہ فرصت نہ ہو گئی۔ پھر میں نے حضورِ رحمتِ دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حضور اپنی اس جسارت پر بڑا تعجب کیا کہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم زیادہ علم رکھتے ہیں۔ مجھے تو اللہ کی قسم بہت کم علم تھا۔ اس کے بعد یہ آیتِ مبارکہ نازل ہوئی:۔

وَلَا تُصَلِّ عَلٰۤى اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا وَّلَا تَقُمْ عَلٰى قَبْرِهٖ ؕ اِنَّهُمْ كَفَرُوْا

بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَمَاتُوْا وَهُمْ فٰسِقُوْنَ۝ (پ۱۰۔ سورۃ التوبہ: ۸۴)

اور ان میں سے جو بھی وفات پا جائے اس پر نماز نہ پڑھئے اور نہ اس کی قبر پر کھڑے ہوں۔

انہوں نے اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ کفر کیا ہے اور یہ اس حالت میں مرے ہیں کہ یہ کافر و فاسق تھے۔

اس کے بعد حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کسی بھی منافق کی نمازِ جنازہ نہیں پڑھائی۔ (بخاری شریف، مسلم شریف، تاریخ الخلفاء، معارج النبوۃ)

جہنم کا قفل

ایک مرتبہ حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے صاحبزادے حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا، اے قفل جہنم کے بیٹے۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے والد محترم کے بارے میں یہ جملہ سن کر بہت پریشان ہوئے اور گھر جا کر حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا، ابا جان! عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ کو قفل جہنم کہا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ بات سنی تو آپ حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس تشریف لے گئے اور دریافت فرمایا کہ آپ نے میرے حق میں یہ لفظ کیوں استعمال فرمایا۔ حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمانے لگے کہ اس کی وجہ یہ ہے کہ مجھے میرے باپ نے اور انہیں ان کے آباؤ اجداد نے، حضرت موسیٰ علیہ السلام سے خبر دی ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا، مجھے جبرائیل علیہ السلام نے خبر دی ہے کہ پیغمبر آخر الزمان حضرت محمدِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اُمت میں ایک شخص پیدا ہو گا جسے عمر بن خطاب (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کہا جائے گا وہ مبارک نفس جب تک اُمتِ محمدیہ میں رہے گا تب تک جہنم کا دروازہ بند رہے گا وہ جہنم کا قفل ہو گا لیکن جب اس کا انتقال ہو جائے گا تو جہنم کا دروازہ پھر کھل جائے گا اور لوگ اپنی نفسانی خواہشات میں مبتلا ہو کر ادھر ادھر پریشان ہو کر متفرق ہو جائیں گے۔ (نزہۃ المجالس، جلد دوم)

اخلاق و عادات و خصائص

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اخلاق وعادات کے لحاظ سے بلند مرتبہ حیثیت رکھتے تھے، آپ کا اخلاق نہایت پسندیدہ اور عادات انتہائی اعلیٰ وارفع تھیں۔ جب خلافت کی ذمہ داریاں سنبھالیں تو بہت صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم آپ کی طبیعت کی شدت و جلالت سے گھبراتے تھے چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک مجمع عام میں منبر پر چڑھ کر ارشاد فرمایا:۔

"مجھے علم ہوا ہے کہ لوگ میری سختیوں سے گھبراتے ہیں اور کہتے ہیں کہ خود رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانہ میں عمر ہم پر سختی کرتے تھے۔ پھر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلیفہ ہوئے تو عمر اس وقت بھی ہمارے ساتھ سختی سے پیش آئے۔ اب جبکہ وہ خود خلیفہ ہوئے ہیں تو اللہ جانے کیا غضب ہوگا؟ لوگوں نے یہ بالکل سچ کہا ہے میں رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ایک خادم تھا اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رحمت وشفقت کا درجہ کون حاصل کر سکتا ہے؟ اللہ تعالیٰ نے خود جن کو رؤف الرحیم کہا ہے جو خود اللہ تعالیٰ کا اسم پاک ہے۔ پھر ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلیفہ ہوئے اور ان کے رفق و ملاطفت کا بھی آپ لوگوں کو انکار نہیں ہے (میں) ان کا بھی ایک خادم اور مددگار تھا، اس لئے ان کی نرمی کے ساتھ اپنی سختی کو ملا دیتا تھا اور تیغ بے نیام ہو جاتا تھا وہ چاہتے تو اس سے وار کرتے تھے، ورنہ میان میں ڈال دیتے تھے لیکن اب جبکہ میں خود خلیفہ ہو گیا ہوں تو یقین کرو کہ وہ سختی دوگنا ہو گئی ہے لیکن صرف ان لوگوں کیلئے جو مسلمان پر ظلم کرتے ہیں اور جو نیک اور دیندار لوگ ہیں تو میں ان کیلئے اس سے زیادہ نرم ہوں جس قدر وہ آپس میں نرم خو ہیں۔" (تاریخ الخلفاء)

خوفِ الٰہی

خوفِ الٰہی کا یہ عالم تھا کہ ایک مرتبہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کسی کام میں مشغول تھے ایک شخص آیا اور کہا کہ فلاں شخص نے مجھ پر ظلم کیا ہے، آپ چل کر مجھے بدلہ دلوادیں آپ نے اس کو ایک دُرہ مار دیا کہ جب میں اس کام کیلئے بیٹھتا ہوں تو اس وقت تو آتے نہیں اور جب میں دوسرے کاموں میں مشغول ہوتا ہوں تو آکر کہتے ہیں کہ بدلہ دلاؤ۔ وہ شخص ناراض ہو کر چلا تو خود اسے بلایا اور اس کے سامنے اپنا دُرّہ ڈال دیا کہ مجھ سے قصاص لو۔ اس نے کہا، نہیں، میں اللہ تعالیٰ کیلئے معاف کرتا ہوں۔ فرمایا، اگر اللہ کیلئے معاف کرتے ہو تو خیر ورنہ اگر میرے لئے درگزر کرتے ہو تو مجھے بتاؤ۔ اس نے کہا، نہیں اللہ کیلئے میں نے معاف کیا۔ چنانچہ آپ نے دو رکعت نماز پڑھی اور دیر تک اپنے آپ کو ملامت کرتے رہے۔ (اسد الغابہ)

امانت و دیانت

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دورِ خلافت میں بے شمار فتوحات ہوئیں، بہت سے ممالک میں اسلامی پرچم لگائے، دن بدن اسلامی فوجیں فتح پر فتح حاصل کرتی جارہی تھیں لیکن اتنا کچھ ہونے کے باوجود بھی حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جو سادہ زندگی کی روش اپنا رکھی تھی اور ان کے ایمان نے دنیا کو ان کی نگاہوں میں جو بے اصل بنایا تھا فتوحات کی وسعت نے اس میں کوئی تبدیلی پیدا نہیں کی۔ مسلمانوں نے آپ کی خلافت کے آغاز میں ہی حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرح بیت المال میں ان کے اہل و عیال کا حق بھی مقرر کر دیا تھا لیکن جس وقت مدینہ منورہ میں مالِ غنیمت کے انبار لگے اس وقت بھی حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس میں سے اتنا ہی حصہ لیا جتنا کہ ایک مسلمان کا ہوتا تھا۔ آپ خلافت کی بنا پر اپنا حق دوسروں کے حق سے زیادہ نہ سمجھتے تھے۔

ایک مرتبہ کسی نے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا کہ اللہ تعالیٰ کے مال میں سے آپ کیلئے کیا جائز ہے؟ ارشاد فرمایا، میں تمہیں بتاتا ہوں کہ اس میں میرے لئے کیا جائز ہے۔ کپڑوں کے دو جوڑے، ایک سردیوں کا اور دوسرا گرمیوں کا، حج اور عمرہ کیلئے ایک احرام اور میرے اور میرے اہل و عیال کیلئے فی کس اتنا کھانا جو قریش کے ایک آدمی کی خوراک ہے، نہ اس سے زیادہ نہ اس سے کم۔ اس کے بعد میں مسلمانوں کا ایک فرد ہوں جو ان کا حال وہی میرا حال۔ اللہ کا مال میرے لئے ایسا ہے جیسا کسی یتیم کا مال، ضرورت نہیں ہوتی تو اسے ہاتھ نہیں لگاتا اور جب ضرورت ہوتی ہے تو صرف ضرورت کے مطابق لیتا ہوں۔ (کنز العمال)

احتیاط

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیت المال سے کچھ لینے میں اس قدر احتیاط سے کام لیتے تھے کہ بعض اوقات یہ احتیاط بہت تکلیف دہ ہو جاتی تھی، ایک مرتبہ آپ کو کوئی شکایت لاحق ہو گئی جس کیلئے شہد تجویز کیا گیا۔ بیت المال میں شہد کی ایک بوتل موجود تھی، آپ منبر پر خطبہ دینے کیلئے تشریف لائے اور ارشاد فرمایا، اے لوگو! اگر تم اجازت دو تو میں بیت المال سے شہد لے لوں ورنہ وہ مجھ پر حرام ہے۔ اس پر لوگوں نے اجازت دے دی۔ مسلمانوں نے جو آپ کو اپنی جان پر اس قدر مصائب برداشت کرتے دیکھا تو آپ کی صاحبزادی اُمّ المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے اور کہا، عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اپنی جان پر سختیاں جھیلے جاتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے رِزق میں کشادگی فرمادی ہے ان کو جس چیز کی ضرورت ہے مالِ غنیمت میں سے لے لیں۔ مسلمانوں کی طرف سے ان کو اجازت ہے۔ حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے بھی مسلمانوں کی بات سے اتفاق کیا چنانچہ جب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تشریف لائے تو انہوں نے لوگوں کی بات آپ کے سامنے دُہرا دی۔ یہ سن کر حضرت عمر جلال میں آگئے اور فرمایا اے عمر کی بیٹی! تو نے اپنی قوم کے ساتھ بھلائی کی اور اپنے باپ کو دھوکہ دیا، میرے اہل و عیال کا حق میری ذات اور میرے مال میں ہے میری دیانت و امانت میں نہیں ہے۔ (طبقات ابن سعد، کنز العمال)

تقویٰ

ایک مرتبہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں بحرین سے مشک آیا۔ ارشاد فرمایا کہ کوئی تول کر اس کو مسلمانوں میں تقسیم کر دیتا آپ کی اہلیہ حضرت عاتکہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کیا کہ میں تول دوں گی۔ یہ سن کر آپ نے سکوت فرمایا، تھوڑی دیر کے بعد پھر وہی ارشاد فرمایا کہ کوئی اس کو تول دیتا تا کہ میں تقسیم کر دیتا۔ آپ کی اہلیہ نے پھر یہی عرض کیا، آپ نے سکوت فرمایا، تیسری مرتبہ ارشاد فرمایا کہ مجھے یہ پسند نہیں کہ تو اس کو اپنے ہاتھ سے ترازو کے پلڑے میں رکھے اور پھر ان ہاتھوں کو اپنے بدن پر پھیرے اور اتنی مقدار میرے حصے میں زیادہ آئے۔ (کنز العمال)

ایک مرتبہ آپ نے منبر پر چڑھ کر ارشاد فرمایا کہ ایک وہ وقت تھا کہ میں اپنی خالہ کی بکریاں چرایا کرتا تھا اور وہ اس کے عوض میں مجھے مٹھی بھر کھجوریں دے دیا کرتی تھیں۔ یہ فرمانے کے بعد منبر سے اتر آئے تو حضرت عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ یہ تو آپ نے اپنی تنقیص کی ہے۔ ارشاد فرمایا، تنہائی میں میرے دل نے کہا کہ تم امیر المومنین ہو تو تم سے افضل کون ہو سکتا ہے؟ اس لئے میں نے چاہا کہ اس کو اپنی حقیقت بتا دوں۔ (طبری)

مسلمانوں نے جب آذربائیجان فتح کر لیا تو اس ملک سے بہت سا مالِ غنیمت حاصل ہوا، عتبہ بن مرقد نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں نہایت لذیذ اور مزے دار حلوے کا تحفہ بھیجا جب قاصد حلوہ لے کر آپ کے پاس پہنچا تو آپ نے اس حلوے کو دیکھ کر معمولی سا چکھا، بلاشبہ حلوہ انتہائی لذیذ اور مزیدار تھا۔ آپ نے فرمایا، کیا یہ حلوہ سب مسلمانوں نے کھایا ہے یا صرف میرے لئے ہی بھیجا گیا ہے؟ قاصد نے جواب دیا کہ یہ حلوہ تو صرف آپ ہی کیلئے بھیجا گیا ہے۔ یہ سن کر آپ نے اسی وقت عتبہ بن مرقد کے نام ایک خط تحریر فرمایا جس کا مضمون یہ تھا:

"اللہ کے بندے امیر المومنین عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی طرف سے عتبہ بن مرقد کے نام۔۔۔۔ اے عتبہ بن مرقد! یاد رکھو کہ یہ حلوہ نہ تو تمہاری جدوجہد سے اور نہ ہی تمہاری ماں یا باپ کی جدوجہد سے دستیاب ہوا ہے۔ میں تو صرف وہی چیز کھاؤں گا جس کو سب مسلمان اپنے اپنے گھروں میں پیٹ بھر کر کھائیں گے۔"

اس خط کے ساتھ ہی حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حلوہ واپس فرما دیا اور خود نہ کھایا۔

حسنِ سلوک

ایک مرتبہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں بصرہ کے وفد کے ساتھ حضرت احنف بن قیس حاضر ہوئے اور کہا کہ ہم ایک بنجر زمین میں آباد ہیں اس کے مشرق جانب کھاری سمندر ہے اور مغرب کی طرف چٹیل میدان، نہ ہمارے پاس کھیت ہیں نہ مویشی، دو کوس دور سے ضعیف لوگ پانی لاتے ہیں، عورتیں پانی بھرنے جاتی ہیں تو بچوں کو بکری کی طرح باندھ دیتی ہیں کہ کہیں درندے نہ اُٹھا کر لے جائیں، تو کیا آپ ہماری ضروریات پوری نہ کریں گے؟ یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فوری طور پر بصرہ کے بچوں کے وظیفے مقرر کر دیئے اور حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو لکھ بھیجا کہ ان کیلئے ایک نہر کھدوائی جائے۔ (فتوح البلدان)

زہد و ورع

زہد و ورع کا یہ عالم تھا کہ ایک مرتبہ حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو لکھا کہ مسلمانوں کے وظیفے تقسیم کرو۔ انہوں نے جواب میں لکھا کہ وظیفے تو تقسیم ہو چکے ہیں لیکن بہت سا مال بچ گیا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کو دوبارہ لکھا کہ یہ بھی مسلمانوں میں تقسیم کردو یہ عمر اور آل عمر کا مال نہیں ہے۔ (فتوح البلدان)

ایثار و قربانی

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہدِ خلافت میں شام کی لڑائی کے دوران روم کے بادشاہ ہرقل نے بہت سے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو گرفتار کرکے قید میں ڈال دیا۔ یہ کل اسّی صحابہ کرام تھے جن میں حضرت عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی شامل تھے۔ ان حالات کے تحت حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فوری طور پر ایک خط لکھ کر قاصد کے ہاتھ ہرقل کی طرف بھیجا اور اس کو حکم دیا کہ اگر خیریت چاہتے ہو تو میرا خط ملتے ہی مسلمانوں کو رِہا کردو، ورنہ تم پر چڑھائی کردی جائے گی۔

شاہ ہرقل یہ جانتا تھا کہ اگر میں نے اس حکم کی تعمیل نہ کی تو یقیناً مسلمان میرے ملک پر چڑھائی کردیں گے، جس کا نتیجہ اچھا نہ ہوگا، چنانچہ اس نے مسلمانوں کو رِہا کردیا اور ان کی خاطر مدارت کی، پھر جب ان کو رُخصت کرنے لگا تو اپنے خزانے سے نہایت قیمتی اور انمول قسم کے دیدہ زیب موتی کافی تعداد میں مسلمانوں کے حوالے کئے اور کہا کہ میری طرف سے یہ تحفہ امیر المومنین حضرت عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی خدمت میں پیش کردینا۔ چنانچہ مسلمان جب یہ تحفہ لے کر مدینہ منورہ میں پہنچے تو ان موتیوں کو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں پیش کردیا۔ آپ نے ان موتیوں کو دیکھ کر اندازہ قائم فرمایا کہ یہ بیش قیمت موتی ہیں چنانچہ آپ نے مدینہ منورہ کے قابل ترین جوہریوں کو طلب فرماکر ان سے ان موتیوں کی قیمت کے بارے میں دریافت فرمایا، جوہریوں نے موتیوں کو جانچ پرکھ کر جواب دیا کہ یہ بہت بیش قیمت موتی ہیں ان کی جتنی بھی قیمت لگائی جائے کم ہے۔

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے عرض کیا کہ اے امیر المومنین! شاہِ ہرقل کی طرف سے یہ تحفہ صرف آپ کی خدمت میں بھیجا گیا ہے، اسے آپ ہی قبول فرمائیں اور اس سے خود ہی مستفید ہوں۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا، یہ موتی صرف تمہاری اجازت سے میرے لئے کس طرح قابلِ قبول ہوسکتے ہیں جب تک کہ پوری دنیا کے مسلمان مجھے اس امر کی اجازت نہ دیں اور یہ کیسے ممکن ہوسکتا ہے کہ میں ان مسلمانوں سے اجازت حاصل کروں جو ابھی تک اپنی ماؤں کے شکم میں ہیں اور عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) میں اتنی طاقت نہیں کہ جو قیامت کے دن ان بچوں کی حق تلفی کے بارے میں جواب دے سکے، اس کے بعد فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حکم فرمایا کہ تمام موتیوں کو فروخت کرکے اس کی قیمت کو بیت المال میں جمع کردیا جائے۔ ایثار و قربانی کی یہ عظیم الشان مثال ہے۔ (سیرۃ الصالحین)

انکساری

ایک مرتبہ آپ نے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دریافت فرمایا کہ میں بادشاہ ہوں یا خلیفہ؟ انہوں نے جواب میں فرمایا کہ اگر آپ نے مسلمانوں کی زمین سے ایک دِرہم یا پھر اس سے کم یا زیادہ وصول کیا اور وہ ٹھیک مقام پر صَرف نہ ہوا تو آپ خلیفہ نہیں بلکہ بادشاہ ہیں۔ یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ (تاریخ اسلام)

اسی طرح ایک مرتبہ آپ نے کسی سے فرمایا کہ میں اپنے بارے میں نہیں کہہ سکتا کہ میں خلیفہ ہوں یا بادشاہ، اگر میں بادشاہ ہوں تو یہ بہت ہی بری بات ہے۔ سننے والے نے جواب دیا اے امیر المومنین! ان دونوں میں بہت فرق ہے۔ آپ نے فرمایا، وہ فرق کیا ہے؟ کیا خلیفہ وہ ہوتا ہے جو ناجائز طور پر نہ کچھ لیتا ہے اور نہ کچھ خرچ کرتا ہے اور الحمد للہ آپ ایسے ہی ہیں جبکہ بادشاہ زبردستی کرتا ہے ایک سے چھین کر دوسرے کو بخش دیتا ہے۔ یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خاموشی اختیار کر لی۔

سادگی

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عادتِ مبارکہ میں سادگی کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی، آپ کی غذا نہایت سادہ ہوتی تھی حتیٰ کہ بیرونی علاقہ جات اور صوبوں وغیرہ سے جو قاصد یا وفود آتے تھے وہ آپ کے ساتھ مہمان کی حیثیت سے کھانا کھاتے تھے تو چونکہ وہ ایسی سادہ غذا کھانے کے عادی نہیں تھے اس لئے ان کو کھانا کھاتے ہوئے تکلیف محسوس ہوتی تھی۔ حضرت حفص بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ اکثر کھانے کے وقت موجود ہوتے تھے مگر آپ کے ساتھ کھانے میں شریک نہ ہوتے تھے۔ ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کی وجہ دریافت فرمائی تو عرض کیا کہ آپ کے دستر خوان پر اس قدر سادہ اور معمولی غذا ہوتی ہے کہ ہم لوگ اپنے خوش ذائقہ اور اعلیٰ کھانوں پر اس کو ترجیح نہیں دے سکتے۔ یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا، کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ میں قیمتی اور خوش ذائقہ کھانے کی استطاعت نہیں رکھتا؟ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے، اگر قیامت کا خوف نہ ہوتا تو میں بھی تم لوگوں کی طرح دنیاوی عیش و عشرت کا دلدادہ ہوتا۔ (کنز العمال، جلد ۶)

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا لباس بھی نہایت سادہ اور بے تکلفانہ ہوتا تھا، کپڑوں میں اکثر پیوند لگے ہوتے تھے۔ بعض اوقات کپڑے کی قمیض میں چمڑے کا پیوند بھی لگا لیتے تھے۔ ایک مرتبہ دیر تک گھر میں رہے جب باہر نکلے تو لوگوں کو معلوم ہوا کہ جسم پر جو لباس تھا وہ میلا ہو گیا تھا اس لئے اس کو دھو کر دھوپ میں سکھانے کیلئے ڈال رکھا تھا جب وہ سوکھ گیا تو اس کو زیب تن کر کے باہر تشریف لائے۔ اس ایک لباس کے علاوہ مزید کوئی کپڑے نہ تھے کہ جن کو پہن لیتے۔ (تاریخ اسلام)

ہر ایک سے نیک برتاؤ

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عادتِ مبارکہ کا یہ خاصا تھا کہ آپ ہر ایک کے ساتھ حسنِ سلوک سے پیش آتے، ہر ایک کی عزتِ نفس کا خیال رکھتے تھے۔ اکثر غلاموں کو بلا کر ساتھ کھانا کھلاتے۔ ایک مرتبہ ایک شخص نے آپ کو دعوت پر بلایا تو آپ صرف اس وجہ سے ناراض ہو کر اُٹھ گئے کہ اس نے اپنے غلام کو دستر خوان پر نہیں بٹھایا تھا۔ فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اکثر لوگوں کو سنا کر یہ بات فرمایا کرتے تھے کہ جو لوگ غلاموں کو اپنے ساتھ کھانا کھلانا عار سمجھتے ہیں اللہ تعالیٰ ان پر لعنت بھیجتا ہے۔ (کنز العمال، جلد ۲)

عاجزی

عاجزی و انکساری کا یہ عالم تھا کہ ایک دن صدقہ کے اونٹوں کے جسم پر تیل مل رہے تھے کسی نے دیکھا تو عرض کیا، امیر المومنین! یہ کام کسی غلام سے لے لیتے۔ ارشاد فرمایا، مجھ سے بڑھ کر کون غلام ہو گا؟ جو شخص مسلمانوں کا والی ہے وہ ان کا غلام بھی ہے۔ (کنز العمال، جلد ۶)

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دورِ خلافت کا واقعہ ہے کہ ایک مرتبہ آپ اپنے سر پر چادر ڈال کر باہر نکلے تو دیکھا کہ ایک غلام گدھے پر سوار جا رہا ہے۔ چونکہ چلتے چلتے تھک چکے تھے۔ اس لئے غلام سے فرمایا کہ مجھے بھی اپنے ساتھ بٹھا لو۔ غلام فوراً نیچے اُتر پڑا اور اس نے اپنا گدھا سواری کیلئے آپ کی خدمت میں پیش کر دیا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا، میں اپنی وجہ سے تمہیں تکلیف نہیں دے سکتا اس پر تم سوار ہو جاؤ میں تمہارے پیچھے بیٹھ جاؤں گا۔ غلام امیر المومنین کے حکم سے انکار نہ کر سکتا تھا بادل نخواستہ سوار ہو گیا چنانچہ آپ اسی حالت میں مدینہ منورہ کی گلیوں میں داخل ہوئے لوگ ایک غلام کے پیچھے امیر المومنین کو بیٹھا ہوا دیکھتے تھے اور حیران ہوتے تھے۔ (بخاری شریف)

قناعت

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طبیعت میں قناعت پسندی شامل تھی، عمال و حکام کے تحائف واپس کر دیا کرتے تھے اور اس معاملے میں سختی کیا کرتے تھے تاکہ کسی کو پھر جرأت نہ ہو۔ ایک مرتبہ آپ کی اہلیہ حضرت عاتکہ بنت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خدمت میں حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک قیمتی چادر ہدیہ کے طور پر بھیجی۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو معلوم ہوا تو حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بلایا اور چادر واپس کرتے ہوئے فرمایا کہ مجھے اس کی ضرورت نہیں۔

(کنز العمال، جلد ۶)

غرور سے نفرت

حضرت عاتکہ بن خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دن حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ایک صاحبزادے بالوں میں کنگی کیئے اور عمدہ لباس پہنے حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آئے، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کو دُرّے سے مارا تو وہ رونے لگے۔ ان کا رونا دیکھ کر حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ آپ نے ان کو کس قصور کی سزا دی۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں نے دیکھا کہ اس میں کچھ غرور پیدا ہو گیا ہے۔ پس میں نے یہی مناسب سمجھا کہ اس غرور کا سر جھکا دوں۔

حلال کا لحاظ

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب خلیفہ منتخب ہوئے تو پھر خلافت کی ذمہ داریوں کو اس طرح سے نبھایا کہ تاریخ میں اس کی نئی مثال رقم کی۔ ابن سعد نے احنف بن قیس کے حوالہ سے لکھا ہے کہ ہم لوگ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دروازے پر بیٹھے ہوئے تھے اتنے میں ایک لونڈی گزری۔ لوگوں نے کہا کہ یہ امیر المومنین کی باندی ہے۔ یہ سن کر حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ یہ امیر المومنین کی باندی نہیں ہے اور کیسی باندی یا کیسی کنیز جبکہ امیر المومنین کیلئے بیت المال سے کنیز رکھنا حلال بھی نہیں ہے۔ ہم نے عرض کیا کہ پھر اللہ کے مال سے آپ کیلئے کیا حلال ہے؟ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب دیا کہ عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کیلئے تو بس دو جوڑے کپڑے ایک جوڑا موسم سرما کیلئے اور ایک موسم گرما کیلئے، حج اور عمرہ کا خرچ، میری اور میرے گھر والوں کی غذا جیسی کہ عام طور پر قریش استعمال کرتے ہیں (اس لئے کہ) میں بھی معمولی مسلمان جیسی حیثیت رکھتا ہوں۔ (ابن سعد)

تقویٰ اور توکل

ایک مرتبہ اپنے بیٹے عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو لکھا کہ بے شک میں تجھ کو اللہ تعالیٰ سے تقویٰ کی وصیت کرتا ہوں جو شخص اللہ تعالیٰ سے ڈرا اللہ تعالیٰ نے اسے بچا لیا اور جس نے اللہ تعالیٰ پر توکل کیا اللہ تعالیٰ اس کیلئے کافی ہو گیا اور جس نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ قرض کا معاملہ کیا اللہ تعالیٰ اس کو جزا دے گا اور جس نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا اللہ تعالیٰ اسے زیادہ دے گا، تقویٰ تمہارا نصب العین ہونا چاہئے اور تمہارے عمل کیلئے ستون اور تمہارے دل کیلئے جلا۔ بے شک اس شخص کا عمل قبول نہیں جس کیلئے نیت نہیں اور اس شخص کیلئے اجر نہیں جس کیلئے عمل نہیں اور اس شخص کیلئے مال نہیں جس کیلئے نرمی نہیں اور اس شخص کیلئے نیا نہیں جس کیلئے پرانا نہیں۔ (ابن عساکر)

غذا میں سادگی

حضرت عکرمہ بن خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صاحبزادی حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور صاحبزادے حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک روز عرض کیا کہ اگر آپ عمدہ غذا کھائیں تو خلافت کے اُمور اور زیادہ مستعدی سے انجام دیں گے اور امر حق پر بھی اور زیادہ قوی ہو جائیں گے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا، بچو! اس مشورے کا شکریہ، لیکن میں نے اپنے دونوں دوستوں حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایک خاص دستور کا پابند دیکھا ہے اگر میں اُن کی روش اور دستور کے مطابق عمل نہیں کروں گا تو ان کی منزل کس طرح پا سکوں گا۔ لوگوں کا بیان ہے کہ قحط سالی میں جو ایک برس تک جاری رہی ایک برس تک متواتر آپ نے گھی اور گوشت تناول نہیں فرمایا۔

(تاریخ الخلفاء)

زیادہ ھنسنے سے پرھیز

حضرت احنف بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھ سے حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا، اے احنف! جس نے ہنسنے کی کثرت کی اس کی ہیبت کم ہو گئی اور جس نے مذاق کیا اس کو ہلکا سمجھا گیا اور جس نے کلام کثرت سے کیا اس کی لغزش کثرت سے ہوئی اور جس کی لغزش کثرت سے ہوئی اس کی حیا کم ہو گئی اور جس کی حیا کم ہو گئی اس کی پرہیز گاری کم ہو گئی اور جس کی پرہیز گاری کم ہو گئی اس کا دل مُردہ ہو گیا۔ (طبرانی)

طبیعت میں جلال

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طبیعت عالیہ میں جلال تھا اپنے دورِ خلافت میں ایک مرتبہ مقام جابیہ میں خطبہ ارشاد فرما رہے تھے آپ نے اللہ تعالیٰ کی تعریف اور ثناء کے بعد فرمایا، جس کو اللہ تعالیٰ ہدایت دے اس کو کوئی گمراہ کرنے والا نہیں اور جسے اللہ تعالیٰ بے راہ کر دے اسے کوئی ہدایت دینے والا نہیں، اسی اثناء میں ایک پادری نے جو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے کھڑا تھا فارسی زبان میں کچھ کہا تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مترجم کو حکم فرمایا کہ وہ اس کا عربی میں ترجمہ پیش کرے۔ مترجم نے بیان کیا کہ پادری کہہ رہا ہے کہ بے شک اللہ تعالیٰ کسی کو گمراہ نہیں کرتا۔ یہ سن کر حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ جلال میں آگئے اور فرمایا، اے اللہ کے دشمن! تو نے جھوٹ کہا ہے، حالانکہ اللہ تعالیٰ نے تجھے پیدا کیا ہے اور اسی نے تجھے گمراہ کیا ہے اور وہ تجھے اِن شاء اللہ تعالیٰ آگ میں داخل کرے گا اور اگر ذمیوں کی حفاظت کا معاملہ تجھ سے نہ ہوتا تو میں تیری گردن مار دیتا۔

(ابو داؤد)

خشیتِ الٰہی

خشیتِ الٰہی کا یہ عالم تھا کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب قرآنِ پاک کی کوئی آیت سنتے تو خوف سے بے ہوش ہو جاتے ایک دن ایک تنکا ہاتھ میں لے کر فرمایا، کاش! میں ایک تنکا ہوتا کوئی قابلِ ذکر چیز نہ ہوتا، کاش مجھے میری ماں نہ جنتی۔ آپ خوفِ الٰہی سے اس قدر رویا کرتے تھے کہ آپ کے چہرے پر آنسوؤں کے بہنے کی وجہ سے دو سیاہ نشان پڑ گئے تھے۔ (مکاشفۃ القلوب)

شعر و سخن میں درجہ کمال

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں اللہ تعالیٰ نے یہ خوبی درجہ کمال پر رکھی تھی کہ آپ شعر و سخن کو اس کی تمام اصناف کے ساتھ سمجھتے تھے اور آپ کو اس میں کمال حاصل تھا۔ آپ اگرچہ اپنے دورِ خلافت میں عظیم ملکی مہمات میں مصروف رہتے تھے مگر اس کے باوجود جب بھی کبھی موقع ملتا تو نہایت شوق سے شعراء کے اشعار سماعت فرماتے تھے۔ ایک مرتبہ سفر حج کو نکلے تو قافلہ کے ساتھ حضرت ابو عبیدہ بن الجراح اور حضرت عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہما بھی تھے۔ لوگوں نے حضرت خوات رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا کہ ضرار بن خطاب کے اشعار سناؤ۔ مگر حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ ان کو اپنے ہی اشعار سنانے دو۔ چنانچہ وہ صبح تک متصل اپنے اشعار پڑھتے رہے، جب صبح ہوئی تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا، اب بس کرو۔ (اصابہ)

اسی طرح ایک مرتبہ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے رات بھر اشعار پڑھوائے اور جب صبح ہونے لگی تو فرمایا کہ اب قرآن پڑھو۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس فن کے خوب شناسا تھے اور ہمیشہ اچھے اشعار ہی سنتے تھے پوری طرح آپ کو شعاری اور شاعروں کے کلام سے آگاہی حاصل تھی۔ ایک مرتبہ ایک قافلہ میں جید صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم بھی شامل تھے جن میں حضرت عمر فاروق، حضرت عثمان غنی اور حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم بھی تھے۔ اس قافلے میں عرب کا مشہور گویا جو شاعری کو ترنم کے ساتھ گا کر سنانے میں خاص قدرت رکھتا تھا بھی شامل تھا، جب شام ہوئی تو چرواہوں کی ایک ٹولی جو کہ اس قافلے کے ساتھ جا رہی تھی اس نے رباح فہری سے فرمائش کی کہ وہ کوئی اچھا سا کلام سنائے لیکن رباح نے انکار کرتے ہوئے جواب دیا کہ میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہوتے ہوئے نہیں گا سکتا۔ وہ لوگ کہنے لگے کہ تم گانا شروع کرو اگر وہ منع فرمائیں گے تو چپ کر جانا اگر منع نہ فرمایا تو سناتے رہنا۔ چنانچہ رباح نے رات کے سناٹے میں ترنم کے ساتھ گانا شروع کیا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سنا تو منع نہ فرمایا لیکن جب فجر کی اذان کا وقت ہونے کو آیا تو رباح سے فرمایا، بس کرو، یہ اللہ تعالیٰ کے ذکر کا وقت ہے۔ اس پر رباح نے گانا بند کر دیا۔

جب دوسری رات آئی تو چرواہوں نے رباح سے پھر گانے کی فرمائش کی اور جب اس نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خوف سے انکار کیا تو چرواہوں نے کہا، تم شروع کرو۔ اگر وہ منع فرمائیں تو خاموش ہو جانا۔ چنانچہ رباح نے پھر گانا شروع کیا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی سنتے رہے اور جب فجر کی اذان کا وقت ہونے کو آیا تو آپ نے ارشاد فرمایا، اے رباح! بس کرو یہ اللہ تعالیٰ کے ذکر کا وقت ہے۔ جب تیسری رات آئی تو چرواہوں نے پھر رباح سے گانے کی فرمائش کی لیکن رباح نے ابھی گانے کا آغاز کیا ہی تھا کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بلند آواز سے منع کرتے ہوئے فرمایا، بس کرو یہ دلوں میں نفرت پیدا کرتا ہے۔ (ازالۃ الخفاء)

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بذاتِ خود ہر قسم کے اشعار اس قدر کثیر تعداد میں یاد تھے کہ جب کوئی واقعہ پیش آتا تو اس پر کوئی نہ کوئی شعر ضرور پڑھ دیتے تھے، اس کے ساتھ بہت بڑے ناقد فن تھے اور تمام شعراء کے کلام کے بارے میں اس قدر درست رائے رکھتے تھے کہ تمام تر اہل ادب کو عموماً تسلیم ہے کہ ان کے زمانے میں آپ سے بڑھ کر کوئی شعر کا پرکھنے والا نہ تھا، چنانچہ علامہ ابن رشیق القیروانی کتاب العمدہ میں تحریر کرتے ہیں کہ

"حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے زمانے میں سب سے بڑھ کر شعر کے نقاد اور روشناس تھے۔"

امام جاحظ اس بارے میں تحریر فرماتے ہیں کہ

"حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے زمانے میں سب سے بڑھ کر شعر کے شناسا تھے۔"

(کتاب البیان والتبیین، کتاب العمدہ)

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس فن میں خصوصیت کا اعتراف خود آپ کے زمانے کے مشہور شعراء نے کیا ہے۔ چنانچہ ایک مرتبہ آپ نے حطیہ کو جو مشہور ہجو گو تھا، ہجو گوئی کے جرم میں قید کر دیا تھا لیکن جب اس کو رہا کیا تو فرمایا کہ اب ہجو مقذع نہ کہنا۔ اس نے کہا، اے امیر المومنین! ہجو مقذع کیا ہوتی ہے؟ ارشاد فرمایا، یہ کہ تم کسی کو کسی پر ترجیح دو، یا ایک شخص کی مدح اور اس کے مقابل میں دوسرے کی ہجو کرو۔ یہ سن کر اس نے کہا، اے امیر المومنین! آپ تو مجھ سے بھی زیادہ شعری اسلوب میں مہارت رکھتے ہیں۔ (کتاب العمدہ)

فنِ خطابت میں مہارت

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فنِ خطابت میں خوب مہارت رکھتے تھے آپ کا خطاب نہایت پُر اثر اور دلنشین ہوتا تھا چنانچہ تاریخ کے اوراق میں آپ کے فنِ خطابت کے بہت سے نمونے پائے جاتے ہیں، جو اذہان و قلوب پر نہایت مثبت اثر ڈالتے ہیں آپ کا ایک خطاب اس طرح سے ہے۔ فرماتے ہیں:۔

"لوگو! بے شک اللہ تعالیٰ نے مجھے تمہارے کاموں کا والی بنا دیا ہے اور میں جانتا ہوں کہ جو کچھ تمہارے سامنے ہے اس میں تمہیں نفع نہیں پہنچا سکتا ہوں اور میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ میری اس کام پر اعانت فرمائے اور یہ کہ میری اپنے پاس حفاظت فرمائے جیسا کہ میری حفاظت اپنے غیر سے فرمائی ہے اور اللہ تعالیٰ مجھے عدل کا الہام کرے۔ تمہارے حقوق کے بارے میں اسی طرح پر جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کا حکم دیا ہے۔ میں ایک مسلمان آدمی ہوں اور کمزور بندہ ہوں مگر جبکہ اللہ تعالیٰ میری مدد فرمائے اور میں جو تمہاری خلافت کا والی ہوا ہوں یہ چیز میری عادت میں اِن شاء اللہ تعالیٰ کوئی تبدیلی نہ ڈالے گی، عظمت اللہ تعالیٰ کیلئے ہے اور بندہ کیلئے عظمت سے کچھ بھی نہیں، پس ہر گز تم میں سے کوئی یہ بات نہ کہے کہ عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) جب سے خلیفہ ہوئے بدل گئے ہیں۔ میں اپنے نفس کا حق پہچانتا ہوں اور میں خود ہی تمہارے لئے اپنے امر کو بیان کرتا ہوں، پس جس آدمی کو کوئی ضرورت ہو یا اسے کسی حق کے بارے میں ستایا گیا ہو یا وہ ہم سے کسی عادت کے بارے میں ناراض ہو وہ مجھے ضرور اطلاع دے، میں بھی تم میں سے ایک آدمی ہوں، تمہیں اللہ تعالیٰ سے ڈرنا چاہئے اپنے خفیہ معاملات میں بھی اور اپنے ظاہری معاملات میں بھی۔ اور تمہاری آپس کی حرمتوں اور عزتوں کے بارے میں بھی اور جو حق تم پر عائد ہے اسے خود ہی ادا کرو اور تمہارا بعض، بعض کو اس بات پر آمادہ نہ کرے کہ تم فیصلہ چاہنے کیلئے ہمارے پاس آؤ، اس لئے کہ میرے اور تم لوگوں کے درمیان کسی کے ساتھ کوئی خاص تعلق نہیں۔ میں تمہاری صلاحیت کو دوست رکھتا ہوں اور میں تمہاری مشقت میں ہاتھ بٹانے والا ہوں۔" (تاریخ طبری)

رعب و جلال

فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شخصیت نہایت رعب و دبدبہ والی تھی آپ پُر جلال طبیعت کے مالک تھے، کفار آپ کے نام سے تھر تھراتے تھے۔ ان کے دلوں پر آپ کی ہیبت طاری ہو جاتی تھی۔ یہ آپ ہی کے دورِ خلافت کا ایک واقعہ ہے کہ جب شام کی مہم کے دوران شاہ ہرقل کی فوجوں کے ساتھ لڑائی کے دوران عیسائی فوجوں نے حضرت عبد اللہ بن حذافہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور تقریباً اسّی صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو جنگی قیدی بنالیا۔ اس بات کی خبر جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ملی تو آپ نے فوری طور پر ایک خط لکھ کر قاصد کے ہاتھ رومی بادشاہ ہرقل کی طرف بھیجا، خط کا مضمون یہ تھا:۔

"اللہ کے بندے امیر المومنین عمر بن خطاب (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی طرف سے روم کے بادشاہ ہرقل کے نام۔۔۔۔۔ اے شاہ ہرقل! میرا یہ خط جس وقت تمہارے پاس پہنچے اس وقت عبد اللہ بن حذافہ اور ان کے ساتھ جو دیگر مسلمان تیری قید میں ہیں رہا کر دے، اگر تم نے ایسا کیا تو یہ تیرے حق میں اچھا ہو گا لیکن اگر تم نے ایسا نہ کیا تو پھر یاد رکھ! میں تیری طرف ایسا لشکر روانہ کروں گا جس میں شامل انسانوں کی حالت یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ایسے برگزیدہ اور ذکر کرنے والے بندے ہیں کہ کسی بھی لمحہ گھر میں یا بازار میں کاروبار کرتے ہوئے یا خرید و فروخت کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے ذکر اور نماز پڑھنے سے غفلت نہیں برتتے۔"

جس وقت فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قاصد خط لے کر ہرقل کے دربار میں پہنچا اور اس نے خط شاہ ہرقل کو دیا تو خط کا مضمون سن کر شاہ ہرقل ہکا بکا رہ گیا۔ اس کے دل پر رُعب و دبدبہ طاری ہو گیا اور وہ سوچنے لگا کہ کس قدر جرأت اور ہمت والے لوگوں سے اس کا واسطہ پڑ گیا ہے، اس نے خیال کیا کہ اگر اس نے مسلمان قیدیوں کو رہا نہ کیا تو واقعی مسلمان اس کو تہس نہس کر کے رکھ دیں گے لیکن اسے اپنی عظیم سلطنت روما اور فوجوں کی تعداد کا غرور بھی چین نہیں لینے دے رہا تھا، اس کے دل و دماغ میں عجیب کیفیت ہو رہی تھی آخر اس نے ایک فیصلہ کر ہی لیا کہ خیریت اسی میں ہے کہ مسلمان قیدیوں کو رِہا کر دیا جائے مگر یہ بات بھی اس کی انا کے خلاف تھی کہ وہ اتنی آسانی سے مسلمان قیدیوں کو بغیر کوئی شرط منوائے رِہا کر دے لیکن وہ کر بھی کیا سکتا تھا۔ فاروقِ اعظم کی ہیبت نے اس کا سکون چھین لیا تھا، آخر اس کے ذہن میں ایک ترکیب آئی کہ سارے دربار کے سامنے مسلمان قیدیوں کو طلب کر کے کسی نہ کسی بہانے سے رہائی کی کوئی صورت پیدا کر کے اپنی پریشانی کو دور کر لوں، شاید اسے یہ معلوم نہ تھا کہ عزم و ہمت کے دھنی صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کسی بھی لالچ اور دھمکی کو خاطر میں نہیں لاتے تھے، اس نے حضرت عبد اللہ بن حذافہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور دوسرے تمام مسلمان قیدیوں کو اپنے دربار میں طلب کیا۔

کفار کے دِلوں پر رعب و دبدبہ قائم کر دینے والے عظیم خلیفہ امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فوج کے یہ دلیر مجاہد جب دربارِ شاہی میں حاضر کئے گئے تو شاہ ہرقل نے حضرت عبد اللہ بن حذافہ سے پوچھا کہ تمہارا محمّد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) اور عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے کیا تعلق ہے؟ حضرت عبد اللہ بن حذافہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا، محمّد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) ہمارے رسول ہیں اور عمر فاروق (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) ہمارے امیر المومنین ہیں۔ شاہ ہرقل نے یہ سن کر حضرت عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو لالچ دیتے ہوئے کہا، اگر تم عیسائی مذہب قبول کر لو تو ہم تمہاری شادی بہت بڑے گھرانے کی لڑکی سے کر دیں گے اور تمہیں کوئی بڑا سا عہدہ بھی دے دیں گے۔

حضرت عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا، اے بادشاہ! میں کسی بھی صورت دینِ اسلام کو چھوڑنے کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔ شاہ ہرقل نے اپنا حربہ ناکام دیکھا تو اس نے مزید لالچ دیتے ہوئے ایک نہایت قیمتی ہار منگوایا اور اس ہار کو دکھاتے ہوئے کہا، اگر تم میری بات مان جاؤ تو میں یہ انمول ہار تمہیں دے دوں گا اور بہت سے غلام بھی تمہیں عطا کروں گا۔ حضرت عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا، اے بادشاہ! تو یہ کیا بات کرتا ہے، اللہ کی قسم! اگر تو اپنی ساری سلطنت بھی میرے حوالے کر دے تو میں پھر بھی اسے دینِ اسلام کے بدلے میں قبول نہیں کروں گا۔ روم کا بادشاہ ہرقل حضرت عبد اللہ بن حذافہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ہر ممکن طریقے سے لالچ دینے کی کوشش کرتا رہا کہ وہ دینِ اسلام سے پھر جائیں مگر وہ اپنی بھرپور کوشش کے باوجود اس مقصد میں کامیابی حاصل نہ کر سکا۔ آخر تنگ آکر اس نے دھمکی آمیز حربہ استعمال کرنے کا فیصلہ کیا اور کہا، اے عبد اللہ بن حذافہ! اگر تم میری بات نہیں مانتے تو پھر مرنے کیلئے تیار ہو جاؤ۔

حضرت عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا، اے بادشاہ! تو اگر میرے جسم کے ٹکڑے ٹکڑے بھی کر دے گا تو میں پھر بھی دینِ اسلام سے نہیں پھروں گا۔ اس حربے کو بھی ناکام ہوتا ہوا دیکھ کر شاہ ہرقل نے پھر نرمی کا رویہ اختیار کرتے ہوئے کہا، ٹھیک ہے تم عیسائیت قبول نہ کرو لیکن صرف اتنا کر دو کہ صلیب کو سجدہ کر لو اس کے بدلے میں مَیں تمہیں اور تمہارے سب ساتھیوں کو رِہا کر دوں گا۔ حضرت عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس پیشکش کو بھی ردّ کرتے ہوئے فرمایا، اے بادشاہ! ہمارے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہمیں اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو بھی سجدہ کرنے سے منع فرمایا ہے۔ روم کا بادشاہ سوچ میں پڑ گیا اور کہنے لگا، تھوڑی سی شراب ہی پی لو، میں اسی وقت تمہیں رہا کروں گا۔ حضرت عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ سن کر غصہ میں آگئے اور بلند آواز سے فرمایا، میں اللہ کی پناہ مانگتا ہوں شراب پینے سے۔

روم کے بادشاہ کی حالت اس وقت قابلِ دید تھی اس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ وہ کیا کرے۔ حضرت عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بات سن کر سٹپٹا اُٹھا اور کہنے لگا، اگر یہ بات ہے تو پھر میں تمہیں شراب بھی پلاؤں گا اور سور کے کباب بھی ضرور کھلاؤں گا۔ اس کے ساتھ ہی شاہ ہرقل نے حکم جاری کیا کہ عبد اللہ بن حذافہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو قید تنہائی میں رکھا جائے اور ان کے پاس صرف شراب اور سور کے گوشت کے کباب رکھ دیئے جائیں اس کے علاوہ اور کوئی بھی چیز کھانے پینے کیلئے نہ رکھی جائے جب ان کو بھوک کی شدت محسوس ہوگی تو شراب اور سور کے گوشت کے کباب کھانے پر مجبور ہوجائیں گے اور اس طرح میرا مقصد پورا ہوجائے گا۔

چنانچہ شاہ ہرقل کے حکم پر حضرت عبد اللہ بن حذافہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو قید خانہ کے ایک کمرے میں تنہا بند کردیا گیا اور پاس ہی شراب اور سور کے کباب بھی رکھ دیئے گئے، جب تین دن اسی طرح قید میں گزر گئے تو چوتھے دن شاہ ہرقل نے قید خانے کے نگران کو اپنے دربار میں طلب کرکے پوچھا کہ قیدی نے وہ سب کچھ کھاپی لیا؟ نگران نے جواب دیا، اے بادشاہ! وہ سب چیزیں تو اسی طرح پڑی ہوئی ہیں اور قیدی نے تین دن سے نہ کچھ کھایا ہے اور نہ ہی کچھ پیا ہے، اس نے تو ان چیزوں کی طرف دیکھا تک نہیں۔ اب شاہ ہرقل سوچ میں پڑ گیا اس نے حضرت عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنے دربار میں طلب کیا اور پوچھا، تم تین دن بھوکے پیاسے رہے اور شراب اور سور کے کبابوں کو ہاتھ تک نہیں لگایا اس کی کیا وجہ تھی؟ حضرت عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب دیا کہ دینِ اسلام میں یہ چیزیں حرام ہیں۔ شاہ ہرقل نے کہا، یہ تو ٹھیک ہے لیکن میں نے سنا ہے کہ تمہارے مذہب میں حرام چیز اس وقت حلال ہوجاتی ہے جب جان کا خطرہ ہو۔ حضرت عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا، میں وہ کام ہرگز نہ کروں گا جس سے ایک کافر خوش ہو اور اللہ تعالیٰ خفا ہوجائے۔

شاہ ہرقل اپنا حربہ آزما چکا تھا لیکن ناکام تھا شاید وہ نہیں جانتا تھا کہ اس کا پالا کیسے جری اور بہادر لوگوں سے پڑا ہے۔ اس نے اپنی پوری زندگی میں ایسے جواں ہمت لوگ نہیں دیکھے تھے وہ اپنے تخت پر بیٹھا بار بار بے چینی محسوس کر رہا تھا اس کی کوئی تدبیر کارگر نہیں ہو رہی تھی، سارے درباریوں کی نظر کے سامنے اس کی رُسوائی اور بے چارگی کا منظر پیش ہو رہا تھا۔ آخر تنگ آکر اس نے کہا، اے عبد اللہ! میں آخری بات کرتا ہوں اگر تمہیں رِہائی منظور ہے تو پھر صرف یہ کرو کہ میرے اس پاؤں کے آگے ذرا سا جھک جاؤ میں تم لوگوں کو رِہا کردوں گا۔ حضرت عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا، اے بادشاہ! میں پہلے بھی کہہ چکا ہوں کہ مسلمان کا سر سوائے اللہ تعالیٰ کے اور کسی کے آگے نہیں جھک سکتا۔

یہ جواب سن کر شاہ ہرقل کی بے بسی دیکھنے کے قابل تھی وہ غصے سے پیچ و تاب کھا رہا تھا لیکن کچھ کر نہیں سکتا تھا۔ یقیناً اس کی وجہ یہ تھی اسے فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خط نے رعب و دبدبہ سے خوفزدہ کر دیا ہوا تھا۔ وہ یہ جانتا تھا کہ اگر اس نے مسلمانوں کے ساتھ کوئی زیادتی کی تو اس کا نتیجہ اسے بہت سخت بھگتنا پڑے گا، آخر زچ ہو کر بولا، تو پھر ایسا کرو کہ میرے ماتھے پر ایک بوسہ دے دو میں تم سب کو ابھی رِہا کر دیتا ہوں۔

حضرت عبد اللہ بن حذافہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو روم کے بادشاہ ہرقل کی بے بسی پر رحم آگیا اور چونکہ اس بات سے اسلامی عقائد پر کوئی حرف بھی نہ آتا تھا اور پھر عربوں میں اس بات کا دستور تھا کہ جب کبھی کوئی دوست اپنے دوست سے ملاقات کرتا تو اس کے ماتھے کا بوسہ لیتا تھا۔ چنانچہ حضرت عبد اللہ بن حذافہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے شاہ ہرقل کے ماتھے کا بوسہ لے لیا، اس پر شاہ ہرقل نے سکھ کا سانس لیا اور اسی وقت حکم دیا کہ سب مسلمانوں کو رِہا کر دیا جائے۔ اس نے بہت سے تحائف بھی دیئے اس کے بعد مسلمانوں کو رُخصت کیا۔

حضرت عبد اللہ بن حذافہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور دیگر اسّی مجاہدینِ اسلام کے صحیح سلامت واپس لوٹ آنے پر مسلمانوں میں خوشی کی لہر دوڑ گئی اور یہ یقیناً فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا رعب و جلال تھا جس کی برکت سے مسلمانوں کی رہائی عمل میں آئی اور آپ کا یہ رعب و جلال کفّار کے بڑے بڑے بادشاہوں کے دلوں میں گھر کر گیا۔ (اسد الغابہ، سیرۃ الصالحین)

فہم و فراست میں درجہ کمال

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اللہ تعالیٰ نے بہت زیادہ فہم و فراست سے نوازا ہوا تھا۔ آپ کو فہم و فراست میں درجہ کمال حاصل تھا۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں کہ ہم حضور سرکارِ دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مجلس پاک میں بیٹھے ہوئے تھے ہمارے ساتھ حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہم بھی تھے۔ اسی اثناء میں حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اچانک ہمارے درمیان میں سے اُٹھ کر تشریف لے گئے اور واپس آنے میں بہت دیر ہوگئی ہم فکر مند ہوئے کہ کہیں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو کوئی تکلیف نہ پہنچ جائے، چنانچہ ہم فکر مند ہو کر کھڑے ہوئے اور سب سے پہلے پریشان ہونے والا میں تھا۔ میں حضور سرکارِ مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تلاش میں چل پڑا حتیٰ کہ بنی نجار کے ایک باغ کے پاس جا پہنچا اور اس کا دروازہ تلاش کرنا شروع کیا لیکن مجھے اس کا کوئی دروازہ نہ ملا۔ اچانک میں نے ایک چھوٹی سی نالی دیکھی جو باغ کے اندر جاتی تھی میں سمٹ کر اس نالی میں داخل ہوا اور باغ میں حضور سرورِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس پہنچ گیا۔

حضور سرکارِ دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، ابوہریرہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) ہے؟ میں نے عرض کیا، ہاں یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، کیا بات ہے؟ میں نے عرض کیا، یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! آپ ہمارے پاس تشریف فرما تھے اچانک اُٹھ کر تشریف لے گئے اور واپسی میں دیر لگادی ہم پریشان ہوگئے کہ کہیں آپ کو کوئی تکلیف نہ پہنچ جائے اس لئے ہم پریشانی کے عالم میں اُٹھے اور سب سے پہلے میں ہی پریشان ہونے والا تھا میں اس دیوار کے نزدیک پہنچا اور لومڑی کی طرح سمٹ کر اندر داخل ہوا باقی اصحاب میرے پیچھے ہی ہیں۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھے اپنی نعلین پاک عطا فرمائی اور ارشاد فرمایا، اے ابوہریرہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)! میرے یہ نعلین لیتے جاؤ اور اس دیوار کے باہر تجھے جو بھی صدقِ دل سے کلمہ لا الٰہ الا اللہ کہتے ہوئے ملے تو اس کو جنت کی خوشخبری دے دو۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ سب سے پہلے مجھے حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ملے اور کہا، اے ابوہریرہ! یہ نعلین کیسے ہیں؟ میں نے کہا، یہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ہیں اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھے عطا کرکے بھیجا ہے کہ جو بھی صدقِ دل سے (کلمہ طیبہ) لا الٰہ الا اللہ کہتے ہوئے ملے اس کو جنت کی بشارت دے دو۔ (یہ سنتے ہی) حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے میرے سینے پر ہاتھ مارا جس سے میں گر گیا اور مجھ سے فرمایا کہ واپس چلے جاؤ۔ چنانچہ حضور سرکارِ دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس واپس لوٹ گیا اور روتے ہوئے عرض کیا، یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! (حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی میرے پیچھے چلے آرہے تھے اور مجھ پر آپ کا رعب طاری تھا) حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا، اے ابوہریرہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) تجھے کیا ہوا؟ میں نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! راستے میں مجھے

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ملے اور میں نے ان کو وہ خبر سنائی جو کہ آپ نے ارشاد فرمائی تو انہوں نے (یہ بات سنتے ہی) میرے سینے پر ہاتھ مارا جس سے میں گر گیا اور مجھ سے فرمایا کہ واپس چلے جاؤ۔

اسی اثناء میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی تشریف لے آئے۔ حضور نورِ مجسم سرورِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، اے عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)! تجھے کس چیز نے اس پر ابھارا ہے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا، یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں۔ کیا آپ نے ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو نعلین پاک عطا فرما کر بھیجا تھا کہ جو بھی صدقِ دل سے لا الٰہ الا اللہ کہتا ہوا ملے اس کو جنت کی بشارت دے دو۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، ہاں۔ اس پر حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا، یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! مجھے ڈر ہے کہ لوگ اس پر بھروسہ و توکل کر کے عمل کرنا چھوڑ دیں گے۔ یہ بات سن کر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ رہنے دو۔

علم الانساب میں مہارت

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خصائص میں یہ بات بھی شامل ہے کہ آپ علم الانساب میں بھی مہارت رکھتے تھے اور اس علم میں خوب ماہر تھے۔ آپ بچپن سے ہی علم شغف رکھتے تھے۔ فتوح البلدان کی روایت کے موافق قریش میں صرف سترہ اشخاص ایسے تھے جو لکھنا پڑھنا جانتے تھے ان میں ایک حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی تھے، چونکہ اشعار عرب میں مدح و مذمت کے مواقع پر اکثر حسب و نسب سے تعرض کیا جاتا تھا اس لئے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حفظ اشعار کو جن وجوہات کی بنا پر ضروری قرار دیا ان میں ایک وجہ یہ بھی تھی کہ ان کے ذریعے سے لوگوں کو علم الانساب کی تعلیم ہوتی ہے۔ چنانچہ ایک فرمان میں حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تحریر فرمایا:۔

"لوگوں کو اشعار یاد کرنے کا حکم دو کیونکہ وہ اخلاق کی بلند باتیں اور درست رائے اور انساب کی طرف راہ دکھاتے ہیں۔"

تمام صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ علم الانساب کے سب سے زیادہ ماہر تھے اور ان کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا درجہ تھا اس علم کو آپ نے اپنے والد محترم خطاب سے سیکھا تھا چنانچہ امام جاحظ لکھتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب انساب کے متعلق کچھ بیان فرماتے تھے تو اپنے والد محترم خطاب کا حوالہ دیتے تھے۔ (کتاب البیان والتبیین، جلد اوّل)

کرامات

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کرامات بے شمار ہیں جن کا اظہار وقتاً فوقتاً موقع کی مناسبت سے ہوتا رہا ہے۔ ذیل میں اسی موضوع کے حوالے سے آپ کی چند کرامات کا بیان کیا جاتا ہے۔

نہاوند میں آواز

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نہاوند کی سرزمین کی طرف جہاد کرنے کیلئے حضرت ساریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قیادت میں ایک لشکر روانہ کیا۔ حضرت ساریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے لشکر کو لے کر اس ملک میں گئے اور کافروں سے جہاد کرنے لگے۔ یہ جہاد میں مصروف تھے کہ ادھر مدینہ منورہ میں ایکدن حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مسجدِ نبوی کے منبر پر خطبہ پڑھتے ہوئے اچانک یہ ارشاد فرمایا، یا ساریۃُ الجبل (یعنی اے ساریہ! پہاڑ کی طرف اپنی پیٹھ کرلو) لوگ حیران ہوئے کہ خطبہ کے دوران یہ آپ نے کیا بات فرمادی کہ حضرت ساریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تو سرزمین نہاوند میں جہاد کرنے میں مصروف ہیں اور مدینہ طیبہ سے سینکڑوں میل کی دوری پر ہیں۔ یہاں ان کو آواز دینے کا کیا مطلب ؟ اور آپ نے ان کو اس طرح اتنی دور سے کیوں پکارا؟ لیکن جب نہاوند سے حضرت ساریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قاصد فتح کی خوشخبری لے کر آیا تو اس نے بتایا کہ میدانِ جنگ میں جب کفار سے مقابلہ ہوا تو ہمیں شکست ہونے لگی اسی اثناء میں اچانک ایک آواز آئی کہ کوئی کہہ رہا تھا، اے ساریہ! پہاڑ کے ساتھ رہو اور پہاڑ کو اپنے پیچھے رکھو۔ اس آواز کو سن کر حضرت ساریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ یہ امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آواز ہے۔ یہ کہتے ہی انہوں نے فوراً اپنے لشکر کو پہاڑ کی طرف پشت کر کے صف بندی کرنے کا حکم دیا اور اس کے بعد جو ہمارے لشکر کی کفار سے جنگ ہوئی تو دشمن شکست کھا گیا اور اللہ تعالیٰ نے ہمیں فتح سے نوازا۔ (مشکوٰۃ شریف، حجۃ اللہ، تاریخ الخلفاء)

غیب کی خبر

حضرت عبداللہ بن مسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہمارے قبیلہ کا ایک وفد امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس وفد میں ایک شخص اشتر نام کا بھی تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کو سر سے پاؤں تک بار بار دیکھنے کے بعد مجھ سے دریافت فرمایا کہ کیا یہ شخص تمہارے ہی قبیلہ کا ہے؟ میں نے کہا کہ ہاں۔ چنانچہ آپ نے اس وقت فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اس کو غارت کرے اور اس کے شر و فساد سے اس اُمت کو محفوظ رکھے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس دعا کے بیس سال بعد جب باغیوں نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شہید کیا تو اس باغی گروہ کا ایک بہت بڑا لیڈر یہی اشتر تھا۔

اسی طرح حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک مرتبہ ملک شام کے کفار سے جہاد کرنے کی غرض سے لشکر بھرتی فرما رہے تھے کہ اسی اثناء میں ایک جماعت آپ کے سامنے آئی تو آپ نے انتہائی کراہت کے ساتھ ان لوگوں کی طرف سے منہ پھیر لیا۔ پھر دوبارہ یہ لوگ آپ کے سامنے آئے تو آپ نے پھر منہ پھیر کر ان لوگوں کو اسلامی فوج میں بھرتی کرنے سے انکار فرمادیا۔ آپ کے اس طرزِ عمل سے لوگ بہت حیرت زدہ تھے۔ مگر بالآخر یہ بھید آشکار ہوا کہ اس جماعت میں اسود تجلبی بھی شامل تھا جس نے اس واقعہ کے بیس سال بعد حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنی تلوار سے شہید کیا اور اسی جماعت میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شہید کرنے والا عبدالرحمٰن بن ملجم مراوی بھی تھا۔ جس نے اس واقعہ کے تقریباً چھبیس سال بعد حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنی تلوار سے شہید کیا تھا۔ (ازالۃ الخفاء)

خواب کی بات

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دورِ خلافت میں ایک مرتبہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خواب میں دیکھا کہ مسجدِ نبوی میں حضور سرورِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نمازِ فجر پڑھ رہے ہیں اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اقتدا میں نماز پڑھ رہے ہیں، سلام پھیرنے کے بعد حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مسجد کی دیوار کے ساتھ پشت مبارک لگا کر تشریف فرما ہو گئے۔ اسی اثناء میں ایک عورت کھجوروں کا ایک طباق لیکر حاضر ہوئی اور اسے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں پیش کر دیا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس میں سے ایک کھجور اُٹھائی اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو عطا فرمائی اور باقی کھجوریں دوسرے نمازیوں میں تقسیم فرمادیں۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ خواب سے بیدار ہو گئے اور انہوں نے محسوس کیا کہ زبان پر وہی کھجور کا ذائقہ اور مٹھاس موجود ہے۔ اس وقت فجر کا وقت تھا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فوراً مسجد میں تشریف لے گئے اور دیکھا کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نماز پڑھانے میں مصروف ہیں یہ دیکھ کر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی جماعت میں شامل ہو گئے۔ سلام پھیرنے کے بعد حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسی طرح مسجد کی دیوار کے ساتھ تکیہ لگا کر بیٹھ گئے، جس طرح کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رات کو خواب میں حضور سرکارِ دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھا تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد ایک عورت بھی کھجوروں کا ایک طباق لے کر آگئی اور اس طباق کو حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں پیش کر دیا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس طباق میں سے ایک کھجور اُٹھائی اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دے دی اور باقی تمام کھجوریں دیگر نمازیوں میں تقسیم فرمادیں۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا، اے امیر المومنین! ایک کھجور مجھے مزید دے دیتے تو کیا بات تھی۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا، اے علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)! اگر رات کو رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے آپ کو دوسری کھجور عنایت فرمائی ہوتی تو اس وقت میں بھی آپ کو دوسری کھجور دے دیتا۔ جب سرکارِ دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نہیں عطا کی تو میں کیسے دو دوں۔ یہ بات سن کر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا، اے عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)! یہ خواب کا واقعہ آپ کو کس طرح معلوم ہو گیا؟ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا، اے علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)! بندۂ مومن نورِ ایمان سے سب کچھ دیکھ لیتا ہے۔ (نزہۃ المجالس، جلد دوم)

دریا کے نام فرمان

تاریخ کے صفحات میں درج ہے کہ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مصر فتح کیا اور وہاں کے گورنر مقرر ہوئے تو کچھ عرصہ کے بعد حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سنا کہ دریائے نیل خشک ہو گیا ہے۔ لوگوں سے اس بارے میں دریافت فرمایا کہ کیا ہر سال یہ دریا اسی طرح خشک ہو جاتا ہے؟ لوگوں نے جواب دیا کہ ہاں، اسی طرح خشک ہو جاتا ہے اور جب یہ دریا خشک ہو جاتا ہے تو ایک قدیم طریقے پر عمل کئے بغیر اس میں پانی نہیں بڑھتا۔ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دریافت کیا کہ وہ قدیم طریقہ کیا ہے؟ انہوں نے کہا کہ جب چاند کی گیارہ تاریخ آتی ہے تو ہم ایک کنواری لڑکی کا انتخاب کر کے اس کے والدین کی رضامندی سے اسے اعلیٰ درجہ کے زیورات اور کپڑے پہناتے ہیں اور پھر اس کو دریائے نیل کی بھینٹ چڑھا دیتے ہیں۔ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ یہ ہر سال ایک بے گناہ لڑکی کا ناحق قتل و خون اسلام کو منظور نہیں یہ تمام لغو اور بے سروپا باتیں ہیں۔ اسلام ان تمام باتوں اور واہموں کو مٹانے آیا ہے۔ اس کے ساتھ ہی حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس قدیم رسم کو ادا کرنے کی اجازت نہ دی اور دریائے نیل بالکل خشک ہو گیا چونکہ لوگوں کی کھیتی باڑی کا انحصار نیل کے پانی پر تھا، دریا خشک ہو جانے کی وجہ سے بہت سے لوگ ترکِ وطن پر آمادہ ہو گئے۔ اس پر حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تمام واقعہ سے حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خط لکھ کر آگاہ کیا۔

امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب یہ خط پڑھا تو آپ نے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جواب میں لکھا کہ تم نے مصریوں کو بہت اچھا جواب دیا اسلام ان لغو باتوں کو مٹانے آیا ہے۔ میں اس خط کے ہمراہ ایک رقعہ بھیج رہا ہوں اس کو دریائے نیل میں ڈال دینا۔ چنانچہ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس امیر المومنین کا خط پہنچا تو انہوں نے وہ رُقعہ بھی پڑھا جو دریائے نیل میں ڈالنے کیلئے تھا۔ اس میں لکھا ہوا تھا کہ:

"یہ خط اللہ کے بندے عمر بن خطاب (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی طرف سے دریائے نیل کے نام ہے۔ اے دریا! اگر تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے بہتا تھا تو ہم اب بھی اللہ تعالیٰ ہی سے تیرا جاری ہونا مانگتے ہیں اور اگر تو خود اپنی مرضی سے بہتا ہے اور اپنی مرضی سے رُک جاتا ہے تو پھر ہمیں تیری کوئی پرواہ اور ضرورت نہیں ہے۔"

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس رُقعہ کو دریائے نیل میں ڈال دیا جب اہل مصر صبح کو بیدار ہوئے تو دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے دریائے نیل کو اس طرح جاری کر دیا ہے کہ معمول سے سولہ گز زیادہ پانی چڑھ گیا ہے۔ اس دن سے اب تک دریائے نیل رواں دواں ہے اور پھر کبھی خشک نہیں ہوا۔ (تاریخ الخلفاء، حجۃ اللہ)

قبر سے خطاب

ایک مرتبہ امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک صالح نوجوان کی قبر پر تشریف لے گئے اور فرمایا، اے فلاں! اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا ہے کہ

وَ لِمَنۡ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتٰنِ ۝ (پ ۲۷۔ سورۃ الرحمٰن: ۴۶)

"اور جو اپنے پروردگار کے حضور کھڑے ہونے سے ڈرتے ہیں اس کیلئے دو جنتیں ہیں۔"

اے نوجوان! بتا تیرا قبر میں کیا حال ہے؟ اس صالح نوجوان نے قبر کے اندر سے آپ کا نام لے کر بلند آواز سے دو مرتبہ جواب دیا کہ میرے پروردگار نے یہ دونوں جنتیں مجھے عطا فرمادی ہیں۔ (حجۃ اللہ علی العالمین، جلد دوم بحوالہ حاکم، ابن عساکر)

اسی طرح ایک مرتبہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ بقیع کے قبرستان کے نزدیک سے گزرے اور فرمایا، شہر خموشاں کے مکینو! السلام علیکم، ہمارے پاس کی خبریں تو یہ ہیں کہ تمہاری بیویوں نے اور شادیاں کرلی ہیں اور تمہارے گھروں میں اور لوگ رہ رہے ہیں اور تمہارے مال تقسیم کردیئے گئے ہیں۔ یہ سن کر قبرستان سے ایک آواز آئی، اے امیر المومنین! ہمارے پاس یہ خبریں ہیں کہ جو نیکیاں ہم نے اپنے سے پہلے اس عالم میں بھیج دی تھیں وہ ہمیں یہاں پر مل گئی ہیں جو ہم اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کر آئے ہیں اس کا نفع حاصل کرلیا ہے اور جو پیچھے چھوڑ آئے ہیں وہ تو صرف نقصان ہی نقصان ہے۔ (ابن ابی الدنیا، کتاب القبور)

مستقبل کی خبر

آپ کی ایک کرامت کا بیان کرتے ہوئے ابوہدبہ حمصی فرماتے ہیں کہ جب امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ خبر ملی کہ عراق کے لوگوں نے آپ کے گورنر کو اس کے چہرے پر کنکریاں مار کر ذلیل و رُسوا کرکے سنگساری کے بعد ہلاک کر دیا ہے تو اس خبر کو سن کر آپ انتہائی رنجیدہ ہوئے اور انتہائی غیظ و غضب و جلال کی حالت میں مسجدِ نبوی میں تشریف لے گئے اور اسی حالت میں نماز شروع کر دی مگر چونکہ غیظ و غضب کے باعث سخت بے چین تھے اس لئے آپ کو نماز میں سہو ہو گیا اور آپ اس رنج و غم سے مزید بے تاب ہو گئے اور اسی رنج و غم کی کیفیت میں آپ نے یہ دعا مانگی کہ اے اللہ! قبیلہ ثقیف کے ایک لڑکے (حجاج بن یوسف ثقفی) کو ان لوگوں پر مسلط فرمادے جو زمانہ جاہلیت کا حکم چلا کر ان عراقیوں کے نیک و بد کسی کو بھی معاف نہ کرے۔ چنانچہ فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ دعا قبول ہو گئی اور عبد الملک بن مروان اموی کے دورِ حکومت میں حجاج بن یوسف ثقفی عراق کا گورنر بنا تو اس نے عراق کے باشندوں پر اس قدر ظلم و ستم کے پہاڑ توڑے کہ عراقیوں کو دن میں تارے نظر آنا شروع ہو گئے۔

حضرت ابن لہیعہ محدث فرماتے ہیں کہ جس وقت امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ دعا مانگی تھی اس وقت حجاج بن یوسف ثقفی کی پیدائش بھی نہیں ہوئی تھی۔ (ازالۃ الخفاء، مقصد ۲)

خواب کی تعبیر

ایک روز حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں ربیعہ بن امیہ بن خلف حاضر ہوا اور آپ سے اپنا یہ خواب بیان کیا کہ میں نے یہ خواب دیکھا ہے کہ میں ایک ہرے بھرے میدان میں ہوں یہاں سے نکل کر ایک ایسے چٹیل میدان میں آ گیا جس میں دور دور تک کہیں بھی گھاس یا درخت وغیرہ کا نام و نشان نہ تھا اور جب میں نیند سے جاگا تو دیکھا کہ واقعی میں ایک بنجر زمین میں تھا۔ فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ تو ایمان قبول کرے گا پھر اس کے بعد کافر ہو جائے گا اور کفر کی حالت میں ہی مر جائے گا۔ اپنے خواب کی یہ تعبیر سن کر ربیعہ نے کہا، میں نے تو کوئی خواب نہیں دیکھا میں نے تو ایسے ہی ایک جھوٹی بات آپ سے کہہ دی ہے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا، تم نے خواب دیکھا ہو یا نہ دیکھا ہو لیکن میں نے تمہیں جو تعبیر بتائی ہے وہ اب پوری ہو کر رہے گی۔ چنانچہ اسی طرح ہی ہوا کہ اس نے اسلام قبول کرنے کے بعد شراب پی اور امیر المومنین نے اسے اس جرم میں دُرّے مار کر سزا دی اور اسے شہر بدر کرکے خیبر کی طرف بھیج دیا وہ وہاں سے بھاگ کر روم کی سرزمین میں چلا گیا اور وہاں پر اس نے نصرانی مذہب اختیار کر لیا اور مرتد ہو کر کفر کی حالت میں انتقال کر گیا۔ (ازالۃ الخفاء)

غیب سے حفاظت

امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک کرامت یہ بیان فرمائی ہے کہ شاہ روم کا ایلچی حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضری کیلئے مدینہ منورہ میں آیا اور آپ کے دولت کدہ کو تلاش کرنے لگا۔ اس کا خیال تھا کہ آپ کا گھر بھی کوئی شاہی محل قسم کا ہوگا۔ لوگوں نے اس کو بتایا کہ امیر المومنین کا کوئی محل نہیں ہے وہ تو اس وقت شہر سے کچھ دور کھجوروں کے باغ میں قیلولہ فرماتے ہوئے تمہیں ملیں گے۔ وہ رومی قاصد آپ کو تلاش کرتے کرتے آپ کے پاس پہنچ گیا اور یہ دیکھا کہ آپ اپنا چمڑے کا دُرہ اپنے سر کے نیچے رکھ کر زمین پر گہری نیند سو رہے ہیں۔ یہ دیکھ کر وہ حیران ہو گیا اور کہنے لگا کہ مشرق و مغرب کے لوگ اس انسان سے ڈرتے ہیں اور اس کی حالت یہ ہے۔ پھر دل میں سوچا کہ یہ تنہا ہیں مجھے ان کو قتل کر دینا چاہئے تاکہ لوگوں کو ان سے نجات مل جائے یہ سوچ کر اس نے اپنی تلوار نکالی اور آپ پر حملہ آور ہونے کے ارادے سے آگے بڑھا لیکن وہ جیسے ہی آگے بڑھا اس نے اچانک دیکھا کہ دو شیر منہ پھاڑے ہوئے اس پر حملہ کرنے والے ہیں، یہ خوفناک منظر دیکھ کر وہ خوف و دہشت سے چیخ اُٹھا، اس کے ہاتھ سے تلوار زمین پر گر گئی۔ اس کی چیخ کی آواز سن کر حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیدار ہو گئے اور دیکھا کہ ایک رومی کافر سامنے کھڑا تھر تھر کانپ رہا ہے، آپ نے اس سے چیخنے کا سبب پوچھا تو اس نے سب ماجرا بیان کر دیا اور پھر بلند آواز سے کلمہ پڑھ کر دائرہ اسلام میں داخل ہو گیا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کے ساتھ شفقت فرمائی اور اس کی غلطی کو درگزر کرتے ہوئے اس کو معاف کر دیا۔ (تفسیر کبیر، جلد پنجم۔ ازالۃ الخفاء، مقصد ۲)

آگ کو حکم

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دورِ خلافت میں ایک مرتبہ اچانک ایک پہاڑ کی غار سے ایک بہت تیز آگ نمودار ہوئی جس نے ارد گرد کی تمام اشیاء کو جلا کر راکھ کا ڈھیر بنا دیا۔ لوگ فوری طور پر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اس آگ کے بارے میں بتایا جو کہ پھیلتی جا رہی تھی۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسی وقت حضرت تمیم داری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنی چادر مبارک عطا کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ تم میری یہ چادر لے کر آگ کے پاس جاؤ۔ چنانچہ حضرت تمیم داری رضی اللہ تعالیٰ عنہ امیر المومنین کے حکم کے مطابق چادر مبارک لے کر آگ کی طرف روانہ ہوئے اور جیسے ہی آگ کے نزدیک پہنچے تو یکایک آگ بجھنا اور پیچھے ہٹنا شروع ہو گئی یہاں تک کہ اس غار کی طرف چلی گئی جہاں سے نکلی تھی۔ حضرت تمیم داری رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ چادر مبارک لے کر غار کے اندر داخل ہو گئے تو وہ آگ بالکل ہی بجھ گئی اور پھر کبھی بھی ظاہر نہیں ہوئی۔ (ازالۃ الخفاء، مقصد ۲)

مجاھد کی پکار

خلیفہ دوم حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے روم کی طرف ایک اسلامی لشکر روانہ کیا پھر کئی دِنوں کے بعد جبکہ آپ مدینہ طیبہ میں موجود تھے اچانک اور یکایک نہایت بلند آواز سے دومرتبہ یہ فرمایا، یا لبیکاہ! یا لبیکاہ! (یعنی اے شخص! میں تیری پکار پر حاضر ہوں) موقع پر موجود حاضرین آپ کی یہ آواز سن کر بہت حیران ہوئے اور ان کی سمجھ میں کچھ بھی نہ آیا کہ امیر المومنین کس فریاد کرنے والے کی پکار کا جواب دے رہے ہیں؟ مگر جب تھوڑے دنوں کے بعد مجاہدینِ اسلام کا وہ لشکر واپس مدینہ طیبہ میں آیا اور اس لشکر کا سالار اپنی فتوحات اور دیگر کارناموں کو حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے بیان کرنے لگا تو آپ نے فرمایا کہ ان باتوں کو رہنے دو پہلے یہ بتاؤ کہ تم نے جس مجاہد کو زبردستی دریا میں اُتارا تھا اور اس نے یا عمراہ! یا عمراہ! (اے میرے عمر! میری خبر لیجئے) پکارا تھا، اس کی اصل حقیقت کیا تھی؟

لشکرِ اسلام کے سالار نے فاروقِ اعظم کو جلال کی حالت میں دیکھا تو وہ خوف سے کانپ اُٹھا، عرض کیا امیر المومنین! مجھے اپنے لشکر کو دریا کے دوسری طرف اُتارنا تھا اس لئے میں نے پانی کی گہرائی کا جائزہ لینے کی غرض سے اس مجاہد کو دریا میں اُترنے کا حکم دیا چونکہ موسم شدید سرد تھا اور ٹھنڈی ہوائیں بھی چل رہی تھیں۔ حکم کے موافق وہ مجاہد دریا میں اتر تو گیا لیکن اس کو سردی لگ گئی اور اس نے دومرتبہ زور زور سے یا عمراہ! یا عمراہ! کہہ کر آپ کو مدد کیلئے پکارا۔ پھر اچانک اس کی حرکتِ قلب بند ہوگئی اور وہ انتقال کر گیا۔ اللہ گواہ ہے کہ میں نے اس کو ہرگز ہرگز ہلاک کرنے کی نیت سے دریا میں اُترنے کا حکم نہیں دیا تھا۔

امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سپہ سالار کی بات سنی تو سخت جلال میں آگئے اور فرمایا، سرد موسم اور ٹھنڈی ہواؤں کے درمیان اس مجاہد کو دریا کی گہرائی میں اُتارنا یہ قتل خطا کے حکم میں ہے اس لئے تم اپنے مال میں سے اس کے ورثاء کو اس کا خون بہا ادا کرو اور خبردار! خبردار! آئندہ کبھی بھی کسی مجاہد سے کوئی ایسا کام نہ لینا جس میں اس کی ہلاکت کا اندیشہ ہو کیونکہ میرے نزدیک ایک مسلمان مجاہد کا ہلاک ہو جانا بڑی سے بڑی ہلاکتوں سے بھی کہیں بڑھ کر ہلاکت ہے۔

یہ تمام گفتگو اہل مدینہ کے سامنے ہو رہی تھی ان کی سمجھ میں ساری بات آگئی کہ امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جو ایک دن دومرتبہ بلند آواز سے یا لبیکاہ! یا لبیکاہ! پکارا تھا اصل میں اسی مظلوم مجاہد کی پکار کا جواب دیا تھا اور بلاشبہ یہ آپ کی کرامت تھی کہ آپ نے روم کی سرزمین سے اس مجاہد کی پکار مدینہ طیبہ میں سن لی۔ (ازالۃ الخفاء، مقصد ۲)

زمین کو حکم

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک کرامت کے بارے میں امام الحرمین نے اپنی کتاب "الشامل" میں یہ واقعہ یوں بیان فرمایا ہے کہ ایک مرتبہ مدینہ طیبہ میں زلزلہ آگیا اور زمین زلزلے سے لرزنے لگی۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء فرمائی مگر پھر بھی زمین لرزتی اور جھومتی رہی آپ نے جلال کی حالت میں اپنا دُرّہ زمین پر مارا اور فرمایا، تھم جا، کیا میں تیرے اوپر عدل نہیں کرتا ہوں۔ آپ کا یہ فرمان سنتے ہی زمین فوراً تھم گئی۔ امام الحرمین فرماتے ہیں کہ فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فی الحقیقت ظاہر و باطن میں امیر المومنین اور زمین اور اس کی آبادی میں اللہ تعالیٰ کے خلیفہ تھے اور زمین کو بھی اس سے صادر ہونے والے واقعات پر تادیب و تعزیر فرماتے جس طرح کہ اس زمین پر آباد انسانوں کی غلطیوں پر انہیں تعزیر سے باز رکھتے۔ (حجۃ اللہ دوم، ازالۃ الخفاء، مقصد ۲)

گھر کا جل جانا

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک کرامت یہ بھی ہے کہ آپ نے ایک آدمی سے پوچھا، تیرا نام کیا ہے؟ اس نے کہا، جمرہ (چنگاری) آپ نے دریافت فرمایا، کس کا بیٹا ہے؟ کہنے لگا، شہاب (شعلہ) کا بیٹا ہوں۔ آپ نے دریافت فرمایا، کس قبیلہ سے ہے؟ اس نے جواب دیا، حرقہ (جلن) قبیلہ سے تعلق رکھتا ہوں۔ ارشاد فرمایا، مسکن کہاں ہے؟ کہنے لگا، حرۃ (گرمی و حرارت میں رہتا ہوں)۔ دریافت فرمایا، اس کے کون سے حصے میں؟ کہنے لگا، لظی (شعلے والے) حصے میں رہتا ہوں۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ اپنے گھر والوں کی خبر لے وہ تو جل چکے ہیں۔ اس شخص نے جب اپنے گھر کی طرف جاکر دیکھا تو امیر المومنین کی بات صحیح نکلی اس کے گھر کو آگ لگ چکی تھی۔ (تاریخ الخلفاء)

بعدِ وصال

روایات میں آتا ہے کہ ولید بن عبد الملک اموی کے عہدِ حکومت میں جب حضور سرورِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے روضہ انور کی دیوار گر گئی اور حاکمِ وقت کے حکم سے تعمیر نو کیلئے بنیاد کھودی گی تو اچانک بنیاد میں ایک پائے اطہر دکھائی دیا۔ یہ دیکھ کر لوگ گھبرا گئے اور سب نے یہ سمجھا کہ شاید یہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا پائے اطہر ہے مگر جب ایک صحابی حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دیکھا اور پہچانتے ہوئے قسم کھا کر یہ فرمایا کہ یہ پائے اطہر حضور سرکارِ دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نہیں ہے بلکہ یہ حضرت عمر فاورق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا پاؤں مبارک ہے۔ اس پر لوگوں کی گھبراہٹ اور بے چینی میں کسی قدر سکون واقع ہوا۔ (بخاری شریف، جلد اوّل)